منکرین وجوب اللحیۃ کا شرعی محاسبہ

مصنف

محقق اسلام اُستاذ العلماء
شیخ الحدیث حضرت
علامہ مولانا الحاج محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

مکتبہ نوریہ حسنیہ بلال گنج لاہور

شانِ صحابہ اور ردِّ شیعہ پر تین عظیم الشان اور بے مثال تحقیقی شاہکار کتب

تحفہ جعفریہ	فقہ جعفریہ	عقائد جعفریہ
۵ جلدیں	۴ جلدیں	۴ جلدیں

تالیفات

محقق اسلام قاطع رفض و بدعت مناظر اسلام

علامہ الحاج **محمد علی** نقشبندی علیہ الرحمہ بانی جامعہ رسولیہ شیرازیہ بلال گنج لاہور

خصوصیات

- انداز بیان نہایت سادہ، آسان، علماء و عوام کیلئے یکساں مفید۔
- ردِّ شیعہ پر اتنی جامع، مفصل اور محققانہ تحریر قبل ازیں وجود میں نہیں آئی۔
- تمام کتب میں استدلال صرف اور صرف قرآن حکیم اور کتب شیعہ سے کیا گیا ہے۔
- ان کتب کے بعد اس موضوع پر کسی دوسری کتاب کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔
- تینوں کتب محققین و مناظرین کیلئے انمول خزانہ اور گستاخانِ صحابہ کیلئے تازیانہ عبرت ہیں
- بنظر انصاف مطالعہ کرنے والا ہر شیعہ اپنے عقیدہ پر نظر ثانی کیلئے مجبور ہو جائے گا۔

چیدہ چیدہ مضامین درج ذیل ہیں

مسئلہ خلافت، فضائل صحابہ کرام، خصوصاً خلفائے ثلاثہ، امہات المؤمنین، امیر معاویہ از کتب شیعہ، صحابہ و اہل بیت کے خاندانی خوشگوار تعلقات، صحابہ کرام پر کئے گئے اعتراضات کے دندان شکن جوابات باغ فدک، حدیث قرطاس، اہل سنت کی طرف غلط طور پر منسوب کتب پر تحقیقی و علمی مباحث، خلافت عثمان غنی کے متعلق اقربا و پروری کی تردید، جنگ جمل اور صفین، بنات رسول، جنازۂ رسول، نکاح ام کلثوم

فقہ جعفریہ خدا اور رسول ﷺ اور آئمہ اہل بیت کی شان میں اہل تشیع کی بے ادبیاں اور گستاخیاں قاتلان امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کون تھے، نام نہاد محبان اہل بیت پر آئمہ اہل بیت کی لعنت و پھٹکار بارہ اماموں کے متعلق شیعہ عقائد اور ان کا رد، مسئلہ امامت، مسئلہ تحریف قرآن، مسئلہ تقیہ، قاتلانِ عثمان کا حشر امیر معاویہ پر لعن طعن کرنے والے سنی نما مولویوں اور پیروں کا محاسبہ

عقائد جعفریہ شانِ امام اعظم ابو حنیفہ اور فقہ حنفی پر شیعوں کے تمام اعتراضات کے مدلل جوابات کلمۂ اسلام، اذان، وضو، نماز، نماز جنازہ وغیرہ کا بیان، مسئلہ متعہ، مسئلہ ماتم، فقہ جعفریہ کے احکام اور کتب شیعہ سے ان کا رد، فقہ جعفریہ کے ناممکن العمل ہونے پر دلائل

سُبحان من زَيَّنَ الرِّجال باللحى وزيّنَ النساءَ بالذوائب

ترجمہ

پاک ہے وہ جس نے مردوں کو
داڑھیوں سے زینت بخشی اور عورتوں کو
مینڈھیوں سے مزین فرمایا

منکرین وجوب اللحیہ کا شرعی محاسبہ

مصنف

محقق اسلام، استاذ العلماء
شیخ الحدیث حضرت
علامہ مولانا الحاج محمد علی صاحب

مکتبہ نوریہ حبیبیہ بلال گنج لاہور

الاِھْدَاء

میں اپنی یہ ناچیز تالیف زبدۃ العارفین حجۃ الکاملین، میزبان مہمانانِ رحمۃ للعالمین حضرت قبلہ مولانا فضل الرحمٰن صاحب ساکن مدینہ منورہ، خلف الرشید شیخ العرب والعجم حضرت قبلہ مولانا ضیاء الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ مدفون جنت البقیع (مدینہ طیبہ) خلیفۂ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا احمد رضا خانصاحب فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمتِ عالیہ میں ہدیۂ عقیدت پیش کرتا ہوں جن کی دُعا سے فقیر نے اس کتاب کی تحریر کا آغاز کیا۔

ع - گر قبول افتد زہے عز و شرف

محمد علی عفا اللہ عنہ

تقریظ

بحر العلوم استاذ الاساتذہ علامہ مولانا غلام رسول صاحب شیخ الحدیث جامعہ رضویہ فیصل آباد

وناظم اعلیٰ جامعہ رسولیہ سراجیہ فیصل آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین الذی زین الرجال باللحی والصلوٰۃ والسلام علی خاتم الانبیاء الذی قال خالفوا المجوسین واعفوا اللحی۔ اما بعد!

علامہ مولانا الحاج محمد علی صاحب کا سنت عملیہ متواترہ یعنی داڑھی شریف کے وجوب کے منکرین کا بھرپور تحقیقی محاسبہ کیا۔ کچھ عرصہ سے داڑھی کے قبضہ برابر رکھنے کے وجوب کے خلاف بعض منکرین نے اس سنت کو ضائع کرنے کی تحریری سعی نامسعود کی۔ اور خصوصاً نوجوان طبقے کو خوش کرنے اور ان سے داد و تحسین حاصل کرنے کے لیے اپنی تبحر علمی جتانے کی کوشش کی۔ وقت کی نزاکت اور ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے علامہ موصوف نے ان کے دلائل کا بھرپور انداز سے محاسبہ کیا۔ اور دندان شکن براہین سے تنقیدی جائزہ لیا۔ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد عالی پر عمل کیا "جب میری کوئی سنت ضائع ہو رہی ہو، تو جو اس کو زندہ کرے گا۔ وہ سو شہید کا ثواب پائے گا"۔

داڑھی کے وجوب کے منکرین علمائے ثلاثہ نے جو دلائل عدم وجوب پر دیئے۔ ان کا رد ہر ایک کے بس کی بات نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس عظیم سنت کے احیاء اور منکرین کے دلائل کا مسکت جواب دینے کے لیے علامہ موصوف کا انتخاب فرمایا۔ ان کی یہ کاوش صد ستائش کے لائق ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی اس سعی جمیلہ کو

مقبول ومنظور فرمائے اور امت مسلمہ کو اس سے مستفید ومستفیض ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ مصنف علام کو صحت کاملہ عطا فرمائے۔ اور ہم سب کا خاتم بالخیر فرمائے۔

آمین

غلام رسول عفی عنہ (سابق شیخ الحدیث جامعہ رضویہ فیصل آباد

وناظم اعلیٰ جامعہ رسولیہ سراجیہ فیصل آباد

تقریظ

علامہ فہامہ حضرت مولانا محمد شرف الدین صاحب

شیخ الحدیث جامعہ رسولیہ شیرازیہ بلال گنج لاہور

الحمد للہ الذی انزل الفرقان و الصلوۃ والسلام علی حبیبہ ومحبوبہ الذی علم القران وقال فی شانہ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ واوجب علینا اطاعتہ وجعل حبہ اصل الایمان اما بعد۔

محترم و مکرم جناب مولانا الحاج محمد علی صاحب زادہ اللہ علماً وفضلاً کو علمائے اہل سنت صرف ایک جامعہ کے ناظم اعلیٰ اور شیخ الحدیث کے طور پر جانتے تھے۔ درس و تدریس کے حوالے سے ان کی شہرت تھی، لیکن تصنیف و تالیف میں غیر مشہور تھے۔ کیونکہ اس میدان میں اُن کا کوئی نمایاں کام نظر نہ آتا تھا۔ حالات نے انہیں اس طرف توجہ کرنے کی ضرورت دلائی اور سب سے پہلا معرکہ شیعیت کے خلاف مارا۔ اور ان کے باطل مذہب کے ہر پہلو سے باطل کی خوب خوب خبر لی۔ چنانچہ ایسا قلم توڑ کام کیا۔ کہ سترہ مجلدات پر مشتمل ایسا علمی، تحقیقی اور تنقیدی ذخیرہ ہمارے سامنے آگیا۔ کہ اس جیسی جامع کوشش پہلے کہیں نہیں ملتی۔ اپنے بیگانے عش عش کر اُٹھے۔ اور شیعیت کا ہمیشہ کے لیے جنازہ نکال دیا۔ اس عظیم کام سے فراغت پائی۔ تو موطا امام محمد رضی اللہ عنہ کی شرح لکھنے کا ارادہ کیا۔ کیونکہ بعض غیر مقلدین اس میں درج احادیث کو اپنی طرف کھینچنے کی تحریری کوشش کر چکے تھے۔ اور جن

احناف نے اس کی طرف توجہ دی وہ نہ ہونے کے برابر تھی۔ چنانچہ جب علامہ موصوف نے اس کی شرح لکھنی شروع کی۔ تو وہ تین مجلدات پر پھیل گئی۔ جو عنقریب چھپ کر بازار میں آرہی ہے۔ موطا امام محمد کی شرح میں بہت سے جدید مسائل پر بھی قلم اٹھایا گیا۔ اور بڑی بڑی تحقیقی ابحاث لکھیں۔ اسی شرح کے دوران داڑھی شریف کا مسئلہ بھی آیا۔ بعض مدعیان علم وتحقیق نے داڑھی کے مٹھی بھر وجوب کا انکار کیا۔ اور اپنے مدعیٰ پر دلائل بھی پیش کیے۔ علامہ موصوف نے ان کی بھی خوب خبر لی۔ اور دلائل سے ان کے موقف کو کمزور بلکہ لاشئی کر دیا۔ یہ بحث علیحدہ ایک رسالہ کی صورت میں چھپوائی جا رہی ہے۔ تاکہ داڑھی کے وجوب کے منکرین کا جو علمی اور تحقیقی محاسبہ کیا گیا ہے۔ اس سے زیادہ لوگ فائدہ حاصل کر سکیں۔ میں نے اس کا حرف بحرف مطالعہ کیا۔ عشق ومحبت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشار ہر مسلمان اسے پڑھے اور اپنی شکل وصورت حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہ کرنے کی کوشش کرے۔ اللہ تعالیٰ مصنف کو صحت کاملہ اور عمر طویل عطا فرمائے۔ آمین

فقط

محمد شرف الدین عفی عنہ

یکم رمضان المبارک ۱۴۱۴ھ

تقریظ

حضرت علامہ مولانا محمد عبد الحکیم شرف قادری نقشبندی شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ لاہور

مناظر اسلام حضرت علامہ الحاج مولانا محمد علی مدظلہ مہتمم جامعہ رسولیہ شیرازیہ بلال گنج لاہور کثیر التصانیف عالم دین ہیں۔ انہوں نے رد شیعہ میں تیرہ ضخیم جلدوں میں کتاب تحریر کر کے علماء عصر کے درمیان امتیازی مقام حاصل کر لیا ہے۔ حال ہی میں انہوں نے مؤطا امام محمد کی مبسوط شرح لکھی ہے۔ اس میں داڑھی کے مسئلے پر بڑی تفصیل کے ساتھ گفتگو کی ہے۔ داڑھی کے واجب ہونے پر دس دلیلیں بیان کی ہیں جن سے مجموعی طور پر داڑھی کا وجوب ثابت ہوتا ہے۔ نیز یہ بھی بیان کیا ہے کہ داڑھی کی مقدار ایک مشت ہے۔ اسی تحقیق کو الگ رسالے کی صورت میں شائع کیا جا رہا ہے۔ جو ان کے تبحر علمی اور وسعت مطالعہ کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

اس موضوع پر انہوں نے ابو الاعلیٰ مودودی صاحب کی تحریر اور پروفیسر طاہر القادری صاحب کی تقریر پر عالمانہ اور محققانہ گرفت فرمائی ہے۔ شارح مسلم علامہ غلام رسول سعیدی شیخ الحدیث دار العلوم نعیمیہ کراچی کے مؤقف اور ان کے دلائل کا بھی تنقیدی جائزہ لیا ہے۔ اس لیے بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ فاضل مصنف نے مسئلے کے مثبت اور منفی دونوں پہلوؤں کا نظر غائر سے مطالعہ کر کے ایک موقف اختیار کیا ہے اور پوری علمی قوت سے اسے ثابت کیا ہے جس کی میں بھی تائید کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ انہیں دونوں جہانوں میں اجرِ جمیل عطا فرمائے۔

نوٹ: اس ماحول میں اگر قدرے داڑھی کا اعزاز پایا جاتا ہے تو وہ مصلائے امامت ہے۔ اگر واجب کی جگہ سنت زائد کہا جائے تو پھر اس کے اعزاز کا کون سا مقام رہ جائے گا۔

۲۸ شعبان المعظم ۱۴۱۴ھ

۱۰ فروری ۱۹۹۴ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سببِ تالیف

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ امابعد۔

کافی عرصہ ہوا۔ کہ فقیر نے داڑھی شریف کے بارے میں ابوالاعلیٰ مودودی کی ایک تحریر پڑھی۔ جو آج تک میرے ذہن میں چٹکیاں بھرتی رہی۔ جس میں داڑھی شریف کی کھلی توہین کی گئی۔ تحریر ملاحظہ ہو۔

"میرے نزدیک کسی کی داڑھی چھوٹی ہو یا بڑی ہونے سے کوئی خاص فرق واقعہ نہیں ہوتا۔ ان اعمال کی زیادہ فکر کرنی چاہیے۔ کہ جن پر خدائی میزان میں آدمی کے ہلکے یا بھارے ہونے کا مدار ہے۔ کیونکہ اگر اس سے اعمال ہلکے رہ گئے۔ تو بال برابر وزن رکھنے والی چیزوں کی کمی بیشی سے میزان الٰہی میں کوئی فرق واقع ہونے کی توقع نہیں ہے"

عبارت مذکورہ سے یہ ثابت ہوا۔ کہ مودودی صاحب کے نزدیک داڑھی شریف کے مٹھی بھر ہونے کا میزان الٰہی میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اور اس کا بال برابر وزن نہیں۔ خدا بہتر جانتا ہے۔ کہ مودودی مٹھی برابر داڑھی شریف رکھنے کا بال برابر کس بدعقیدگی کی میزان سے وزن کیا ہے۔ جبکہ اس سنت متواترہ داڑھی شریف کی صریح توہین اور سید المرسلین کے اسوہ حسنہ کی صریح مخالفت ہے کہ جس پر عمل کرنے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ بہرحال اس زہریلی تحریر کا مجھے کھٹکا تھا۔ اور خیال تھا۔ کہ وقت ملا تو ضرور اس پر کچھ لکھوں گا۔ ابھی

سنت متواترہ متوارثہ کے بارے میں مذکورہ توہین آمیز عبارت ذہن میں تھی۔ کہ مولانا غلام رسول سعیدی صاحب کی تحریر اور مولانا طاہر القادری صاحب کی کیسٹ سامنے آئیں کہ جن میں ان حضرات نے دلائل اجتہادیہ کے ساتھ قبضہ برابر داڑھی کے مستحب یا سنت زائدہ کے ثابت کرنے پر سعی نامسعود کی تو پھر میں نے ارادہ کیا کہ ان کی تحریرات و دلائل کا علمی و تحقیقی محاسبہ کیا جائے۔ تاکہ ان سے بدعملی کی ہوا پھیلنے کا خاتمہ ہو جائے۔ لیکن مصروفیات نے اس طرف توجہ نہ دینے دی۔ حتیٰ کہ موطا امام محمد رضی اللہ عنہ کی شرح لکھنے کے دوران یہ مسئلہ زیر بحث آیا۔ اب میں نے ان کی تحریرات کا تفصیلی جائزہ لیتے اور ان کے دلائل کا دلائل سے محاسبہ کرنے کا ارادہ کیا۔ اسی دوران قبلہ و کعبہ سیدی و مرشدی قبلہ سید محمد باقر علی شاہ صاحب سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف کے ہاں شیخ بشیر چمڑا منڈی لاہور کے مکان پر دست بوسی کے لیے حاضر ہوا۔ اور یہ مسئلہ قبلہ حضرت صاحب کے سامنے پیش کیا۔ قبلہ عالم نے ارشاد فرمایا۔ مولوی صاحب اس مسئلہ کو شرح موطا امام محمد رضی اللہ عنہ چھپنے تک موقوف نہ رکھو۔ کیونکہ موطا کی شرح ایک ضخیم کتاب ہے۔ اور اس کے چھپنے میں کافی دیر ہو سکتی ہے۔ نیز یہ بحث اس کا صرف ایک حصہ ہوگی۔ اور اس کے لیے پوری کتاب خریدنا اور اس کے چھپنے کا انتظار کرنا نہایت نقصان میں رہے گا۔ کیونکہ ادھر حالات ایسے ہیں۔ کہ عوام تو عوام اب علماء کرام اور پیرانِ عظام میں بھی ایسے بہت سے موجود ہیں۔ جو اس سنت مبارکہ کو نہ تو خود اپنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور نہ ہی اپنے معتقدین و متوسلین کو اس کی اہمیت بتلاتے ہیں۔ بلکہ بعض علماء تو تحریری طور پر داڑھی شریف کے مشت بھر ہونے کے وجوب کی نفی کر رہے ہیں۔ یوں لوگ ان کے عمل اور تحریر کو دیکھ کر اس سنت متواترہ سے محروم ہو رہے ہیں۔ لہٰذا داڑھی شریف کے مسئلہ کو الگ کتابی صورت میں شائع کرو۔ تاکہ لوگوں کو داڑھی شریف کے بارے میں پائے جانے والے شکوک و شبہات سے خلاصی مل جائے۔ اور وہ اس سنت متواترہ کو محبوب سمجھنے لگیں۔

فقیر نے حضرت قبلہ عالم کے اس حکم کو "الہامی" سمجھتے ہوئے فوراً اس پر عمل کیا اور الگ کتابی صورت میں داڑھی کے مسئلہ کو شائع کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے میرا یہ ارادہ پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ اور اب یہ مسئلہ کتابی صورت میں آپ کے سامنے ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھ فقیر کو اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ کے اثبات و احیاء پر رسالہ لکھنے کے صدقے سے مغفرت سے نوازے۔ اور بروز حشر شفیع الوریٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے بہرہ ور فرمائے۔ آئندہ گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور خاتمہ بالایمان فرمائے۔

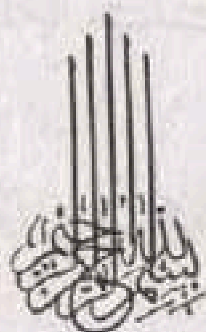
رب اغفر وارحم وانت خیر الراحمین

۱۵ شعبان المعظم ۱۴۱۲ھ شب برات صبح اذان کے وقت ختم ہوئی۔

فہرست مضامین

منکرین وجوب اللحیہ کا علمی محاسبہ

منکرینِ وجوبُ اللّحیہ کا شرعی محاسبہ



نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم ! امابعد

مرد کے لیے داڑھی ایک تسلیم شدہ اور ابتدائے آفرینش سے چلا آرہا عمل ہے۔ اور اسلامی نقطہ نظر سے یہ عمل واضح، سہل اور بدیہی ہے۔ لیکن کچھ عرصہ سے اس عمل کی شرعی اہمیت کو کم کرنے کی مذموم اور لگاتار کوششیں ہو رہی ہیں۔ اور سلف صالحین، فقہاء کرام اور مجتہدین عظام کے اقوال و فتاویٰ کی ایسی تاویلات کی جارہی ہیں۔ بلکہ احادیث و آثار کے ایسے مطالب و مفہوم اختراع کیے جارہے ہیں۔ جن سے داڑھی ایسی سنت متواترہ و متوارثہ کے وجوب کو محض صوابدیدی بتا کر پیش کیا جارہا ہے۔ ان تاویلات رکیکہ اور مفاہیم فاسدہ کا اختراع ایسے نام نہاد علماء کے ہاتھوں وقوع پذیر ہوا۔ جو خود بندۂ خواہشات ہونے کے ساتھ ساتھ ہوا پرستوں کو خوش کرنے میں کوشاں ہیں۔ جو مسئلہ مضبوط اور محکم قانون اور مستند رواج کی صورت میں قرون سابقہ سے چلا آرہا ہے۔ یعنی تمام انبیاء کرام، ان کے صحابہ اور ہر امت کے اولیاء اور عامۃ المسلمین اس شعائر اسلامی پر کاربند تھے۔ جب خارجی اثرات اور رفاقتانہ تمدن سے متاثر بعض علماء نے اس میں غور و فکر کیا۔ اور اس کے ساتھ کچھ اپنی ناموری اور عوام میں

مقبولیت کا مقصد پیش نظر رکھا۔ تو پھر اس مسئلہ کی شرعی حیثیت کو مشتبہ کر دیا۔ اور بے بصیرت لوگوں نے اسے اپنے مفاد کی بھینٹ چڑھا دیا جس کا منطقی نتیجہ یہ نکلا۔ کہ خود تو ڈوبے ہی تھے۔ عوام کو بھی لے ڈوبے۔ اور اس سنت متواترہ و متوارثہ کے خاتمہ کی راہ نکال کر قیامت تک کے لوگوں (جو اس عمل واجب کے تارک ہوئے) کا بوجھ اپنے کندھوں پر اٹھائے دربار خداوندی میں پیش کیے جائیں گے۔ جبکہ آقاء دو عالم بھی وہاں موجود ہوں گے۔

قارئین کرام! داڑھی کے بارے میں ان مفاد پرست علماء اور نام نہاد منکرین نے جو روش اختیار کی۔ اس سے ایسے ایسے سوالات بے علم لوگوں کے ذہن میں انہوں نے بٹھا دیئے۔ کہ جن کی وجہ سے وہ داڑھی رکھنے کو کوئی شرعی اہمیت نہیں دیتے۔ بس صرف اتنا ہی اس کے بارے میں نظریہ کافی ہے۔ کہ داڑھی رکھ لو۔ یا نہ رکھو۔ یہ دونوں باتیں برابر ہیں۔ آپ حضرات بھی جب آئندہ صفحات پر ان کے سوالات کا مطالعہ فرمائیں گے۔ تو آپ اس امر کی تصدیق کریں گے۔ کہ ان سوالات کا راستہ بتانے والے یہی بے عمل بلکہ بدعمل منکرین ہیں۔ ان سوالات میں آپ یہ امر بھی پائیں گے۔ کہ ان سے ان کی مراد تلاش حق نہیں۔ بلکہ غلط تاویلات اور من گھڑت دلائل سے وہ خود فریب خوردہ ہیں اور خواہشات نفس کی پیروی میں دوسروں کو اس پیاری سنت سے محروم رکھنے میں برابر کے شریک ہیں۔ اور بے راہروی و ہوا پرستی کی وجہ سے لوگوں کو ایسے من گھڑت استدلالات سکھاتے ہیں۔ جن کی وجہ سے وہ اس سنت پر عمل کی دعوت دینے والوں پر حجت اور دلیل کے طور پر قائم کرتے ہیں۔ آئیے ان کے سوالات دیکھیں۔ پھر ان کے جوابات اور حقیقت حال کی وضاحت پڑھیں۔

سوال نمبر (۱):

داڑھی منڈانے یا کتروانے کے گناہ ہونے پر کیا دلیل ہے؟

سوال نمبر(۲)

داڑھی کے ایک مشت برابر ہونے کے وجوب یا سنّت پر کیا دلیل ہے۔

ان دونوں سوالات کو اگر گہری نظر سے دیکھا جائے۔ تو پتہ چلتا ہے۔ کہ ان کا ان سے مدعا یہ نہیں۔ کہ ہم داڑھی نہیں رکھتے۔ یا کترواتے ہیں۔ تو اس فعل پر ہمیں نہ کوئی ٹوکے اور نہ ہم پر تارک سنت ہونے کا الزام لگائے۔ کیونکہ ان سوالات کا انداز اگر یوں ہوتا۔ کہ داڑھی رکھنے پر کیا کوئی حدیث وارد ہے؟ کیا اس پر حضرات صحابہ کرام کے آثار اور ان کا عمل دلالت کرتا ہے۔؟ تو اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے۔ کہ سائل چونکہ لاعلم ہے۔ لہٰذا وہ لاعلمی کی بنا پر ایک سنت پر عمل کرنے سے معذور رہا۔ لیکن اندازِ سوال یہ ہے۔ کہ ہم داڑھی نہیں رکھتے یا منڈواتے ہیں یا کترواتے ہیں۔ ایسے کرنا گناہ ہے تو اس کے گناہ و معصیت ہونے پر کیا دلیل ہے؟ اس کا صاف مطلب یہ ہوا۔ کہ جب تک داڑھی رکھنے کے وجوب کے بارے میں حدیث صریح موجود نہ ہو۔ تو پھر منڈوانا اور کتروانا قابل ملامت نہیں۔ اور نہ ہی اس پر اعتراض کی گنجائش ہے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ ہوا پرست علماء اور ان کے چیلے چانٹے یہ جانتے ہیں۔ کہ داڑھی رکھنے کے ثبوت پر احادیث و آثار تو موجود ہیں۔ لیکن اس کی خلاف ورزی کرنے کی معصیت کس قسم کی ہے کیا گناہ کبیرہ ہے۔ یا خلاف اولیٰ ہے۔ یا خلاف سنت متواترہ ہے۔ یہ بھی ذہن نشین رہے۔ کہ سائل کے ذہن میں خلاف ورزی اور ترک عمل دونوں مسلّم ہیں۔ اسی لیے وہ خلاف ورزی کی نوعیت دریافت کر رہا ہے۔ کہ معصیت کا کون سا درجہ پایا جاتا ہے۔ اگر خلاف ورزی معمولی سی بات ہے۔ تب تو اس معصیت اور خلاف ورزی کو رہنے دیا جائے اور اگر معصیت غیر معمولی ہو۔ تو پھر داڑھی نہ رکھنے کے لیے کوئی اور بہانہ ڈھونڈیں گے۔ مختصر یہ کہ اس سوال سے مقصد تلاش حق نہیں بلکہ مسئلہ کو الجھانا اور اپنی خواہش نفسانیہ کی تکمیل ہے۔

اسی طرح دوسرے سوال کو لیجیے۔ کہ داڑھی کا ایک مشت برابر ہونا اس کے واجب

سنت ہونے کی کیا دلیل ہے؟ اس سے ایک بات تو یہ نظر آتی ہے۔ کہ سائل کے نزدیک واجب وسنت سے نیچے درجہ کے امور و اعمال قابل توجہ نہیں۔ گویا سنت مطلقہ مستحب اور افضل اولی شرعی احکام نہیں ہیں۔ بلکہ شرعی اعمال واحکام کی ابتداء سنت سے ہوتی ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ سنت اور واجب کے کم درجہ کے مذکورہ اعمال بھی شرعی احکام میں داخل وشامل ہیں۔ لیکن ان کی تلاش تو وہ کریں جنہیں احکام شرعیہ پر عمل کرنا ہو۔ اور جو عمل سے بیزار ہوں۔ وہ ان احکام کو کب قابل ذکر شرعی کام سمجھیں گے۔ اور وہ لوگ جو صاحبانِ تقوی ہیں۔ وہ تو مباح تک کے کام پر بھی عمل پیرا ہوتے ہیں۔ اور سنت مطلقہ ان کے نزدیک تمام درجات کے لیے موقوف علیہ کا درجہ رکھتی ہے۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں۔ کہ سنت مطلقہ پر عمل کرنا سنت مؤکدہ پر عمل کرنے کی بنیاد ہے۔ اور سنت مؤکدہ، واجب اور فرائض کی تکمیل کرتی ہے۔ جو منزل مقصود تک رسائی کے لیے مضبوط وسائل کا کام دیتی ہے۔ اس کے برخلاف عمل سے کترانے اور بھاگنے والے اپنی بدعملی کی بیسیوں حجتیں اور دلائل تلاش کریں گے۔ اگر انہیں کہیں سے کسی کی من گھڑت دلیل مل جائے۔ تو بس اس کے سہارے اپنے آپ کو بدعملی کے الزام سے بچائیں۔ اور اسی کے سہارے لوگوں کے سامنے اپنی خفت اور شرمندگی کو مٹانے کی کوشش کریں۔ اس کے مقابل اگر عمل کرنے کے لیے خواہ کتنا ہی مضبوط ثبوت ہو۔ اسے قبول کرنے کی جسارت نہیں کریں گے۔ اور بزعم خویش اس میں کیڑے نکالیں گے۔ اس کی واضح مثال دور حاضر میں مولوی غلام رسول سعیدی (شارح مسلم شریف) کی تحریرات اور طاہر القادری کی کیسٹیں ہیں۔ وہ صاف صاف لکھتے اور کہتے ہیں۔ کہ داڑھی رکھنا سنت زائدہ یا مستحب ہے۔ جس کا ترک کبیرہ گناہ تو کجا صغیرہ بھی نہیں ہے۔ اور داڑھی منڈوانا یا کتروانا اچھا کام نہیں، مطلب یہ کہ منڈوانے اور کتروانے پر جب گناہ نہیں۔ تو پھر

ایسے شخص کو برا بھلا کہنا کب درست ہے۔ جب ایسی عبارات کو معمولی علم والے پڑھیں گے۔ اور ایسی کیسٹوں کو سنیں گے۔ تو اگر اللہ و رسول کی تائید اور بزرگانِ دین کی توجہ نہ ملی۔ تو لازماً وہ صراطِ مستقیم سے بھٹک جائیں گے۔ ایسے نام نہاد محدث اور مفکر ان کا یہ عالم ہے۔ کہ جب انہیں معمولی سا کسی طرف سے شبہ نظر آتا ہے۔ تو اسے دلیل و حجت کا درجہ دے دیتے ہیں۔ تاکہ اس گھناؤنے طریقہ سے وہ اپنی بدعملی اور معصیت کے جواز کا بہانہ بنا سکیں۔ ان کا اوّل تا آخر مقصود اپنی بدعملی کی تقویت و تلاش ہے۔ نہ کہ عمل اور سنت کی تلاش۔ اگر اس مسئلہ میں ان کا مقصود واقعی عمل کرنا ہوتا۔ تو ان کے سوال کا انداز یوں ہوتا۔ داڑھی کن کی سنت ہے۔ اس کے رکھنے پر کیا ثواب ملتا ہے؟ پھر ان کو حضرات علماء کرام اور مفتیانِ عظام جواب دیتے۔ کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے "داڑھی بڑھاؤ، مونچھوں کو پست کرو اور یہود کی مخالفت کرو" اور ثواب یہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے فرشتوں کی ایک جماعت پیدا فرمائی ہے۔ جن کی تسبیح یہ ہے۔

بحر الرائق:

"سُبْحَانَ مَنْ زَيَّنَ الرِّجَالَ بِاللُّحٰى وَزَيَّنَ النِّسَاءَ بِالذَّوَائِبِ" (بحر الرائق جلد ۵ ص ۱۳۱)

ترجمہ: پاک ہے اُسے جس نے مردوں کو داڑھیوں سے زینت بخشی۔ اور عورتوں کو مینڈھیوں سے مزین فرمایا۔

فرشتوں کی تسبیح ایسے کلمات کے ساتھ ہوتی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کو محبوب ہوتے ہیں۔ تو معلوم ہوا۔ کہ مرد کو داڑھی رکھنا ایسا عمل ہے۔ جسے اللہ بھی محبوب رکھتا ہے۔ اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم بھی محبوب رکھتے ہیں۔ اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے داڑھی رکھ کر یہود کی مخالفت کا حکم دیا۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ مرد مومن جب قبر میں جائے گا۔ تو بے شک وہ گناہ گار ہوگا۔ لیکن جب داڑھی رکھنا ایسا عمل ہے

اللہ و رسول کے محبوب ہونے کا تمغہ دنیا میں لے لیا تھا۔ تو اب قبر میں اللہ تعالیٰ اپنے محبوب اور اپنے محبوب کے محبوب کی پیاری داڑھی دیکھ کر اس کے گناہوں پر قلم عفو پھیر دے۔ تو کوئی بعید بات نہیں۔

یونہی سائل کا یہ سوال کر "داڑھی مشت برابر کے واجب یا سنت ہونے کی کیا دلیل ہے؟" اس سوال سے بھی اس کا مقصود یہ نہیں۔ کہ ثبوت و دلیل ملنے پر وہ خود بھی اس پر عمل کرے گا۔ اور دوسروں کو بھی اس کی تبلیغ و تلقین کرے گا۔ بلکہ مقصود یہ ہے۔ کہ جب دلیل نہ ہوئی۔ تو وہ لوگوں کے سامنے بانگ دہل یہ کہتا پھرے گا۔ کہ داڑھی نہ فرض، نہ واجب نہ سنت کچھ بھی نہیں۔ رکھ لو تمہاری مرضی نہ رکھو تو کوئی گناہ نہیں۔ حالانکہ مختلف احکام شرعیہ کے ترک کے نقصانات حضرات فقہاء کرام نے بیان فرمائے۔ اور علماء اصول نے جن کی تصریح فرمائی۔ ان کو درج ذیل ملاحظہ فرمائیں۔ فرماتے ہیں۔ فرض کے تارک پر عذاب واجب کے تارک پر عتاب، سنت کے تارک پر ملامت اور مستحب کے تارک پر اللہ تعالیٰ کے لطف و عنایات کی کمی ہو جاتی ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ کم از کم درجہ مستحب کو ترک کرنے پر جب اللہ تعالیٰ کے لطف و عنایات میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔ تو کون مسلمان اسے پسند کرے گا۔ پھر اس سے جوں جوں درجہ بڑھے گا۔ توں توں ترہیب میں اضافہ ہوتا جائے گا۔

راقم نے مذکورہ وجوہات کے پیش نظر موطا امام محمد کے باب "فضل الحلق و ما یجزی من التقصیر" کتاب الحج میں سے سیدنا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے اس قول "وکان اذا حلق فی حج او عمرة اخذ من لحیته و شاربه" کے تحت داڑھی کے مسئلہ کو تفصیل سے لکھا۔ تاکہ سادہ لوح لوگ شکوک و شبہات میں پڑ کر داڑھی کے معاملہ میں رہے سہے عمل کو بھی خیرباد نہ کہہ دیں۔ بالخصوص اس دور میں کہ جب فرض و واجب کے چھوڑنے کے لیے معمولی بہانہ بھی ڈھونڈ کر دل کو تسلی دی جاتی ہے۔ اور عمل کی تائید میں مضبوط سے مضبوط دلیل اور سخت سے سخت بھی قابل توجہ نہیں سمجھی جاتی۔

مجھے اپنی بے بضاعتی اور ضعف استعداد کا اقرار ہے۔ اس کے باوجود میں نے اپنی معروضات سپرد اوراق کر دیں۔ مذکورہ سوالات پر تحقیقی اور الزامی دونوں طریقوں سے گفتگو کی گئی ہے۔

وباللہ التوفیق

داڑھی رکھنا مرد کا جمال، فطرتِ انسانی

اور شریعت خداوند کریم ہے

شریعت مطہرہ میں شکل وصورت وہی پسندیدہ قرار پاتی ہے۔ جو اُن شخصیات سے متعلق ہوں۔ جنھیں اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں کے لیے نمونہ بنایا ہو ایسی شخصیات کو "انبیاء کرام" کہا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ وہ حضرات ہیں۔ جو بلا واسطہ اللہ تعالیٰ سے مستفید و مستفیض ہوتے ہیں۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے حُسنِ حقیقی اور اصل خوبصورتی سے نوازا ہوتا ہے ان کے اخلاق و اعمال جہاں کے لیے باعث تقلید ہوتے ہیں۔ وہیں ظاہری حسن و جمال اور وضع قطع بھی معیار ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی منشاء اور مرضی بھی یہی ہوتی ہے کہ عام انسان کا ظاہر ان کے ظاہر سے ملتا جلتا ہو۔ باطن ان کے مطابق ہو۔ یہی انسانیت کا حسن حقیقی اور جمال شرعی ہے۔ اور اگر کسی کے ظاہر و باطن میں ان حضرات سے ہم آہنگی نہ ہو۔ تو ایسا ظاہر غیر شرعی اور ایسا باطن قبیح قرار پائے گا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ جس عملی کام کا یہ مظاہر ہوں عقلمند اسے اپنانے کی کوشش کرتا ہے۔ اور جو انہیں پسند نہ ہو اس سے دُور رہنے کی کوشش کرتا ہے۔ اگر حضرات انبیاء کرام کسی امر کو اپنا وظیفہ بنالیں۔ تو اس کام کو امتی حرز جان بناتا ہے۔ پھر حضرات انبیاء کرام جس عمل کے لیے ترغیبی ارشادات فرمائیں۔ ایسے اعمال کو امتی اپنا معمول بنا لیتا ہے۔ اور دل وجان سے ان کی حفاظت کرتا ہے۔ اور اگر اس سے بڑھ کر حضرات انبیاء کرام کسی کام کو واجب و لازم قرار دے دیں۔ امتی کو اس سے سر پھیرنے کی قطعاً گنجائش نہیں رہتی۔ اب داڑھی کے مسئلہ کو ہی لیجئے۔ یہ عمل خود بھی

حسن ہے۔ تمام پیغمبروں کا معمول رہا خصوصاً حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں ترغیبی کلمات بھی ارشاد فرمائے۔ اور پھر اسے واجب العمل بھی فرمایا ہے ان تمام باتوں کی عنقریب احادیث سے شہادت پیش کی جا رہی ہے۔

داڑھی کے ضروری العمل ہونے کی گیارہ عدد وجوہات

وجہِ اوّل
داڑھی رکھنا ایک فطری عمل ہے

صحاح ستہ میں ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دس باتوں کو "فطرت" بتایا ہے۔

۱۔ مونچھیں پست کرنا۔ (۲) داڑھی بڑھانا (۳) مسواک کرنا (۴) ناک میں پانی ڈالنا۔ (۵) ہاتھ پاؤں کے ناخن اتارنا۔ (۶) انگلیوں کے جوڑوں کے اوپر کے حصے کو صاف رکھنا۔ (۷) بغل کے بال اکھیڑنا۔ (۸) ناف کے نیچے کے بال اتارنا۔ (۹) پانی سے استنجاء کرنا۔ (۱۰) کلی کرنا۔

قارئین کرام! فطرت سے مراد اصلیت اور حقیقت ہے۔ یعنی ایسی اشیاء اور کام جو اصل اور بنیاد ہیں۔ جن کے اثبات کے لیے کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہوتی۔ جیسے بھوک و پیاس لگنا انسان کی طبعی اور فطرتی ضرورت ہے۔ کوئی شخص اگر دلیل کے ذریعہ کوشش کرے۔ کہ مجھے بھوک لگ جائے تو ایسا نہیں ہو سکتا۔ اس کے مقابل بھوک نہ لگنا یا پیاس نہ ہونا۔ چونکہ یہ اصل کے خلاف ہے۔ اس لیے اس کی علت تلاش کی جائے گی۔

اور اس کا ازالہ کیا جائے گا۔ داڑھی رکھنے کے منکرین کے خلاف یہی ایک دلیل کافی ہے کہ یہ امورِ فطرت میں داخل ہے۔ لہٰذا اس کے اثبات کے لیے دلیل کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اور وہ لوگ جو اس کے منڈوانے یا کترانے کے قائل ہیں۔ اُن کا یہ نظریہ دلیل کا محتاج ہے۔ لہٰذا جو لوگ داڑھی رکھنے کی دلیل مانگتے ہیں۔ ان کا یہ سوال لغو اور باطل ہے۔ اُلٹا ان سے دلیل طلب کی جائے گی۔ کہ تم نے ایک فطری امر کے خلاف قول کیا۔ اس کی کیا دلیل ہے۔ اس کی مثال یہ دی جاسکتی ہے۔ کہ انسان میں صحت، اصل ہے۔ اور مرض ایک عارضہ ہے۔ سوال صحت کا نہیں ہوتا۔ بلکہ مرض اور اس کی علت کا ہوتا ہے۔ طبیب کسی کے گھر اس لیے نہیں جاتا۔ کہ اس گھر کے افراد تندرست ہیں۔ میں ان سے تندرستی کی دلیل پوچھنے جارہا ہوں۔ ہاں بیمار کو پوچھے گا۔ کہ کیا وجہ بنی۔ تاکہ اس کے مرض کا علاج ہو سکے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ علماء کرام نے کبھی داڑھی رکھنے والے سے یہ نہیں پوچھا۔ کہ تم نے داڑھی کیوں رکھی ہے۔ کیونکہ یہ فطرتی عمل ہے۔ البتہ داڑھی منڈانے اور کترانے والے سے پوچھتے ہیں۔ کہ تم نے اس فطرتی امر میں گڑبڑ کیوں کی۔ اس میں تبدیلی کیوں کی؟ اگر تم ایسا کرنا جائز سمجھتے ہو۔ تو اس کی تمہارے پاس کون سی دلیل ہے۔ داڑھی کا مرد کے چہرے پر اُگانا اللہ تعالیٰ کا فعل ہے۔ اس میں بندے کا دخل نہیں ہے۔ جب اس نے مرد کے چہرہ پر اسے نکالا۔ اور عورت کو محروم رکھا۔ تو اس میں ضرور حکمت ہوگی۔ پھر داڑھی اُگنے کے بعد اسے نہ منڈوانا نہ کتروانا تمام انبیاء کرام کا معمول رہا۔ اُن کے صحابہ نے، تابعین و تبع تابعین فقہاء، محدثین اور مفسرین کرام نے اسے فطرت پر ہی رہنے دیا۔ لہٰذا یہ سوال نہیں کیا جاسکتا۔ کہ داڑھی کیوں بڑھاتے ہیں۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا فعل ہے۔ ہاں یہ سوال ہو سکتا ہے کہ جسے اللہ نے پیدا فرمایا۔ اور اُسے منڈوانے یا کتروانے کا حکم نہیں دیا۔ تو پھر تم کیوں منڈواتے اور کترواتے ہو؟ اس کا انہیں جواب دینا چاہیئے۔

وجہِ دوم
تغییر خلق اللہ

آیت کریمہ:

اِنْ یَّدْعُوْنَ اِلَّا شَیْطٰنًا مَّرِیْدًا لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَ قَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِیْبًا مَّفْرُوْضًا وَّ لَاُضِلَّنَّهُمْ وَ لَاُمَنِّیَنَّهُمْ وَ لَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَیُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَ لَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَیُغَیِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ وَ مَنْ یَّتَّخِذِ الشَّیْطٰنَ وَلِیًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِیْنًا۔

ترجمہ: کافر صرف شیطان کی عبادت کرتے ہیں۔ اس پر اللہ کی لعنت اس نے کہا۔ قسم ہے کہ میں تیرے بندوں سے ایک مقرر حصہ لوں گا۔ میں انہیں گمراہ کروں گا۔ میں انہیں خواہشات دلاؤں گا۔ اور میں انہیں حکم دوں گا تو وہ یقیناً اپنے چارپاؤں کے کان کاٹیں گے۔ اور میں انہیں حکم دوں گا۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی چیزوں میں تغیر و تبدل کریں گے۔ جس نے شیطان کو دوست بنایا وہ کھلے خسارہ میں پڑ گیا۔

شیطان نے مردود ہونے کے بعد جب اسے لمبی عمر مل گئی۔ تو حلفیہ یہ باتیں کہیں۔ خَلْقِ اللہ کی تبدیلی کی تفسیر خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں مروی ہے۔ کہ کوئی مرد عورت کی شکل و صورت اور کوئی عورت، مرد کی شکل و صورت نہ بنائے۔ ایسی روایات عنقریب تحریر کی جائیں گی۔ بہرحال حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

ایسے مردوں کو جو عورتوں کی سی شکل بنا لیتے ہیں لعنت کی ہے۔ آیت مذکورہ کی تفسیر میں مفسرین کرام رقمطراز ہیں۔

تفسیر ابن جریر:

"فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ" قَالَ دِيْنُ اللّٰهِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ مِثْلَهٗ - عن ابن نجيح عن مجاهد فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ قَالَ الْفِطْرَةُ دِيْنُ اللّٰهِ حدثنا عبيد بن سليمان قَالَ سَمِعْتُ الضَّحَّاكَ يَقُوْلُ فِيْ قَوْلِهٖ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ قَالَ دِيْنَ اللّٰهِ وَهُوَ قَوْلُ اللّٰهِ الَّتِيْ فِطْرَةَ النَّاسِ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ يَقُوْلُ لِدِيْنِ اللّٰهِ۔

(تفسیر ابن جریر جلد ۵ ص ۱۸۲ مطبوعہ مصر)

ترجمہ:۔ "فليغيرن خلق الله" کہا اس سے مراد اللہ کا دین ہے۔ جناب ابراہیم سے مثلہ مروی ہے۔ جناب مجاہد سے ابن نجیح بیان کرتے ہیں کہ "خلق اللہ" سے مراد فطرۃ دین اللہ ہے۔ ہمیں عبید بن سلیمان نے بتایا کہ میں نے ضحاک کو کہتے سنا کہ "خلق الله" سے مراد اللہ کا دین ہے۔ اور اس کی تفسیر خود قرآن کریم میں یوں آئی ہے۔ فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ - خلق الله یعنی اللہ کا دین۔

تفسیر خازن:

قَالَ اِبْنُ زَيْدٍ هُوَ التخنث وَهُوَ اَنْ يَتَشَبَّهَ الرَّجُلُ بِالنِّسَاءِ فِيْ حَرَكَاتِهِنَّ وَكَلَامِهِنَّ وَلِبَاسِهِنَّ

(تفسیر خازن جلد ۱ ص ۵۲۹)

ترجمہ: "خلق اللہ" کی تبدیلی کے بارے میں ابن زیاد نے کہا۔ کہ اس سے مراد ہیجڑا بننا ہے۔ وہ یوں کہ کوئی مرد اپنی حرکات، کلام اور لباس عورتوں کا سا کرے۔

الحدیقہ الندیہ: اِعْلَمُوْا اَنَّ الْحِکْمَۃَ فِیْ تَحْرِیْمِ تَشَبُّہِ الرَّجُلِ بالمرۃ وتشبہ المرۃ بالرجل اِنَّہُمَا مُغَیِّرَانِ بِخَلْقِ اللّٰہِ۔

(ذریعۃ الندیہ جلد ۲ ص ۵۵۸ من اخلقۃ الرجل اولادہ مطبوعہ نوریہ رضویہ لائل پور)

ترجمہ:-
جاننا چاہیے کہ مرد کو عورت کی مشابہت اپنانا اور عورت کو مرد کی مشابہت اختیار کرنا اس کے حرام ہونے میں یہ حکمت ہے۔ کہ ایسا کرنے سے یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی خلق میں تغیر و تبدل کرنے والے بن جاتے ہیں۔

ان حوالہ جات سے معلوم ہوا۔ کہ مرد کو عورت کی مشابہت اور عورت کو مرد کی مشابہت اور مثلہ کی ممانعت جو بہت سی احادیث میں وارد ہوئی ہے۔ اس کی وجہ اور علت و حکمت یہی ہے۔ کہ اس سے اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی چیز میں تغیر و تبدل ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی صورت میں بلا وجہ شرعی تبدیلی از روئے قرآن شیطانی فعل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر مرد و عورت کو جو شکل و صورت عطاء فرمائی۔ وہ انتہائی موزوں اور مناسب ہے۔ فرمایا۔ صَوَّرَکُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَکُمْ۔ اس اللہ نے تمہاری تصویر بنائی۔ اور نہایت خوبصورت بنائی۔ دوسری جگہ ارشاد فرمایا۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ۔ ہم نے یقیناً انسان کو بہترین شکل و صورت اور مناسب اعضاء دے کر پیدا فرمایا۔ گویا اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت کے جسم اور شکل و صورت میں جو اختلاف رکھا۔ وہ ہر ایک کے مناسب حال اور بہتر تھا اب اس کی بنائی ہوئی شکل و صورت کو اس کے کہے بغیر تغیر و تبدل کرنا دراصل اس کی تخلیق میں دخل اندازی کے مترادف ہے۔ اور شیطانی فعل ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ

کی ناراضگی کا سبب ہے۔ اس بگاڑ میں قطعاً نفع نہیں ہو سکتا۔ ہم مرد کے لیے عورتوں کی شکل و صورت بنانے کی ممانعت پر مزید چند احادیث پیش کرتے ہیں۔

وجہِ سوم
تشبُہ بالنساء

المستدرک:

عن عبد اللہ بن یسار العارج انہ سمع سالم بن عبد اللہ بن عمر یحدث عن ابیہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہٗ قَالَ ثَلَاثَۃٌ لَا یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ اَلْعَاقُّ بِوَالِدَیْہِ وَالدَّیُّوْثُ وَالرَّجِلَۃُ النِّسَآءِ ھٰذَا حَدِیْثٌ صَحِیْحُ الْاِسْنَادِ فِی النِّھَایَۃِ لَعَنَ الْمُتَرَجِّلَاتِ مِنَ النِّسَآءِ یَعْنِیْ اَلَّاتِیْ یَتَشَبَّھْنَ بِالرِّجَالِ فِیْ زِیْنَتِھِمْ وَھَیْئَتِھِمْ وَفِیْ رِوَایَۃٍ لَعَنَ الرَّجِلَۃَ مِنَ النِّسَآءِ یَعْنِی الْمُتَرَجِّلَۃَ۔

(المستدرک جلد اوّل ص ۷۲ کتاب الایمان ثلاثۃ لا یدخلون الجنۃ)

ترجمہ: عبد اللہ بن یسار العارج کہتے ہیں۔ کہ انہوں نے سالم بن عبد اللہ بن عمر کو سنا کہ وہ اپنے والد سے اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث بیان کرتے تھے۔ تین آدمی جنت میں داخل نہ ہوں گے۔ والدین کا

نافرمان۔ دیوث۔ اور زنانہ۔ ایک۔ اور حدیث میں آیا ہے۔ عورتوں میں سے مردوں کی شکل وصورت بنانے والوں پر لعنت۔ یعنی ان پر لعنت ہے جو عورتیں لباس اور شکل وصورت مردوں کی سی بناتی ہیں۔ ایک اور روایت میں آیا ہے۔ عورتوں میں سے جو مردوں کی صورت بناتی ہیں۔

مصنف عبدالرزاق:

عن ابن عباس قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الْمُخَنَّثِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالْمُتَرَجِّلَاتِ مِنَ النِّسَاءِ .... عن ابن عباس اَنَّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ اَخْرِجُوْا الْمُخَنَّثِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ مِنْ بُیُوْتِکُمْ قَالَ و اخرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم مُخَنَّثًا وَ اَخْرَجَ عُمَرُ مُخَنَّثًا.........

عَنْ عِکْرِمَہ قَالَ اَمَرَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم بِرَجُلٍ مِنَ الْمُخَنَّثِیْنَ فَاُخْرِجَ مِنَ الْمَدِیْنَۃِ وَ اَمَرَ اَبُوْ بَکْرٍ بِرَجُلٍ مِّنْھُمْ فَاُخْرِجَ اَیْضًا.......

عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ رَجُلٍ مِنْ قُرَیْشٍ رَفَعَہٗ قَالَ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ دَیُّوْثٌ وَلَا مُدْمِنُ خَمْرٍ وَلَا رَجُلَۃُ النِّسَاءِ۔

(۱۔ مصنف عبدالرزاق جلد ۱۱ ص ۲۴۲۔ ۲۴۳ حدیث نمبر ۲۰۴۳۳)

(۲۔ ابو داؤد جلد ۲ ص ۳۱۸ باب الحکم فی الخنث۔)

ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں میں خسروں پر لعنت فرمائی۔ اور ان عورتوں پر جو مردوں کی سی شکل وصورت بناتی ہیں۔ حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مخنث لوگوں کو اپنے گھروں سے باہر نکال دو۔ راوی فرماتے ہیں۔ کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مخنث کو گھر سے نکالا۔ اور حضرت عمر نے بھی مخنث کو نکال دیا تھا۔...... عکرمہ کہتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مخنث مرد کے بارے میں فرمایا۔ تو اسے مدینہ سے نکال دیا گیا۔ حضرت ابوبکر نے بھی ایک مخنث کے بارے میں حکم دیا۔ تو اسے بھی نکال دیا گیا۔...... معمر نے ایک قریشی مرد سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دیوث۔ شراب کا رسیا اور وہ مرد جو عورتوں کی شکل وصورت بنانے والا جنت میں نہیں جائیں گے۔

ان حوالجات سے معلوم ہوا۔ کہ وہ مرد جو عورتوں کی سی حرکات اور سکنات کرتے ہیں۔ اور وہ عورتیں جو مرد بننے کی کوشش کرتی ہیں۔ انہیں ایک تو ملعون کہا گیا اور دوسرا ان کو گھروں بلکہ شہروں سے نکال دینے کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم ہی نہیں دیا۔ بلکہ خود نکالا بھی۔ اور حضرت عمر و ابوبکر نے بھی مخنث کو باہر نکالا معلوم ہوا۔ کہ یہ سزا انہیں اپنی شکل وصورت بگاڑنے کی وجہ سے دی گئی۔ اور جو مرد داڑھی کو منڈوا کر عورتوں کی صورت بناتے ہیں۔ وہ ان احادیث کے مصداق بنتے ہیں۔ لہذا یہ فعل محرمات شرعیہ میں داخل ہے۔

الحدیقہ الندیۃ:

وروی الطبرانی عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ان

اِمْرَاۃٌ مَرَّتْ الخ ۔ یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں ۔ کہ ایک عورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب سے گزری ۔ اس نے گلے میں کمان لٹکائی ہوئی تھی ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان عورتوں پر لعنت بھیجی جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں ۔ اور ان مردوں پر بھی جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں ۔ ابوداؤد ، نسائی ، ابن ماجہ ابن حبان اور حاکم نے صحیح روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مذکور فرمائی ۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے مرد پر لعنت بھیجی جو عورت کا سا لباس پہنے ۔ (الحدیقۃ الندیہ جلد دوم ص ۵۸۵ مکتبہ نوریہ رضویہ لائلپور)

ان الفاظ میں بھی وہی بات مذکور ہے ۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے مردوں اور ایسی عورتوں پر لعنت بھیجی ۔ جو ایک دوسرے کے مشابہت اور ایک دوسرے کا سا لباس استعمال کرتے ہیں ۔ لہٰذا معلوم ہوا ۔ کہ ایسا کرنا حرام ہے ۔ اور اس سے ہر مسلمان کو اجتناب کرنا لازمی ہے ۔

وجہِ چہارم

یہود ، ہنود اور عیسائیوں سے مشابہت

ابوداؤد شریف:

عن رویفع بن ثابت قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یَا رُوَیْفِعُ لَعَلَّ الْحَیٰوۃَ سَتَطُوْلُ بِكَ بَعْدِیْ فَاَخْبِرِ النَّاسَ اَنَّ مَنْ عَقَدَ لِحْیَتَہٗ اَوْ تَقَلَّدَ وِتْرًا اَوِ اسْتَنْجٰی بِرَجِیْعِ دَابَّۃٍ اَوْ عَظْمٍ فَاِنَّ مُحَمَّدًا مِنْہُ

بَرِیْئًا۔

(ابو داؤد جلد ۱ ص ۶) (مشکوٰۃ ص ۴۳ باب اداب الخلاء فصل ثانی)

ترجمہ: رُویفع بن ثابت کرتے ہیں۔ کہ مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے رویفع! شاید تیری عمر میرے بعد کافی لمبی ہو۔ تو لوگوں کو بتا دینا کہ جس شخص نے اپنی داڑھی کو گرہ لگائی۔ یا گلے میں دھاگہ ڈالا یا کسی چارپائے کے گوبر سے استنجاء کیا یا ہڈی سے استنجاء کیا۔ تو جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بیزار ہیں۔

اس روایت سے معلوم ہوا۔ کہ داڑھی منڈوانا یا کترانا تو بہت دور کی بات ہے۔ صرف اُسے گرہ لگانے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیزاری کا اظہار فرمایا اگر سکھوں کی طرح گرہ لگانا باعث بیزاریٔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ تو سرے سے منڈوانا یا مُشت سے کم رکھنا کب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند ہوگا اس حدیث کے تحت صاحب مرقات لکھتے ہیں۔

مرقات شرح مشکوٰۃ:

فَیَکُوْنُ دَلَالَۃً عَلٰی غَایَۃِ ذَمِّہٖ وَاَنَّ مُحَمَّدًا لَا یَبْرَءُ اِلَّا مِنْ مُذَمَّمٍ فَاِنَّہٗ ضِدُّہٗ۔ (مرقات شرح مشکوٰۃ جلد ۱ ص ۳۵۷ مکتبہ امدادیہ ملتان) باب آداب الخلاء فصل اوّل)

ترجمہ: یہ حدیث پاک داڑھی کو گرہ لگانے کی انتہائی مذمت پر دلالت کرتی ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صرف قابل مذمت فعل سے ہی بیزاری فرماتے ہیں۔ یہ اس کی ضد ہے۔

مسلم شریف: عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم

قَالَ اَحْفُوا الشَّوَارِبَ وَ اَعْفُوا اللِّحٰی .... عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اَنَّهٗ اَمَرَ بِاِحْفَاءِ الشَّوَارِبِ وَ اِعْفَاءِ اللِّحْيَةِ .... عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم خَالِفُوا الْمُشْرِكِيْنَ اَحْفُوا الشَّوَارِبَ وَ اَعْفُوا اللِّحٰی عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ علیہ وسلم جُزُّوا الشَّوَارِبَ وَ اَرْخُوا اللِّحٰی خَالِفُوا الْمَجُوْسَ۔

(مسلم شریف جلد اول ص ۱۲۹ باب خصال الفطرۃ مطبوعہ اصح المصابع کراچی)

ترجمہ:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مونچھوں کو پست کرو۔ اور داڑھیوں کو بڑھاؤ..... حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مونچھوں کو پست کرنے اور داڑھی کو بڑھانے کا حکم دیا ہے۔ ...... حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مشرکین کی مخالفت کرو۔ مونچھوں کو پست کرو اور داڑھی کو بڑھاؤ...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں۔ کہ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مونچھوں کو کاٹو۔ اور داڑھیوں کو چھوڑ دو۔ مجوس کی مخالفت کرو۔

قارئین کرام! مذکورہ احادیث کی تائید بقیہ صحاح ستہ میں موجود ہے۔ ان

تمام احادیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے داڑھی بڑھانے اور مونچھوں کو پست کرنے کا حکم دیا ہے۔ تقریباً ان تمام احادیث میں صیغہ امر موجود ہے۔ جو وجوب کے لیے ہوتا ہے۔ اس پر کوئی یہ کہہ سکتا ہے۔ بلکہ داڑھی منڈوانے یا کتروانے والوں نے کہا ہے۔ کہ امر کئی معانی میں مستعمل ہوتا ہے۔ جن میں اباحت و استحباب بھی ہے۔ لہذا ان احادیث میں امر بھی اسی معنی میں ہے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ داڑھی رکھ لو تو بھی ٹھیک اور اگر مشت بھر نہ ہو تو بھی کوئی گناہ نہیں۔ لہذا داڑھی رکھنا واجب کہاں سے ثابت ہو گیا؟ ان لوگوں کے استدلال یا بہانے کا خود انہی احادیث میں دو طرح سے جواب موجود ہے۔ یعنی امر کا صیغہ اباحت و ندب کی بجائے وجوب کے لیے استعمال ہوا ہے۔ اس پر پہلی دلیل اور قرینہ احادیث میں موجود ہے۔ کہ داڑھی بڑھانے کے امر کے ساتھ "خالفوا المجوس" بھی مذکور ہے۔ جس کا واضح یہ مطلب ہے۔ کہ داڑھی منڈوانا یا کتروانا مجوس کا فعل ہے۔ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجوس کی مخالفت کا حکم دیا۔ لہذا "خالفوا المجوس" سے امر میں اگر ندب و استحباب تھا۔ یا ابہام تھا۔ تو وہ دور ہو گیا۔ اور امر وجوب کے لیے استعمال ہوا ہے۔ دوسری دلیل یہ کہ بعض احادیث میں داڑھی رکھنے اور بڑھانے کا کہا گیا۔ لیکن اس کے لیے صیغہ امر نہیں بلکہ لفظِ امر سے اس کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ ان الفاظ پر غور فرمائیں "امر باحفاء الشوارب و اعفاء اللحیٰ" آپ نے مونچھوں کو پست رکھنے اور داڑھی کو چھوڑنے کا حکم دیا ہے۔ اختلاف کی کوئی گنجائش صیغہ امر میں نکالی گئی۔ لیکن مذکورہ الفاظ انشاء نہیں بلکہ خبر ہیں۔ جس سے امر کا مدلول مطلوب ہے۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ جن احادیث میں صیغہ امر مذکور ہے ان سے مراد بھی وجوب ہی ہے۔ تو ثابت ہوا کہ داڑھی بڑھانا واجب اور ضروری العمل ہے۔ اور اس کی مخالفت مجوس اور کفار کا فعل ہے۔ علاوہ ازیں

داڑھی کے بال اوپر چڑھانے والے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیزاری کا اظہار فرمایا۔ اس کی وجہ بھی یہی بیان کی جاتی ہے۔ کہ داڑھی کے بال چڑھانا کفار کا فعل ہے یہی بات صاحب مجمع بحار الانوار ملک المحدثین ملا طاہر صدیقی نے فرمائی۔

صاحب مجمع بحار الانوار:

"وَ نَهٰى عَنْهُ لِمَا فِيْهِ مِنَ التَّشَبُّهِ بِمَنْ فَعَلَهٗ مِنَ الْكَفَرَةِ"

(صاحب مجمع بحار الانوار المحدثین ص ۶۳۶ جلد ۳ مطبوعہ حیدر آباد دکن) بحث لفظ عقد

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے داڑھی کو گرہ لگانے سے اس لیے منع فرمایا کہ ایسا کرنے میں کافروں کے ساتھ تشبیہ بنتی ہے۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ داڑھی منڈوانا، کتروانا اور داڑھی کے بال اوپر چڑھانا کفار و مجوس کا فعل ہے۔ اور اس کے خلاف داڑھی بڑھانا مسلمانوں کا فعل ہے۔ اور شعائر اسلام سے ہے۔ مذکورہ احادیث میں جو داڑھی بڑھانا اور اس سلسلہ میں یہود و کفار وغیرہ کی مخالفت کرنے اور ان کی مشابہت سے بچنے کا حکم ہے۔ ان کی تشریح احادیث کے شارحین اور فقہاء کرام سے ملاحظہ ہو۔

اشعۃ اللمعات:

حلق کردن لحیہ حرام است و روش افرنج و ہنود و جوقیان است کہ ایشاں را قلندریہ گویند۔ آں بقدر قبضہ واجب است و آنانکہ آں را سنت گویند بمعنی طریقہ مسلوک در دین است یا بجہت آنکہ ثبوت آں بسنت است چنانکہ نماز عید را سنت گفتہ اند۔

(اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ جلد ۱ ص ۲۲۸ کتاب الطہارت باب السواک فصل اول)

ترجمہ:

داڑھی منڈوانا حرام ہے۔ اور افرنگیوں اور ہندوؤں کا طریقہ ہے۔ اور جوگی لوگ کہ جنھیں قلندریہ کہتے ہیں۔ ان کی عادت ہے۔ داڑھی مٹھی بھر لمبی رکھنا واجب ہے۔ اور جن حضرات نے اتنی مقدار کو سنت کہا ہے۔ ان کا مطلب یہ ہے۔ کہ اس قدر داڑھی رکھنا دین میں جاری وساری طریقہ ہے۔ یا اس کے سنت کہنے کی وجہ یہ ہے۔ کہ اس کا چونکہ ثبوت سنت (احادیث) سے ہے۔ جیسا کہ نماز عید کو سنت کہتے ہیں۔

قارئین کرام! شیخ محقق نے دونوں طریقہ سے داڑھی کے لزوم کا بیان فرمایا۔ ایک طریقہ یہ کہ داڑھی کا منڈوانا حرام کہا۔ لہٰذا جب منڈوانا حرام ہوا تو رکھنا ضروری ہوا۔ دوسرا طریقہ صراحت کے ساتھ فرمایا۔ کہ داڑھی ایک مشت بھر رکھنا واجب ہے۔ پھر جن حضرات نے داڑھی رکھنے کو واجب کی بجائے سنت لکھا۔ ان حضرات کے اس قول کا مطلب آپ نے بیان فرمایا۔ اسے سنت کہنے والوں نے اصلاحی سنّت نہیں کہا۔ جس سے اس کے وجوب کی نفی ہوتی ہو۔ بلکہ سنّت سے مراد دین میں جاری وساری طریقہ ہے۔ دین میں کوئی فعل جاری عام ہوتا ہے۔ وہ فرض، واجب اور سنت سبھی کو شامل ہے۔ دوسرا جواب یہ رہا۔ کہ سنت اس لیے کہا گیا۔ کہ اس کا اثبات سنت (حدیث) سے ہے۔ قرآن کریم میں اس کے مشت بھر رکھنے کا صراحۃً حکم نہیں ہے۔ لیکن سنت یعنی حدیث سے جو امور ثابت ہیں۔ وہ صرف اصطلاحی سنت میں منحصر نہیں۔ بلکہ ان میں بعض فرض بعض واجب اور بعض سنت ہیں۔ مثلاً ظہر وغیرہ نمازوں کی رکعات کی تعداد اگرچہ سنت سے ثابت ہے مگر فرض ہے مغرب کی نماز کی تین رکعات فرض اور وتر کی واجب ہیں۔ دونوں احادیث (سنت) سے ثابت ہیں۔ اور سنت کے اس مفہوم پر شیخ محقق نے ایک مثال بھی پیش

فرمائی۔ کہ نماز عید کو فقہاء نے سنت لکھا۔ حالانکہ یہ واجب ہے۔

مرقات شرح مشکوٰۃ

وَقِيلَ حَرَامٌ لِأَنَّهُ مُثْلَةٌ .... قَصُّ اللِّحْيَةِ مِنْ صُنْعِ الْأَعَاجِمِ وَهُوَ الْيَوْمَ شِعَارُ كَثِيرٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ كَالْإِفْرَنْجِ وَالْهُنُودِ وَمَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ فِي الدِّينِ مِنْ طَائِفَةِ الْقَلَنْدَرِيَّةِ

(مرقات شرح مشکوۃ جلد ۲ ص ۴ باب السواک فصل اول مطبوعہ امدادیہ ملتان)

ترجمہ:۔

اور کہا گیا کہ داڑھی منڈوانا حرام ہے۔ کیونکہ یہ مثلہ میں داخل ہے.........
اور داڑھی کا کتروانا اور چھوٹا کرنا عجمیوں کا کام تھا۔ اور ان دنوں یہ کام مشرکین کی علامت بن گیا ہے۔ جیسا کہ افرنگی اور ہندو اور ان لوگوں کا جن کا دین میں کوئی حصہ نہیں۔ جنہیں قلندریہ کہتے ہیں۔

قارئین کرام! جناب ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے داڑھی کے مشت بھر رکھنے کے وجوب اور اسے منڈوانے یا کتروانے کے حرام ہونے کی دو دلیلیں ذکر فرمائیں۔ ایک یہ کہ منڈوانا "مثلہ" ہے۔ اور مثلہ حرام۔ لہٰذا داڑھی منڈوانا اور کتروانا حرام ہوا۔ دوسرا یہ کہ منڈوانا اور کتروانا آجکل مشرکین اور ہندوؤں کا شعار بن چکا ہے۔ اور جو شخص کسی قوم کا شعار اپناتا ہے۔ وہ اسی قوم کا فرد شمار ہوتا ہے۔ لہٰذا کفار مشرکین کے شعائر سے پرہیز واجب ہے اس لیے داڑھی بڑھانا واجب اور منڈوانا و کتروانا حرام ہوا۔

فتح القدیر:

عن ابی هریرة رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم جُزُّوا الشَّوَارِبَ وَاعْفُوا اللحیٰ خَالِفُوا الْمَجُوْسَ وَهٰذِهِ الْجُمْلَةُ وَاقِعَةٌ مَوْقِعَةِ التَّعْلِیْلِ وَاَنَّ الْاَخْذُ مِنْهَا وَهِیَ دُوْنَ ذٰالِكَ كَمَا یَفْعَلُهٗ بَعْضُ الْمَغَارِبَةِ وَمُخَنَّثَةُ الرِّجَالِ فَلَمْ یُبِحْهُ اَحَدٌ۔

(فتح القدیر جلد دوم ص ۷۷ باب مایوجب القضاء والکفارۃ مطبوعہ مصر)

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ مونچھوں کو پست کرو اور داڑھیوں کو چھوڑ دو۔ مجوسیوں کی مخالفت کرو۔ یہ جملہ (مجوسیوں کی مخالفت کرو) مذکورہ حکم کی تعلیل کی جگہ واقعہ ہوا ہے اور مشت بھر داڑھی سے کم ہونے کی صورت میں اسے کاٹنا جیسا کہ بعض مغربی لوگ کرتے ہیں۔ اور مخنث مرد کرتے ہیں۔ اسے کسی ایک نے بھی مباح نہیں کہا۔

صاحب فتح القدیر نے صاف صاف فرما دیا۔ کہ داڑھی بڑھانے کے حکم کی علت دراصل مجوس کی مخالفت ہے۔ جب مجوس کی مخالفت واجب ہے تو پھر داڑھی رکھنا بھی واجب ہوا۔ اور مشت سے کم رکھنا اور اسے کتروانا ایسا فعل ہے۔ جو انگریزوں اور مخنثوں کا ہے۔ حضرات صحابہ کرام تابعین، تبع تابعین مجتہدین اور فقہاء میں سے آج تک کسی نے ایسا کرنے کو جائز نہیں کہا۔ اس سے

آپ اندازہ فرمائیں۔ کہ جس فعل کو آج تک کسی نے جائز و حلال نہ کہا۔ اس کی مخالفت کرنا حرام نہیں تو اور کیا ہے۔ ان تمام اکابر اور سلف صالحین کے خلاف باطل تاویلات اور نفسانی خواہشات کے پیش نظر داڑھی رکھنا یا نہ رکھنا اسے برابر قرار دینا بالکل جہالت اور دین سے دشمنی ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

وجہِ پنجم
مُثلہ

کسی ذی روح کے اجزاء میں سے کسی جزء کو شرعی اجازت کے بغیر کاٹنا "مُثلہ" کہلاتا ہے۔ شریعت مطہرہ میں مثلہ حرام ہے۔ کیونکہ بہت سی احادیث میں اس کی شدید ممانعت وارد ہے۔ اور فقہاء کرام نے بھی ان احادیث کی روشنی میں مثلہ کی حرمت کی تفصیل بیان فرمائی۔ "مثلہ" کے بارے میں ہم پہلے چند احادیث ذکر کرتے ہیں۔ پھر ان کی تشریح و تفسیر میں مختلف کتب معتبرہ سے حوالہ جات نقل کریں گے۔

بیہقی شریف:

عن الحسن عن هياج بن عمران البرجمی اَنَّ غَلاماً لِاَبِیْهِ اَبَقَ فَجَعَلَ لِلّٰهِ عَلَیْهِ اِنْ قَدَرَ عَلَیْهِ لَیَقْطَعَنَّ یَدَهٗ؛ فَلَمَّا قَدَرَ عَلَیْهِ بَعَثَنِیْ اِلٰی عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ رضی الله عنه فَسَاَلْتُهٗ فَقَالَ اِنِّیْ سَمِعْتُ النبی صلی الله علیه وسلم

يَحُثُّ فِي خُطْبَتِهِ عَلَى الصَّدَقَةِ وَنَهَى عَنِ الْمُثْلَةِ
قَالَ فَبَعَثَنِي إِلَى سَمُرَةَ قَالَ سَمِعْتُ النبي صلى الله
عليه و سلم يَحُثُّ عَلَى الصَّدَقَةِ وَ يَنْهَى عَنِ
الْمُثْلَةِ...... عن انس بن مالك رضى الله عنه عن
النبي صلى الله عليه و سلم بِمَعْنَى حَدِيثِ حُمَيْدٍ
إِلَّا أَنَّهُ قَالَ نَفَرٌ مِنْ عُكَلَ قَالَ فَنَهَى رسول الله
صلى الله عليه و سلم عَنِ الْمُثْلَةِ بَعْدَ ذَالِكَ۔
(بیہقی شریف جلد ۹ ص ۶۹ کتاب السیر باب
قتل المشرکین الخ)

ترجمہ

ہیاج بن عمران برجمی سے حسن نے روایت کیا۔ کہ ان کے والد کا ایک غلام بھاگ گیا۔ تو ان کے والد نے اللہ کی قسم کھائی۔ کہ اگر وہ قبضہ میں آگیا۔ تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دوں گا۔ پھر جب وہ پکڑا گیا۔ تو انہوں نے مجھے جناب عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔ میں ان سے اس بارے میں پوچھا۔ انہوں نے فرمایا۔ کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ اپنے خطبہ میں صدقہ دینے پر لوگوں کو ابھارا۔ اور مثلہ سے آپ نے منع فرمایا۔ پھر میرے والد نے مجھے سمرہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔ انہوں نے بھی فرمایا۔ کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دوران خطبہ یہ فرماتے سنا۔ کہ صدقہ دیا کرو۔ اور آپ نے مثلہ سے منع فرمایا...... حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے حدیث حمید جیسی روایت ہے۔ مگر ان کی روایت میں یہ الفاظ ہیں۔ کہ مقام عکل کے

چند لوگوں نے کہا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد مثلہ سے منع فرما دیا۔

نوٹ: اہل عرینہ کے بارے میں یہ حکم دیا گیا تھا۔ کہ ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے جائیں۔ انہوں نے صدقہ کے اونٹ ہانک لیے تھے۔ اور ان کے چرواہے کو قتل کر دیا تھا۔ لیکن اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مثلہ سے منع فرما دیا۔ لہٰذا اہل عرینہ کا مثلہ کیا جانا پہلے کا واقعہ ہے۔ جسے بعد میں آپ نے منسوخ کر دیا۔

ابوداؤد:۔

عن سلیمان بن بریدہ عن ابیہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اغزوا بِسْمِ اللّٰهِ وَ قَاتِلُوْا مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ اُغْزُوْا وَلَا تَغْدِرُوْا وَلَا تَغُلُّوْا وَلَا تُمَثِّلُوْا وَلَا تَقْتُلُوْا وَلِيْدًا۔

(۱۔ ابوداؤد جلد ۱ ص ۳۵۲ کتاب الجہاد باب فی دعاء المشرکین)

(۲۔ مسلم شریف جلد ۲ ص ۸۲ کتاب الجہاد مطبوعہ کراچی)

ترجمہ:۔ سلیمان بن بریدہ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں۔ کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ کا نام لے کر جہاد کرو۔ اور اللہ تعالیٰ سے کفر کرنے والے کو مارو۔ جہاد کرو۔ اور دھوکہ نہ کرو۔ اور نہ خیانت کرو۔ اور نہ مثلہ کرو۔ اور نہ ہی چھوٹے بچوں کو قتل کرو۔

طحاوی شریف:

عن سعید بن جبیر او مجاھد قال مَرَّ ابْنُ

عُمَرَ بِدَجَاجَةٍ قَدْ نَصَبُوْهَا يَرْمُوْنَهَا فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰه صلى الله عليه وسلم يَنْهٰى اَنْ يُمَثَّلَ بِالْبَهَائِمِ۔

(طحاوی شریف جلد سوم ص۸۲ باب الرجل يقتل رجلا كيف يقتل؟ مطبوعه لبنان بيروت۔

ترجمہ: سعید بن جبیر یا مجاہد سے روایت ہے۔ کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا گزر ایک مرغی کے قریب سے ہوا جس کو ایک جگہ باندھ کر اس پر تیر اندازی کی جا رہی تھی۔ اس پر آپ نے فرمایا میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے۔ آپ نے چار پایوں اور جانوروں کو مثلہ کرنے سے منع فرمایا۔

طحاوی شریف:۔

عَنْ اَبِي يَعْلٰى اَنَّهُ قَالَ غَزَوْنَا مَعَ عبد الرحمٰن بن خالد بن الوليد فَاُتِيَ بِاَرْبَعَةِ اَعْلَاجٍ مِنَ الْعَدُوِّ فَاَمَرَ بِهِمْ عَبْدُ الرحمٰن فَقُتِلُوْا صَبْرًا بِالنَّبْلِ فَبَلَغَ ذَالِكَ اَبَا اَيُّوْبَ الانصاري قَالَ سَمِعْتُ رسول الله صلى الله عليه وسلم يَنْهٰى عن قَتْلِ الصَّبْرِ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْ كَانَتْ دَجَاجَةٌ مَا صَبَرْتُهَا...... حدثنا الحسن قال قال سَمُرَةُ ان النبي صلى الله عليه وسلم فَلَمَّا قَامَ فِيْنَا يَخْطُبُ اِلَّا اَمَرَنَا بِالصَّدَقَةِ وَنَهَانَا

عَنِ الْمُثْلَۃِ۔

(طحاوی شریف جلد سوم ص۱۸۲ باب الرجل یقتل رجل کیف یقتل؟ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:۔

ابو یعلیٰ کہتے ہیں۔ کہ ہم نے عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید کی معیت میں لڑائی لڑی۔ تو ان کے پاس چار عجمی آدمی دشمنوں میں سے لائے گئے ان کے بارے میں عبدالرحمٰن نے حکم دیا۔ کہ انہیں باندھ کر نیزہ سے مار دیا جائے۔ جب یہ بات حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو پہنچی۔ تو انہوں نے فرمایا۔ کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ نے باندھ کر مارنے سے منع فرمایا۔ اس ذات کی قسم کہ جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ اگر مرغی بھی باندھی ہوئی ہو تو میں اُسے بھی اس حالت میں نہیں ماروں گا........ ہمیں حسن نے بتایا۔ کہ جناب سمرہ بیان کرتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت مرتبہ اپنے خطاب میں ہمیں یہ حکم دیا۔ کہ صدقہ دیا کرو۔ اور آپ نے مثلہ سے منع فرمایا۔

قارئین کرام! مذکورہ روایات سے ثابت ہوا۔ کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہا مثلہ کرنے سے منع فرمایا اور حضرات صحابہ کرام نے بھی اسی پر عمل فرمایا۔ رہا عرینہ کا واقعہ تو ہم پچھلے اوراق میں بیان کر چکے ہیں۔ کہ یہ منسوخ ہو چکا ہے۔ ہو سکتا ہے۔ کہ کسی کے ذہن میں یہ بات آئے۔ کہ احادیث مذکورہ میں مثلہ کی ممانعت آئی ہے داڑھی منڈوانا مثلہ میں کیونکر داخل ہے؟ حالانکہ زیر بحث مسئلہ داڑھی کا ہے۔ تو گزارش ہے۔ کہ داڑھی کا ایک مشت سے کم کرنا بھی "مثلہ" میں شامل ہے۔

اس کی مزید تفصیل درج ذیل حوالے سے لیجئے۔

فتاویٰ رضویہ:

ابن عساکر و ابن نجار حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور ابن ابی شیبہ مصنف میں عطاء سے مرسل راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لَا أُمَثِّلُ بِهِ فَيُمَثِّلُ اللهُ بِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ حاصل یہ کہ جو یہاں مثلہ کرے گا۔ روز قیامت اسے اللہ تعالیٰ مثلہ بنائے گا۔ طبرانی معجم الکبیر میں بسند حسن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی کہ رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ مَنْ مَثَّلَ بِالشَّعْرِ فَلَيْسَ لَهُ عِنْدَ اللهِ خَلَاقٌ۔ جو بالوں کے ساتھ مثلہ کرے اللہ کے نزدیک اس کا کچھ حصہ نہیں والعیاذ باللہ رب العالمین۔ یہ حدیث خاص مسئلہ مثلہ موئے کے بارے میں ہے۔ بالوں کا مثلہ یہی کلمات ائمہ سے جو مذکور ہوا۔ کہ عورت سر کے بال منڈا لے یا مرد داڑھی یا مرد خواہ عورت بھویں جیسا کہ اس کو کرتے ہیں۔ ہندو کفار۔

(فتاویٰ رضویہ جلد ۱۰ ص ۳۲ تا ۳۴ کتاب الحظر والاباحہ مطبوعہ ادارہ اخوان المسلمین نزد بیر مکی لاہور)

قارئین کرام! مذکورہ حوالہ میں جن کتب احادیث سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مثلہ کے بارے میں صراحۃً ارشاد ہے۔ اس میں مختلف وعیدات ہیں۔ اور طبرانی معجم الکبیر میں صاف صاف بالوں کا مثلہ مذکور ہے۔ اور بالوں کا مثلہ کرنے والے کے بارے میں صراحۃً فرمایا گیا۔ کہ ان کا دین میں کچھ بھی حصہ نہیں۔ بالوں کا مثلہ مرد اور عورت دونوں میں ہو سکتا ہے۔ لیکن اس کی نوعیت مختلف ہے۔ عورت کے بالوں کا مثلہ یہ کہ وہ اپنے سر کے بال کٹوائے منڈائے یا مردوں کی طرح رکھے۔ اور مرد کے بالوں کا مثلہ

سر کے بالوں سے تعلق نہیں رکھتا۔ یعنی سر کے بال منڈوانا چونکہ از روئے شرع جائز ہے۔ لہذا یہ مثلہ میں داخل نہیں۔ نہ ہی ایسا کرنے پر کوئی وعید اور ممانعت موجود ہے۔ بلکہ حج اور عمرہ کے اختتام پر حلق اور قصر دونوں کا ثبوت قرآن وحدیث میں موجود ہے۔ لیکن داڑھی کا مشت بھر رکھنا مطلوب ہے۔ اور اس کے لیے بہت سی احادیث موجود ہیں۔ اس کو مقررہ مقدار سے کم کرنا یا سرے سے منڈوانا مثلہ میں داخل ہے۔ داڑھی منڈوانا مثلہ ہے اس پر احناف کی کتب معتبرہ کے چند حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں۔

داڑھی منڈوانا مثلہ ہے۔ کتب فقہیہ احناف کے چند حوالہ جات

بدائع الصنائع:۔

وَلَا حَلْقَ عَلَى الْمَرْأَةِ لِمَا رُوِيَ عن ابن عباس رضی الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم أَنَّهُ قَالَ لَيْسَ عَلَى النِّسَاءِ حَلْقٌ وَإِنَّمَا عَلَيْهِنَّ تَقْصِيرٌ وَرَوَتْ عائشة رضي الله عنها ان النبي صلى الله عليه وسلم أَنَّهُ نَهَى الْمَرْأَةَ أَنْ تَحْلِقَ رَأْسَهَا وَلِأَنَّ الْحَلْقَ فِي النِّسَاءِ مُثْلَةٌ وَلِهٰذَا لَمْ تَفْعَلْ وَاحِدَةٌ مِنَ النِّسَاءِ رسول الله صلى الله عليه وسلم لكنها تُقَصِّرُ فَتَأْخُذُ مِنْ أَطْرَافِ شَعْرِهَا قَدْرَ أَنْمُلَةٍ لِمَا روي عن عمر رضي الله عنه أَنَّهُ سُئِلَ فَقِيلَ لَهُ كَمْ تُقَصِّرُ الْمَرْأَةُ فَقَالَ مِثْلَ هٰذِهِ وَأَشَارَ إِلَى أَنْمُلَةٍ وَلَيْسَ عَلَى الْحَاجِّ

إِذَا حَلَقَ أَنْ يَأْخُذَ مِنْ لِحْيَتِهِ شَيْئًا وَلِأَنَّ حَلْقَ اللِّحْيَةِ مِنْ بَابِ الْمُثْلَةِ لِأَنَّ اللهَ تَعَالَى زَيَّنَ الرِّجَالَ بِاللُّحَى وَالنِّسَاءَ بِالذَّوَائِبِ وَلِأَنَّ ذَالِكَ تَشَبُّهٌ بِالنَّصَارٰى فَيُكْرَهُ۔

(بدائع الصنائع جلد دوم ص ۱۴۱ فصل واما الحلق الخ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:-

عورت کے لیے سر کے بال منڈوانا نہیں۔ اس لیے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ عورتوں پر حلق نہیں۔ ان کے لیے صرف سر کے بال تھوڑے چھوٹے کرتے ہیں۔ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو سر منڈوانے سے منع فرمایا یہ اس لیے بھی کہ عورت کا حلق کرنا مثلہ ہے۔ اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں سے کسی ایک نے بھی حلق نہیں کرایا۔ ہاں عورت قصر کرے گی۔ جس کے لیے وہ بالوں کے کنارے سے پورے برابر بال کاٹ دے گی۔ اس کی دلیل وہ روایت ہے۔ جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی کہ آپ سے پوچھا گیا۔ کہ یہ عورت کس قدر بال چھوٹے کرائے آپ نے پورے کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے کہا۔ اتنے۔ اور حاجی کے لیے اس بات کی قطعاً اجازت نہیں۔ کہ جب وہ سر منڈوائے تو داڑھی بھی کچھ کاٹ ڈالے۔ اس لیے کہ داڑھی منڈوانا بھی مثلہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مردوں کو داڑھیوں کے ذریعہ اور عورتوں کو مینڈھیوں

کے ذریعہ خوبصورتی عطاء فرمائی۔ اور اس لیے بھی کہ داڑھی منڈوانا عیسائیوں کے مشابہت رکھتا ہے۔ جو انتہائی ناپسندیدہ ہے۔

تبیین الحقائق:۔

وَلَا تَحْلِقُ رَأْسَهَا وَلٰكِنْ تُقَصِّرُ لِمَا رُوِيَ عن ابن عباس رضی الله عنه قَالَ لَيْسَ عَلَى النِّسَاءِ الْحَلْقُ إِنَّمَا عَلَى النِّسَاءِ التَّقْصِيرُ رواه ابوداؤد وغیره لِأَنَّ حَلْقَ رَأْسِهَا مُثْلَةٌ كَحَلْقِ اللِّحْيَةِ فِي حَقِّ الرَّجُلِ:۔

(تبیین الحقائق جلد ۲ ص ۹۴ کتاب الحج مطبوعہ ملتان)

ترجمہ:۔

عورت اپنے سر کو نہ منڈوائے ہاں بال چھوٹے کرالے۔ اس لیے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ عورتوں کے لیے سر کے بال منڈوانا نہیں۔ ان کے لیے صرف بالوں کو چھوٹا کرانا ہے۔ اسے ابوداؤد وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ اور اس لیے بھی کہ عورت کا سر منڈوانا مثلہ ہے جیسا کہ مرد کے لیے داڑھی منڈوانا مثلہ ہے۔

بحر الرائق:

إِنَّمَا لَا تَحْلِقُ لِكَوْنِهِ مُثْلَةً كَحَلْقِ اللحية۔

(بحر الرائق جلد دوم ص ۲۵۵ فصل من لم یدخل مکه الخ۔)

ترجمہ:۔ عورت سر کے بال نہ منڈوائے کیونکہ ایسا کرنا مثلہ ہے

جیسا کہ مرد کا داڑھی منڈوانا مثلہ ہے۔

مرقات:۔

وَقِيْلَ حَرَامٌ لِاَنَّهُ مُثْلَةٌ......... وَهُوَ الْيَوْمَ شِعَارُ كَثِيْرٍ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ كَالْاَفْرَنْجِ وَالْهُنُوْدِ وَمَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ فِي الدِّيْنِ مِنْ طَائِفَةِ الْقَلَنْدَرِيَّةِ۔

(مرقات شرح مشکوٰۃ جلد ۲ ص ۴ باب السواک۔)

ترجمہ:۔ اور کہا گیا ہے۔ کہ داڑھی منڈانا حرام ہے۔ کیونکہ یہ مثلہ ہے۔ .... اور آجکل داڑھی منڈوانا بہت سے مشرکین جیسا کہ افرنگی اور ہندوان کی عادت ہے۔ اور ان لوگوں کی عادت ہے۔ جن کا دین میں کوئی حصہ نہیں۔ جو قلندریہ گروہ ہے۔

قارئین کرام! احادیث اور فقہاء کرام کے ارشادات سے معلوم ہوا۔ کہ داڑھی منڈوانا مثلہ ہے۔ داڑھی منڈوانے کا قیامت میں کچھ بھی نہیں؟ داڑھی منڈوانا اسی طرح مثلہ ہے جس طرح عورت کو اپنے سر کے بال منڈانا مثلہ ہے۔ مردوں کی زینت داڑھی اور عورتوں کی زینت مینڈھیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ زینت کو ضائع کرنا کس طرح جائز ہو سکتا ہے۔ ؟ امید ہے کہ مذکورہ حوالہ جات کی روشنی میں وہ لوگ اپنے نظریہ پر نظر ثانی کریں گے۔ جو داڑھی منڈوانے کو صرف اپنی مرضی پر منحصر کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم، آپ کے عمل، حضراتِ صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور تمام فقہاء و مجتہدین کے عمل پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

وجہ ششم

داڑھی منڈوانا خبیث کام ہے

قرآن کریم میں ہے۔

وَ لُوْطًا اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّ عِلْمًا وَّ نَجَّيْنٰهُ مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ تَّعْمَلُ الْخَبٰٓئِثَ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فٰسِقِيْنَ (الانبیاء، آیت نمبر ۷۴)

ترجمہ: ہم نے لوط کو حکم و علم عطا فرمایا۔ اور ہم نے اُسے اس بستی سے نجات دی جس کے رہنے والے خبیث کام کرتے تھے۔ وہ برے لوگ نافرمان تھے۔

آیت مذکورہ کی تفسیر کرتے ہوئے علامہ آلوسی فرماتے ہیں۔

تفسیر روح المعانی:

"وَ نَجَّيْنٰهُ مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ تَّعْمَلُ الْخَبٰٓئِثَ" قِيْلَ اَيِ اللِّوَاطَةَ وَالْجَمْعُ بِاِعْتِبَارِ تَعَدُّدِ الْمَوَارِدِ وَ قِيْلَ الْمُرَادُ الْاَعْمَالُ الْخَبِيْثَةُ مُطْلَقًا اِلَّا اَنَّ اَشْنَعَهَا اللِّوَاطَةُ فَقَدْ اَخْرَجَ اسحاق بن بشیر و الخطیب و ابن عساکر عن الحسن قال "قَالَ رسول الله صلی الله علیه و سلم عَشْرُ خِصَالٍ عَمِلَتْهَا قَوْمُ لُوْطٍ

بِهَا أَهْلَكُوْا إِتْيَانُ الرِّجَالِ بَعْضُهُمْ بَعْضًا..... وَقَصُّ اللِّحْيَةِ وَطُوْلُ الشَّوَارِبِ وَتَزِيْدُهَا أُمَّتِيْ بِخِلَّةٍ إِتْيَانِ النِّسَآءِ بَعْضُهُنَّ بَعْضًا۔

(۱۔ تفسیر روح المعانی جلد ۱۴ ص ۷۲ مطبوعہ مصر)

(۲۔ تفسیر در منثور جلد ۴ ص ۳۲۴ زیر آیت الموطا اتیناہ حکما و علما۔ بیروت)

ترجمہ:۔

"خبیث کام" کہا گیا کہ اس سے مراد لواطت ہے۔ اور وہ "خبائث" جمع کا صیغہ باعتبار تعدد موارد ہے۔ اور کہا گیا کہ ان کاموں سے مراد مطلقاً خبیث کام ہیں۔ مگر ان میں سے لواطت سب سے زیادہ برا کام ہے۔ اسحاق بن بشیر، خطیب اور ابن عساکر نے حسن سے روایت کیا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قوم لوط میں دس خصلتیں تھیں۔ جن کی بنا پر وہ ہلاک کئے گئے۔ ان میں سے ایک یہ خصلت تھی۔ کہ مرد باہم ایک دوسرے سے خواہش نفس پوری کرتے تھے۔ وقص اللحیہ وطول الشوارب داڑھی کٹواتے اور مونچھیں بڑھاتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ میری امت میں ان دس بدعملیوں کے ساتھ گیارہویں بدعملی یہ ہو گی۔ کہ عورت، عورت کے ساتھ بدفعلی کرے گی۔

قارئین کرام! مذکورہ حوالہ اگرچہ تفسیر روح المعانی سے نقل کیا گیا۔ لیکن تفسیر درمنثور میں بھی تقریباً یہی مضمون تحریر ہے۔ آیت مذکورہ کی تفسیر میں یہ بات سامنے آئی۔ کہ قوم لوط کی ہلاکت کی وجہ اعمال خبیثہ تھی۔ ان خبیث اعمال میں ایک عمل داڑھی منڈوانا بھی ہے اور مونچھیں لمبی رکھنا ہے۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ داڑھی منڈوانا اللہ تعالیٰ کے نزدیک

ایک خبیث عمل ہے۔ جس کی وجہ سے قوم لوط پر عذاب آیا۔ ان خبیث اعمال کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے قوم لوط کو "فاسق" کہا ہے۔ فاسق کسے کہتے ہیں؟ "خارج عن الطاعة غیر منقاد للوط علیہ السلام"، یعنی ایسا شخص جو طاعت سے روگردان ہوا۔ اور حضرت لوط علیہ السلام کے احکام وارشادات کو تسلیم نہ کرنے والا فاسق ہے۔ گویا نبی کی طاعت اور اتباع سے روگردانی کرنے والا فاسق ہے۔ مذکورہ تفسیری حوالہ سے دو اہم باتیں ثابت ہوتی ہیں۔ اول یہ کہ لواطت اور داڑھی منڈوانا دونوں خبیث عمل ہیں۔ اگرچہ لواطت کی خباثت زیادہ ہے۔ لیکن داڑھی منڈوانا خباثت سے ہرگز خالی نہیں۔ دوسری بات یہ کہ قوم لوط نے آپ کی مخالفت کی۔ یہ مخالفت مردوں سے بدفعلی اور داڑھی منڈوانے کی صورت میں وقوع پذیر ہوئی۔ ان خبیث اعمال کی وجہ سے قوم لوط "فاسق"، کہلائی۔ نتیجہ یہ نکلا۔ کہ لواطت کا مرتکب اور داڑھی منڈوانے والا جس طرح لوط علیہ السلام کا مخالف ہے۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی نافرمان ہے قوم لوط تو ہلاک کر دی گئی۔ لیکن ہماری قوم باوجود ان خبیث اعمال کے ارتکاب کرنے کے عذاب سے اس لیے بچی ہوئی ہے۔ کہ یہ امت اللہ تعالیٰ کے حبیب ومحبوب کی امت ہے۔ دنیا میں عذاب سے تو بچاؤ ہو گیا۔ لیکن آخرت کا عذاب دور نہیں ہو گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ قوم لوط کے دس خبیث اعمال کے علاوہ میری امت ایک گیارہواں عمل خبیث بھی کرے گی۔ گویا قوم لوط کے خبیث عمل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک بھی خبیث ہی ہیں۔ تو معلوم ہوا۔ کہ داڑھی منڈوانا جیسا کہ قوم لوط میں خبیث عمل تھا۔ اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا کوئی مرد یہ فعل کرتا ہے۔ تو یہ بھی خبیث ہی ہو گا۔ ایک مسلمان کب یہ گوارا کر سکتا ہے۔ کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طاعت اور اتباع کے ترک کرنے کی بنا پر "فاسقین"، کی صف میں شامل ہو۔ اور ایسا خبیث عمل کرے۔ جو عذاب کا سبب بنتا ہے۔ لہذا جب داڑھی منڈوانا

خبیث عمل ہے۔ لہٰذا اس کا ترک کرنا واجب ہے۔ تو پھر داڑھی رکھنا بہر حال ایسا طیب عمل ہو گا۔ جس کو رکھنے والا در اصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طاعت کرنے والا ہے۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

وجہِ ہفتم

سنّت کی مختلف حیثیات کے اعتبار سے

سنت کی اصطلاحی حیثیت:

شرعی دلائل کے اعتبار سے کسی کام کا ابتدائی شرعی درجہ یہ ہے۔ کہ اس کام کے کرنے کی ترغیب دی گئی ہو۔ اور اس کے عمل کو مستحسن سمجھا جائے۔ اس کے کرنے پر کسی نہ کسی طرح دباؤ موجود ہو۔ اور اس کے ترک پر ملامت کی جائے۔ ان تمام مفہومات کے لیے شریعت میں لفظ "سنت" وضع کیا گیا۔ اور مذکورہ حقائق سبھی کے سبھی لفظ "سنت" کے تحت آجاتے ہیں۔ لہٰذا "سنت" از روئے اصطلاح وہ فعل ہے۔ جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہو۔ وہ مستحسن ہوتا ہے۔ اور وہ اتباع کے لیے ہوتا ہے۔ نہ کہ منہ پھیرنے کے لیے "سنت" کے خلاف کا عقیدہ اور اس کا صاف صاف انکار یا تو کفر ہوتا ہے یا پھر فسق بہر حال ہوتا ہے۔ اور اگر کوئی عملی طور پر اس سے محروم ہوتا ہے۔ تو وہ شخص محروم الشفاعت اور خاسر و خاذل ہو گا۔ احادیث مقدسہ میں لفظ سنت" کا استعمال ملاحظہ ہو۔

۱۔ مَنْ حَفِظَ سُنَّتِیْ اَکْرَمَہُ اللّٰہُ۔

جو میری سنت کی حفاظت کرے گا۔ اس کی اللہ تعالیٰ عزت بڑھائے گا۔

۲۔ مَنْ اَحَبَّ سُنَّتِیْ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ۔

جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی۔

۳۔ عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ۔

تم پر میری سنت لازم ہے۔

۴۔ مَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَاِنَّہٗ لَیْسَ مِنِّیْ

جس نے میری سنت سے منہ موڑا وہ میرا نہیں ہے۔

بہر حال اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ "سنت" اصطلاحی حیثیت سے ایک ایسا عمل ہوتا ہے۔ جو ضروری العمل کہلاتا ہے۔ علاوہ ازیں داڑھی کو تمام انبیاء کرام نے بھی تسلیم کیا ہے۔ یہ بات داڑھی کے شرعی ثبوت اور اس کے رکھنے کے مطالبہ کے لیے اور اس کے ضروری العمل قرار دینے کے لیے کافی ہے۔

سنّت کی لفظی حیثیت:

"سنّت"، کا لغوی معنی طریقہ اور عادت ہے۔ داڑھی رکھنے کی عادت یا طریقہ پر ہم جب غور کرتے ہیں۔ تو نظر یہ آتا ہے۔ کہ تمام انبیاء کرام، صحابہ کرام، ائمہ مجتہدین فقہاء عظام اور تمام محدثین کا یہی طریقہ اور یہی عادت رہی ہے۔ کہ ان حضرات نے داڑھی رکھی نہ کہ منڈوائی یا کترائی۔ لہذا ان تمام حضرات کا طریقہ اور عادت داڑھی رکھنے کے ثبوت کے لیے کافی و وافی ہے۔ کہ یہ ضروری العمل ہے۔ علاوہ ازیں اگر سنت کو ضروری العمل قرار نہ دیا جائے۔ بلکہ صرف فرض و واجب ضروری العمل ہوں تو پھر بہت سے اعمال، عبادات، بیسیوں شعائر اسلام اور امتیازات اسلامی کی بنیادیں، دین میں منہدم ہو جائیں گی۔ کیونکہ جب ہم زندگی کے کسی شعبہ میں دیکھیں۔ تو فرائض و واجبات سے سنتوں کی تعداد ہمیں زیادہ نظر آتی ہے۔

خلاصہ یہ ہوا۔ کہ عادت و طریقہ اور رواج بھی داڑھی کو ضروری قرار دیتے ہیں۔

سنّت کی نوعی حیثیت:

سنّت کی نوعی حیثیت یہ ہے۔ کہ یہ فرائض اور واجبات کو مکمل اور تمام کرتی ہے قواعد شرعیہ کے اعتبار سے سنت دراصل فرائض و واجبات کی تکمیل و تتمیم کا وسیلہ و سبب ہوتی ہے۔ کیونکہ سنتیں درحقیقت فرائض و واجبات کی حدود و اطراف ہوتی ہیں۔ اور اگر کسی محدود کی حدود کا لحاظ و تحفظ نہ کیا جائے۔ تو محدود خود محفوظ نہیں رہتا۔ اور اس میں کمال نہیں آتا۔ اس ضابطہ کو سامنے رکھتے ہوئے جب داڑھی کی ہم بات کرتے ہیں۔ تو صاف صاف نظر آتا ہے۔ کہ جس شخص نے داڑھی کی سنت کو ترک کیا۔ اس نے بہت سے واجبات شرعی کو نامکمل کر دیا۔ مثلاً اسلامی وقار و ہیبت، تہذیب اسلامی، مسلمانہ جمال، مرد اور عورت کے مابین امتیاز، مرد اور مخنث کے درمیان امتیاز اور چہروں کا اخروی نور سب ختم ہو جائیں گے۔ جب ان واجبات کی تکمیل و تعمیل ضروری ہے۔ تو اُن کا حصول داڑھی کے بغیر مشکل بلکہ ناممکن ہو جاتا ہے۔ لہٰذا ان واجبات و ضروریات کے حصول کا جو سبب بنے گا۔ وہ بھی ضروری العمل ہی ہو گا۔

قارئین کرام! معلوم ہوا۔ کہ سنت کی کوئی بھی حیثیت (تینوں حیثیتوں میں سے) بھی لی جائے۔ داڑھی رکھنا ہر حیثیت سے ضروری العمل بنتا ہے شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی نے داڑھی کی نوعی حیثیت کے ضمن میں ایک حدیث کو تحریر فرمایا ہے۔ آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

تفسیر عزیزی:

مَنْ تَهَاوَنَ بِالْآدَابِ عُوْقِبَ بِحِرْمَانِ السُّنَّةِ وَمَنْ تَهَاوَنَ بِالسُّنَّةِ عُوْقِبَ

بِحِرْمَانِ الْوَاجِبَاتِ وَمَنْ تَهَاوَنَ بِالْوَاجِبَاتِ عُوْقِبَ بِحِرْمَانِ الْفَرَائِضِ وَمَنْ تَهَاوَنَ بِالْفَرَائِضِ عُوْقِبَ بِحِرْمَانِ الْمَعْرِفَةِ اَوْ كَمَا قَالَ۔

ترجمہ:۔ جس نے مستحبات میں بھی سستی کی۔ اسے سنت سے محرومی کی سزا ملے گی۔ اور جس نے سنت میں سستی کی۔ اسے واجبات سے محرومی کی سزا ملے گی۔ اور جس نے واجبات میں سستی کی۔ اسے فرائض سے محرومی کی سزا ملے گی۔ یا جیسے آپ نے فرمایا۔

معلوم ہوا کہ سنت دراصل واجبات کی تکمیل کا ذریعہ و سبب ہے۔ لہٰذا سنت اگرچہ فرض یا واجب کے مرتبہ کی چیز نہیں ہے۔ لیکن ان کا موقوف علیہ ضرور بنتی ہے۔ جب موقوف ضروری العمل ہو۔ تو اس کا موقوف علیہ بھی ضروری العمل ہوگا۔ از روئے عقیدہ اگرچہ سنت کی اہمیت فرض و واجب کے برابر نہیں۔ لیکن از روئے عمل ان سے کم نہیں ہے۔ اسی لیے صحاح ستہ میں وارد ہے۔ "خبردار" ہر ایک بادشاہ کی ایک مخصوص چراگاہ ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی چراگاہ اس کے محرمات ہیں۔ لوگوں کو ان سے روکا گیا ہے۔ جو شخص محرمات کی اس چراگاہ کے قریب جائے گا۔ وہ کسی وقت اس چراگاہ میں داخل بھی ہو جائے گا۔" لہٰذا محرمات سے بچنے کے لیے ان کے قریب جانے سے بھی احتراز لازمی ہے۔ اسی طرح داڑھی منڈوانے یا کترانے کے قریب بھی نہیں جانا چاہیئے۔ ورنہ قوم لوط کی طرح ہلاکت کا سامنا کرنا پڑے گا۔

وجہِ ہشتم

اصول فقہ کے قواعد کے اعتبار سے

کسی عمل کے اثبات کے دو طریقہ متعارف ہیں ایک مثبت اور دوسرا منفی طریقہ گزشتہ اوراق میں ہم نے داڑھی کے ضروری العمل ہونے کے لیے اثباتی دلائل کا ذکر کیا ہے۔ اب کچھ منفی دلائل پیشِ خدمت ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

نورالانوار:

عِنْدَنَا الْاَمْرُ بِالشَّیْءِ یَقْتَضِیْ کَرَاهَةَ ضِدِّهٖ وَ النَّهْیُ عَنِ الشَّیْءِ یَقْتَضِیْ اَنْ یَکُوْنَ ضِدُّهٗ فِیْ مَعْنٰی سُنَّةٍ وَّ اجِبَةٍ وَ ذَالِكَ لِاَنَّ الشَّیْءَ فِیْ نَفْسِهٖ لَا یَدُلُّ عَلٰی ضِدِّهٖ وَ اِنَّمَا یَلْزَمُ الْحُکْمُ فِیْ ضِدِّهٖ ضَرُوْرَةَ الْاِمْتِثَالِ وَ تَکْفِی الدَّرَجَةُ الْاَدْنٰی فِیْ ذَالِكَ وَ هِیَ الْکَرَاهَةُ فِی الْاَوَّلِ لِاَنَّهَا دُوْنَ التَّحْرِیْمِ وَالسُّنَّةُ الْوَاجِبَةُ فِی الثَّانِیْ لِاَنَّهَا دُوْنَ الْفَرْضِ۔

(نورالانوار ص ۱۶۴ بحث الوجوہ الفاسدۃ مطبوعہ کلام کمپنی کراچی)

ترجمہ:- ہمارے نزدیک کسی کام کا امر یہ تقاضا کرتا ہے کہ اس کام کی ضد مکروہ ہو۔ اور کسی کام سے نہی اس کا تقاضا کرتی ہے کہ اس کی ضد سنت واجبہ ہو۔ یہ اس لیے کہ کوئی شئی (کام) اپنی ذات کے

اعتبار سے اپنی ضد پر دلالت نہیں کرتا۔ہاں اس کی ضد میں حکم اس طرح ضرورت کے طور پر آتا ہے۔کہ اس کام کو چونکہ کرکے یا نہ کرکے دکھانا ہوتا ہے۔ اس لیے اس میں کم از کم درجہ کافی ہوگا۔ اور یہ کم از کم درجہ پہلی یعنی امر کی صورت میں کراہیت ہوگی۔ کیونکہ کراہیت بہرحال تحریم سے کم ہی ہے۔ اور دوسری یعنی نہی کی صورت میں کم از کم سنت واجبہ ہوگی۔ کیونکہ یہ بہرحال فرض سے کم ہی ہے۔

توضیح:۔

احناف کے نزدیک امر اور نہی خود اپنی ذات کے اعتبار سے مامور بہ اور منہی عنہ کے طلب و عدم طلب کا تقاضا کرتے ہیں۔ لیکن یہ اپنی ضد کے متعلق صراحتہً حرام یا واجب ہونے پر دلالت نہیں کرتے۔ لیکن اتنی بات ضرور ہے۔کہ جب کسی کام کرنے کو لازم و واجب کر دیا جائے۔ تو اس کا کرنا اسی صورت میں متحقق ہوگا کہ اس کی ضد کو چھوڑا جائے۔ جب تک اس کی ضد کو ترک نہ کیا جائے گا۔ مامور بہ ادا نہیں ہوسکے گا۔ اس لیے امر کی ادائیگی کی صورت میں اس کی ضد کم از کم مکروہ تو ہونی چاہیئے اسی طرح کسی کام سے رکنا بھی اس وقت تک متحقق نہیں ہوسکتا۔ جب تک اس کی ضد میں مصروف نہ ہوا جائے۔ اس لیے نہی کی ضد کم از کم سنت واجبہ ہوگی۔ اس قانون کا فائدہ کیا ہوگا؟ وہ بھی ملاحظہ فرمائیے۔

نور الانوار:

وَفَائِدَةُ هٰذَا الْأَصْلِ اَنَّ التَّحْرِيْمَ لَمَّا لَمْ يَكُنْ مَقْصُوْدًا بِالْأَمْرِ لَمْ يُعْتَبَرْ إِلَّا مِنْ حَيْثُ يَفُوْتُ الْأَمْرُ فَإِذَا لَمْ يُفَوِّتْهُ كَانَ مَكْرُوْهًا كَالْأَمْرِ بِالْقِيَامِ يَعْنِيْ إِلَى الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ

بَعْدَ فَرَاغِ الْأُوْلٰى وَالثَّالِثَةِ بَعْدَ فَرَاغِ التَّشَهُّدِ لَيْسَ بِنَهْيٍ عَنِ الْقُعُوْدِ فَصْلًا حَتّٰى إِذَا قَعَدَ ثُمَّ قَامَ لَا تَفْسُدُ صَلٰوتُهٗ بِنَفْسِ الْقُعُوْدِ وَلٰكِنَّهٗ يُكْرَهُ لِأَنَّ نَفْسَ الْقُعُوْدِ وَهُوَ قُعُوْدٌ مِقْدَارَ تَسْبِيْحَةٍ لَا يُفَوِّتُ الْقِيَامَ فَيُكْرَهُ وَإِنْ كَانَ كَثِيْرًا بِحَيْثُ ذَهَبَ أَوَانُ الْقِيَامِ تَفْسُدُ الصَّلٰوةُ۔

(نورالانوار ص ۱۶۸ بحث الوجوہ الفاسدہ۔)

ترجمہ:۔

اس اصل کا فائدہ یہ ہے۔ کہ جب امر سے مقصود تحریم نہیں ہے۔ تو اس تحریم کا اعتبار صرف اسی صورت میں کیا جائے گا۔ جب امر فوت ہو جائے۔ اور اگر امر فوت نہ ہونے پائے۔ تو پھر مکروہ ہو گا جیسا کہ دوسری رکعت کے لیے کھڑا ہونا پہلی رکعت سے فارغ ہونے کے بعد اور دوسری رکعت سے فارغ ہونے کے بعد تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہونا تشہد کے بعد یہ بیٹھنے سے قصداً نہی نہیں ہے۔ حتیٰ کہ اگر کوئی بیٹھ گیا۔ پھر فوراً کھڑا ہو گیا۔ تو نفس قعود سے نماز فاسد نہ ہو گی۔ کیونکہ نفس قعود جو ایک تسبیح کی مقدار برابر ہو اس سے قیام فوت نہیں ہوتا۔ اور اگر کوئی شخص اس سے زیادہ دیر بیٹھا رہا۔ اتنا کہ قیام کا وقت نکل گیا۔ تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

اس سے معلوم ہوا۔ کہ کسی کام کا حکم دینا اس کام کے ضد کی کراہت کا تقاضا اس وقت کرتا ہے۔ جب اس ضد میں مشغولیت سے امر پر عمل چھوٹ نہ جائے۔ اور

اگر ضد میں معروفیت سے خود امر پر عمل جاتا رہا۔ تو یہ معروفیت حرام ہو گی۔ اس مقصود کو ملا جیون صاحب نور الانوار نے یوں فرمایا ہے۔

نور الانوار:

"وَهٰذَا اِذَا لَمْ يَلْزَمْ مِنَ الْاِشْتِغَالِ بِالضِّدِّ تَفْوِيْتُ الْمَامُوْرِ بِهٖ فَاِنْ اُلْزِمَ مِنْهُ ذٰالِكَ يَكُوْنُ حَرَامًا بِالْاِتِّفَاقِ"

(نور الانوار ص ۱۶۸ بحث الوجوہ الفاسدہ)

ترجمہ:۔ یعنی مکروہ تحریمی اس وقت ہو گا۔ جب ضد میں مشغولیت سے مامور بہ کا فوت ہونا لازم ہو جائے۔ تو پھر ضد میں مشغولیت بالاتفاق حرام ہو گی اب اس قاعدہ کو داڑھی کے مسئلہ پر چسپاں کیا جائے۔ تو یوں کہیں گے کہ داڑھی رکھنا مامور بہ ہے۔ اور داڑھی منڈوانا یا کتروانا اس کی ضد ہے اب اگر ایک شخص داڑھی منڈوانا یا کترواتا ہے۔ تو کیا داڑھی رکھنے پر اس کا عمل باقی نظر آئے گا۔ نہیں نہیں بلکہ یہ مامور بہ بالکل ہاتھ سے جاتا رہے گا۔ لہذا داڑھی منڈوانا یا کتروانا بالاتفاق حرام ہوا۔

حسامی:

وَالْمُخْتَارُ عِنْدَنَا اَنَّ الْاَمْرَ بِالشَّيْءِ يَقْتَضِيْ كَرَاهِيَةَ ضِدِّهٖ لَا اَنْ يَّكُوْنَ مُوْجِبًا لَهٗ اَوْ دَلِيْلًا عَلَيْهِ لِاَنَّهٗ سَاقِطٌ عَنْ غَيْرِهٖ وَلٰكِنَّهٗ يَثْبُتُ بِهٖ حُرْمَةُ الضِّدِّ ضُرُوْرَةَ حُكْمِ الْاَمْرِ وَالثَّابِتُ بِهٰذَا الطَّرِيْقِ يَكُوْنُ ثَابِتًا بِطَرِيْقِ الْاِقْتِضَاءِ دُوْنَ الدَّلَالَةِ وَفَائِدَةُ هٰذَا الْاَصْلِ اَنَّ التَّحْرِيْمَ لَمَّا لَمْ يَكُنْ

مَقْصُوْدًا بِالْاَمْرِ لَمْ یُعْتَبَرْ اِلَّا مِنْ حَیْثُ اَنَّہٗ یُفَوِّتُ الْاَمْرَ فَاِذَا لَمْ یُفَوِّتْہُ کَانَ مَکْرُوْھًا۔

حسامی ص۵۳ فصل فی حکم الامر والنھی۔)

ترجمہ:۔

ہم احناف کے نزدیک مختار یہ ہے کہ امر بالشئی اپنی ضد میں کراہیت کا تقاضا کرتا ہے۔ یہ نہیں کہ امر بالشئی اپنی ضد میں کراہیت کا موجب اور اس پر دلیل بنتا ہے۔ کیونکہ امر بالشئی اپنے سوا کسی دوسری بات سے براہ راست تعلق نہیں رکھتا۔ لیکن امر بالشئی سے اس کی ضد میں کراہیت وحرمت ایک ضرورت کی وجہ سے ہے۔ وہ یہ کہ امر کے حکم پر عمل کرنا اس کے بغیر متصور نہیں ہو سکتا۔ اور جو حکم اس طریقہ سے ثابت ہوتا ہو اسے اقتضائی طریقہ سے ثابت ہونا کہا جاتا ہے۔ نہ کہ دلالت کے طریقہ سے ثابت ہونا کہیں گے۔ اس اصل کا فائدہ یہ ہے۔ کہ جب امر بالشئی سے اس کی ضد میں تحریم مقصود بالذات نہیں ہوتی۔ تو اس تحریم کا ہر وقت اعتبار نہیں ہوگا۔ بلکہ اس وقت ہوگا جب امر بالشئی فوت ہو جائے۔ اور اگر مامور بہ فوت نہ ہو تو اس کی ضد میں کراہیت ہوگی۔ (حرمت نہیں)

صاحب حسامی علامہ حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ نے بھی وہی بات فرمائی۔ جو ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی تھی۔ یعنی اگر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کسی کام کے کرنے کا حکم دیں۔ تو اس کام کی ضد کم از کم مکروہ تحریمی ضرور ہوگی۔ اور یہ امر کا تقاضا ہے۔ یوں نہیں کہ امر اپنے ضد کی کراہیت پر دلالت کرتا ہے۔ لیکن امر کی ضد میں کراہیت کا تقاضا اس وقت ہوگا۔ جب مامور بہ کے فوت ہونے کا خطرہ نہ ہو۔ اور اگر مامور بہ کی تفویت ہو تو پھر اس کی ضد حرام ہوگی۔ امر کا یہ مدلول نہیں بلکہ مقتضٰی ہے۔ اب داڑھی کے مسئلہ کو لیجئے

اس کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے "واعفوا اللحیٰ" اور اس جیسے دیگر صیغہ ہائے امر ارشاد فرمائے۔ بلکہ صیغہ ہائے امر کے علاوہ بھی اس کے لزوم کا ارشاد فرمایا اور آپ کا یہ امر دلائل و قرآن کے اعتبار سے وجوب کے لیے ہے۔ جس کی تفصیل ہم لکھ چکے ہیں۔ گویا داڑھی رکھنا ایک مشت بھر امور بہ ہوا۔ اس کا الٹ اور اس کی ضد داڑھی منڈوانا یا کتروانا ہے۔ اب کوئی شخص جب "واعفوا اللحیٰ" کی ضد میں مشغول ہو گا تو یقیناً یہ مامور بہ اس کا فوت ہو جائے گا۔ تو اس کی ضد میں مشغولیت حرام ہو جاتی ہے۔ لہذا داڑھی منڈوانا اور کتروانا حرام ہوا۔

مسلم الثبوت:

وُجُوْبُ الشَّيْءِ يَتَضَمَّنُ حُرْمَةَ ضِدِّهٖ وَقِيْلَ يَقْتَضِيْ كَرَاهِيَةَ ضِدِّهٖ وَقِيْلَ نَفْسُ النَّهْيِ عَنْ ضِدِّهٖ فَمِنْهُمْ مَنْ عَمَّمَ فِي أَمْرِ الْوُجُوْبِ وَالنَّدْبِ فَجَعَلَهَا نَهْيًا عَنِ الضِّدِّ تَحْرِيْمًا وَتَنْزِيْهًا........ لَنَا أَنَّ الْاِمْتِنَاعَ مِنَ الضِّدِّ مِنْ لَوَازِمِ وُجُوْبِ الْفِعْلِ وَاللَّوَازِمُ مَجْعُوْلَةٌ بِجَعْلِ الْمَلْزُوْمِ لَا بِجَعْلٍ جَدِيْدٍ وَإِلَّا لَزِمَ إِمْكَانُ الْاِنْفِكَاكِ۔

(مسلم الثبوت ص ۶۹ مع حاشیہ استاذی المکرم شیخ الحدیث مولانا غلام رسول صاحب مدظلہ العالی (فیصل آباد)

ترجمہ:۔ کسی چیز کا وجوب اس کی ضد کی حرمت کا تقاضا کرتا ہے۔ اور کہا گیا ہے۔ کہ وجوب الشئی اپنی ضد میں بعینہ نہی بنتا ہے۔ پھر بعض علماء اصول نے

امر میں تعمیم کا قول کیا ہے۔ خواہ وہ امر وجوب کے لیے ہو یا ندب کے لیے ہو۔ ان حضرات نے ان دونوں اقسام کے امر کو اپنی ضد میں بعینہ بنایا ہے۔ وجوب کی صورت میں ضد کی تحریم اور ندب کی صورت میں ضد میں کراہت تنزیہ ہوگی ...... ہم احناف کی دلیل یہ ہے۔ کہ ضد سے رُکا رہنا۔ وجوب فعل کے لوازم میں سے ہے۔ اور تمام لوازم، ملزوم کے بنائے جانے سے بنتے ہیں۔ انہیں کسی جدید بناوٹ کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ورنہ لازم و ملزوم میں انفکاک کا ممکن ہونا لازم آئے گا۔

توضیح:

صاحب مسلم الثبوت علامہ محب اللہ بہاری رحمۃ اللہ علیہ کی تفصیل کے مطابق "امر بالشئی" میں تین نقطۂ نظر ہیں۔

۱۔ احناف کا مسلک یہ ہے۔ کہ امر بالشئی اپنی ضد کی حرمت کو متضمن ہوتا ہے۔ اور یہ بطور لزوم ہے۔

۲۔ بعض کا قول ہے۔ کہ امر بالشئی اپنی ضد کی کراہیت تحریمہ کو متضمن ہوتا ہے۔ کیونکہ ملزوم کا مرتبہ مدلول سے کم ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ امر صراحتہً مامور بہ پر دلالت کرتا ہے۔ لیکن اپنی ضد پر التزاماً دلالت کرتا ہے۔ لہذا امر کی اپنے مدلول پر دلالت "مطابقی" ہے۔ اور اپنی ضد پر "التزامی" ہے۔ ان بعض نے کہا۔ کہ امر جو وجوب کے لیے ہو صرف اسی کا ہی اپنی ضد میں کوئی حکم لازم نہیں۔ بلکہ وہ امر جو ندب کے لیے بھی مستعمل ہو۔ دونوں اپنی اپنی ضد میں ایک ایک حکم کو لازم کرتے ہیں۔ وجوب کی ضد تحریم اور ندب کی ضد کراہت تنزیہ ہوگی۔ مسلم الثبوت کے اس مقام کی استاذی المکرم قبلہ شیخ الحدیث مدظلہ العالی نے یوں وضاحت فرمائی۔ کہ پہلا مسلک جو احناف کا مذکور ہوا۔ "ہو مذہب الجمہور ومختار المصنف" یہ جمہور کا مذہب اور مصنف علامہ جناب بہاری کا مختار ہے۔ دوسرا

مسلک فخر الاسلام قاضی باقلانی اور صدر الاسلام اور ان کے متبعین کا ہے۔ اور تیسرا مسلک شوافع اور معتزلہ کا ہے۔ مختصر یہ کہ امر بالشئی اپنی ضد کے لیے یا تو حرام یا مکروہ تحریمی بطور تضمن ہے۔ یا بنفسہٖ نہی اور حرمت ہو گی۔ ان مسالک مختلفہ کے پیش نظر داڑھی کا مسئلہ لیجئے۔ تو اس کا خلاصہ یہ ہو گا۔ کہ داڑھی کا بڑھانا بہر حال امر للوجوب ہے۔ اس کی ضد یعنی داڑھی منڈوانا یا کترواتا یا تو حرام ہے یا مکروہ تحریمی۔ اور شوافع کے نزدیک ایک زائد بات بھی معلوم ہوئی۔ وہ یہ کہ جہاں امر ندب کے لیے ہو۔ اس کی ضد میں کراہت تنزیہ ہو گی۔ یہ ایسی باتیں ہیں۔ جو داڑھی منڈوانے والے لوگوں کے حامی علماء کے باطلانہ اور فاسدانہ دلائل کے ردّ میں صحیح دلیل کا کام دیں گی۔ ہم نے یہ بحثیں قبل از وقت اس لیے لکھیں۔ تا کہ قارئین کرام معترضین کے اعتراضات واستدلالات کی حقیقت کو جلد سمجھ جائیں اور حقیقت واضح ہو جائے۔ کہ ان لوگوں کا اصل مقصد یہ ہے۔ کہ لوگوں کو سنت رسول ﷺ سے دُور رکھا جائے۔ اور نوجوان طبقہ کو آزادی کی ہوا دی جائے۔ اور جدید اجتہاد کے ذریعہ داڑھی منڈوانے اور کتروانے والوں کو منصب امامت سپرد کیا جائے۔

وجۂ نہم

داڑھی کا واجب العمل ہونا انبیاء علیہم السلام ونبی علیہ السلام کے دائمی عمل ہونے کی وجہ سے ہے

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے داڑھی رکھی۔ زندگی بھر کبھی بھی ایک آدھ مرتبہ بھی نہ منڈوائی اور نہ ہی مشت سے کم حد تک کٹوائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا فعل جو لگاتار ہو۔ کبھی ترک نہ کیا ہو وہ وجوب کی علامت ہوتا ہے۔ اور اگر لگاتار کیا ہو

لیکن کبھی کبھار ترک بھی فرمایا ہو۔ ایسا فعل سنت کہلاتا ہے۔ لگاتار عمل اور بغیر ترک کے داڑھی رکھنے کی وجہ سے داڑھی رکھنے کو واجب العمل کہیں گے۔ اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت فاضل بریلوی قدس اللہ سرہ فتاویٰ رضویہ جلد نمبر ۱ص ۲۳ کتاب الحظر والاباحت پر حدیث ۳ کے تحت لکھتے ہیں۔ "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت کریمہ یہ تھی۔ کہ کوئی عمل کیسا ہی مرغوب و پسندیدہ ہو۔ جب شرعاً لازم و ضروری نہ ہو۔ تو بیان جواز کے لیے گاہے ترک بھی فرما دیتے۔ یا قولاً خواہ تقریراً جواز ترک بتا دیتے اس لیے علماء کرام نے سنت کی تعریف میں "مع الترك احیانًا" اضافہ کیا یعنی جسے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اکثر کیا اور کبھی کبھی ترک بھی فرمایا ہو۔ لہٰذا محققین فرماتے ہیں۔ کہ ایسی مواظبت دائمہ ہمیشہ دلیل وجوب ہے۔ محقق علی الاطلاق فتح القدیر باب الاذان میں فرماتے ہیں۔ عَدَمُ التَّرْكِ مَرَّةً دَلِيْلُ الْوُجُوْبِ۔ نیز باب الاعتکاف میں فرمایا۔ هٰذِهِ الْمُوَاظَبَةُ الْمَقْرُوْنَةُ بِعَدَمِ التَّرْكِ مَرَّةً لَمَّا اقْتَرَنَتْ بِعَدَمِ الْاِنْكَارِ عَلٰی مَنْ لَّمْ يَفْعَلْهُ مِنَ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ كَانَتْ دَلِيْلَ السُّنَّةِ وَاِلَّا كَانَتْ دَلِيْلَ الْوُجُوْبِ"

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ نے مذکورہ قاعدہ کے اثبات پر فتح القدیر سے دو عدد حوالہ جات نقل کیے ہیں۔ ایک کا تعلق اذان کے ساتھ اور دوسرے کا تعلق رمضان شریف کے آخری عشرہ میں اعتکاف کے متعلق ہے۔ مقصود یہ ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی عمل کو لگاتار سرانجام دینا اگر ایسا ہے۔ کہ ایک مرتبہ بھی اس کا ترک نہ پایا گیا۔ تو آپ نے ایسا کر کے اس کام کے وجوب کو بیان فرمایا۔ اور اگر ایک آدھ مرتبہ ترک فرمایا۔ تو یہ سنت کا بیان ہوگا۔ اسی طرح اگر آپ نے لگاتار بغیر ترک کے کیا۔ لیکن صحابہ کرام نے اس فعل کے ترک پر انکار نہ کیا ہو۔ تو بھی یہ سنت ہونے کی دلیل ہو گی۔ داڑھی رکھنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لگاتار فعل ہے۔ اور ایک مرتبہ بھی ترک نہ پائی گئی۔ لہٰذا یہ وجوب کی دلیل ہوئی۔ اس لیے

داڑھی رکھنا (مشت بھر) واجب ہوا۔ اب فتح القدیر کی پوری عبارات ملاحظہ فرمائیں۔

فتح القدیر:۔

وَ قَدْ یُقَالُ التَّرْکُ مَرَّۃً دَلِیْلُ الْوُجُوْبِ فَیَنْبَغِیْ وُجُوْبُ الْاَذَانِ لِذَالِکَ۔ (فتح القدیر مع عنایہ جلد ۱ ص ۱۶۷ باب الزمان)

ترجمہ: کہا جاتا ہے۔ کہ ایک مرتبہ بھی ترک نہ کرنا وجوب کی دلیل ہوتا ہے لہذا اس بنا پر اذان واجب ہونی چاہیے۔

فتح القدیر:۔

اِنَّ النبی صلی اللہ علیہ و سلم کَانَ یَعْتَکِفُ الْعَشْرَۃَ الْاَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتّٰی تَوَفَّاہُ اللہ تَعَالٰی ثُمَّ اعْتَکَفَ اَزْوَاجُہٗ بَعْدَہٗ فَھٰذِہِ الْمُوَاظَبَۃُ الْمَقْرُوْنَۃُ بِعَدَمِ التَّرْکِ مَرَّۃً لَمَّا اقْتَرَنَتْ بِعَدَمِ الْاِنْکَارِ عَلٰی مَنْ لَمْ یَفْعَلْہُ مِنَ الصَّحَابَۃِ کَانَتْ دَلِیْلَ السُّنَّۃِ وَ اِلَّا کَانَتْ دَلِیْلَ الْوُجُوْبِ۔ (فتح القدیر بمع عنایہ جلد ۲ ص ۱۰۶ باب الاعتکاف مطبوعہ مصر)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان شریف کے آخری دس دنوں کا وصال شریف تک اعتکاف کرتے رہے۔ آپ کے بعد آپ کی ازواج مطہرات اعتکاف بیٹھتی رہیں۔ لہذا یہ لگاتار اعتکاف بیٹھنا جس میں ایک مرتبہ بھی ترک نہیں جب اس مواظبت کے ساتھ حضرات صحابہ کرام کا ایسے شخص سے انکار مروی نہیں ہے جو اعتکاف نہ کرے۔

کو وجوبِ اعتکاف کے سنت ہونے کی دلیل ہے۔ ورنہ یہ واجب ہوتا۔

وجۂ دہم

داڑھی رکھنا مامور من اللہ اور نہ رکھنا مردود من الرسول ہے

تاریخ خمیس:

(تاریخ خمیس کی عبارت کا خلاصہ نقل کیا جارہا ہے۔) منتقی، سیرت ابن ہشام وغیرہ کتب معتبرہ میں موجود ہے۔ کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت اسلام کے لیے فرامین بنام سلاطینِ جہاں نافذ فرمائے۔ قیصر ملک روم نے تصدیقِ نبوت کی مگر بجہت دنیا اسلام نہ لایا۔ بادشاہ مصر نے آپکے رقعہ کی کمال تعظیم کی۔ اور ہدایا بارگاہِ رسالت حاضر کیے۔ رنگِ ایران خسرو پرویز نے آپ کے فرمان اقدس کو چاک کر دیا۔ متوقش جس کا لقب باذان ہے۔ صوبہ یمن کے گورنر کو لکھا۔ کہ دو مضبوط قسم کے آدمی بھیج کر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے پاس پیش کرو۔ تو باذان نے تعمیل حکم کرتے ہوئے اپنے داروغہ بابویہ نامی اور ایک فارسی خرخسرہ نامی کو مدینہ منورہ روانہ کیا۔ تو جب یہ دونوں آدمی رسول اللہ کے پاس حاضر ہوئے۔ کانا قَدْ حَلَقَا لِحَاهُمَا وَ اَعْفَيَا شَارِبَهُمَا حَتّٰى فَارَتْ شِفَاهُمَا فَكَرِهَ النَّظَرَ اِلَيْهِمَا وَ قَالَ وَيْلَكُمَا مَنْ اَمَرَكُمَا بِهٰذَا؟ قَالَ اَمَرَنَا بِهَا رَبُّنَا

يَعْنِيَانِ كِسْرٰى فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ و سلم لٰكِنَّ رَبِّيْ اَمَرَنِيْ بِإِعْفَاءِ لِحْيَتِيْ وَ قَصِّ الشَّارِبِ فِي الْمِشْكٰوةِ عَنْ زَيْدِ بن ارقم اَنَّ رسول اللہ علیہ و سلم قَالَ مَنْ لَّمْ يَأْخُذْ مِنْ شَارِبِهٖ فَلَيْسَ مِنَّا۔ رواہ احمد و الترمذی و النسائی و اورد الکرمانی من مناسکه عَظْمَ تَطْوِيْلِ الشَّارِبِ وَ عُقُوْبَتَهٗ قَالَ النبی صلی اللہ علیہ و سلم مَنْ طَوَّلَ شَارِبَهٗ عُوْقِبَ بِأَرْبَعَةِ اَشْيَاءَ لَا يَجِدُ شَفَاعَتِيْ لَا يَشْرَبُ مِنْ حَوْضِيْ وَ يُعَذَّبُ فِيْ قَبْرِهٖ يَبْعَثُ اللّٰهُ اِلَيْهِ الْمُنْكَرَ وَالنَّكِيْرَ فِيْ غَضَبٍ۔

(تاریخ خمیس جلد دوم ص ۳۵ کتاب النبی صلی اللہ علیہ و سلم الی الکسرٰی)

ترجمہ:۔

ان دونوں نے اپنی اپنی داڑھی مونڈی ہوئی تھی۔ اور مونچھیں کھلی چھوڑ رکھی تھیں۔ حتیٰ کہ مونچھوں نے ان کے ہونٹوں کو چھپا رکھا ہوا تھا۔ یہ دیکھ کر آپ نے انہیں دیکھنا پسند نہ فرمایا۔ اور فرمایا۔ تم دونوں کی خرابی! ایسا کرنے کا تمہیں کس نے حکم دیا؟ بولے کہ ہمیں ہمارے رب یعنی کسرٰی نے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لیکن میرے رب نے تو مجھے داڑھی چھوڑنے اور مونچھیں کاٹنے کا حکم دیا ہے۔ مشکوٰۃ شریف میں

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو اپنی مونچھیں نہ چھوٹی کرے وہ ہم سے نہیں۔ اسے امام احمد ترمذی اور نسائی نے ذکر کیا ہے۔ اور کرمانی نے مناسکِ حج میں بڑی مونچھوں والے اور اس کی عقوبت کے بارے میں روایت ذکر کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے مونچھیں لمبی رکھیں۔ اسے چار سزائیں ملیں گی۔

(۱) میری شفاعت سے محروم رہے گا۔

(۲) میرے حوض سے نہیں پیئے گا۔

(۳) قبر میں اسے عذاب دیا جائے گا۔

(۴) منکر نکیر نہایت غصہ میں اس کے پاس آئیں گے۔

(مزید لکھا) جب وہ دونوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کر رہے تھے۔ کیونکہ ان پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رعب چھایا ہوا تھا۔ جب وہ مجلس سے اٹھنے لگے۔ تو کہنے لگے۔ یا تو آپ خود ہمارے ساتھ چلیں یا پھر خط کا جواب دیں۔ آپ نے فرمایا چلے جاؤ۔ کل میرے پاس آنا۔ جب وہ دونوں آپ کی مجلس سے باہر نکلے۔ تو ان میں سے ایک بولا۔ کہ اگر میں تھوڑی دیر اور بیٹھا رہتا۔ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رعب کی وجہ سے مر جاتا۔ دوسرے نے بھی یہی کہا۔ پھر جب وہ دونوں دوسرے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے۔

قَالَ اِنَّ رَبِّیْ قَدْ قَتَلَ اللَّیْلَۃَ رَبَّکُمَا بَعْدَ مَا مَضٰی مِنَ اللَّیْلِ سَبْعَ سَاعَاتٍ سَلَّطَ عَلَیْہِ اِبْنَہٗ شِیْرُوْیَا حَتّٰی بَقَرَ بَطْنَہٗ وَکَانَتْ تِلْکَ اللَّیْلَۃُ

اَلثَّلَاثَۃِ الْعَاشِرَۃِ مِنْ جُمَادَی الْاُوْلٰی مِنَ السَّنَۃِ السَّابِعَۃِ عَنِ الْھِجْرِیَۃِ۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ میرے رب نے تمہارے رب کو آج رات قتل کر دیا ہے۔ جبکہ رات کی سات ساعتیں گزر چکی تھی۔ اس کا بیٹا اس پر مسلط کر دیا گیا جس کا نام شیرویا ہے۔ اس نے اس کا پیٹ چاک کر دیا۔ یہ رات ۷ھ جمادی الاولیٰ کی دسویں رات تھی۔ دن منگل تھا۔ پھر آپ نے فرمایا۔ تم دونوں جاؤ اور اپنے گورنر باذان کو میری بات بتاؤ۔ انہوں نے جب بات بتائی۔ تو باذان نے تصدیق کر دی۔ اور اسے سچا تسلیم کر لیا گیا۔

قارئین کرام! تاریخ خمیس کے اس حوالہ سے چند امور ثابت ہوئے۔

۱۔ داڑھی منڈوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پسندیدہ نظر سے نہ دیکھا۔

۲۔ داڑھی مونڈنے کا حکم ان دونوں پہلوانوں کو اِن کے بادشاہ نے دیا تھا۔

۳۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ میرے رب نے مجھے داڑھی بڑھانے اور مونچھیں پست کرنے کا حکم دیا ہے۔

۴۔ داڑھی منڈوانے اور مونچھیں لمبی رکھنے والا ہم میں سے نہیں۔

۵۔ ایسا شخص شفاعت سے محروم، حوض کوثر سے محروم اور قبر میں عذاب کا مستحق ہو گا۔

۶۔ منکر نکیر نہایت غضب کی حالت میں اسے ملیں گے۔

ان امور کو بار بار پڑھیں۔ اور داڑھی منڈوانے کے بارے میں خود فیصلہ کریں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ایسے آدمی کی کیا حیثیت و مقام ہے۔ اتنی سخت وعیدات کیا سنت و مستحب کے ترک پر دی جاتی ہیں؟ لہٰذا ثابت ہوا۔ کہ داڑھی رکھنا ضروری العمل ہے۔ واجب ہے۔ اسے مستحب و مباح کہنے والے غلطی پر

ہیں۔ اور احکامِ شرعیہ کی مخالفت کر رہے ہیں۔

فَاعْتَبِرُوْا يٰۤاُولِي الْاَبْصَارِ

وجہ نمبر (۱۱)

داڑھی رکھنے والے سے محبت صحابہ رضی اللہ عنہم

اور بچیہ کا چننے والا مردود الشہادت ہے

احیاء العلوم:

(امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے داڑھی میں دس عدد مکروہات کا ذکر فرمایا ہے۔ جن میں سے پانچواں یہ ذکر فرمایا۔) جو آدمی داڑھی کی بچیہ چنتا ہے یعنی نیچے والے ہونٹ کے بالوں کا حصہ جو داڑھی کے اوپر ہوتا ہے اس کی شہادت کو حضرت عمر بن عبد العزیز اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما نے ردّ فرمایا۔ احیاء العلوم کے الفاظ یہ ہیں۔

نَتْفُ الْفَنِيْكَيْنِ بِدْعَةٌ وَهُمَا جَانِبَا الْعَنْفَقَةِ شَهِدَ عِنْدَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ رَجُلٌ كَانَ يَنْتِفُ فَنِيْكَيْهِ فَرَدَّ شَهَادَتَهُ وَرَدَّ عُمَرُ بْنُ خَطَّابٍ رضی اللہ عنہ۔ یعنی داڑھی کی بچیہ کی اطراف چننا بدعت ہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک مرد نے

گواہی دی۔ جس نے بچیہ چُنی ہوئی تھی۔ آپ نے اس کی گواہی رد کردی۔ اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بھی ایسے آدمی کی گواہی رد کردی۔ اسی طرح مدینہ کے قاضی جناب ابن ابی لیلیٰ نے ایسے آدمی کی گواہی رد کردی تھی۔ اور جب کسی شخص کی جوانی کے دوران داڑھی کے بال اُگنے شروع ہوں۔ اُن کو اس غرض سے چُننے۔ کہ وہ بے داڑھی شخص کے مشابہ ہو جائے۔ تو یہ بہت بڑا منکر کام ہے۔ داڑھی مردوں کی زینت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم کھانے والے فرشتے یُوں قسم کھاتے ہیں۔ "اس ذات کی قسم جس نے مردوں کو داڑھی سے زینت بخشی" داڑھی مرد کی تخلیق کا ایک حصّہ ہے۔ اور اس سے مرد، عورتوں سے ممتاز ہوتے ہیں۔ بعض غریب تاویلات میں یُوں آیا ہے۔ "یزید فی الخلق" سے مُراد داڑھی ہے۔ یعنی جس مرد کو اللہ تعالیٰ داڑھی عطا کرتا ہے۔ گویا اس کی تخلیق میں ایک اور چیز کا اضافہ کر دیتا ہے۔ اخنس بن قیس کے اصحاب کہتے ہیں۔ (اخنس بن قیس کھودا تھا) انہوں نے کہا۔ ہماری خواہش یہ ہے۔ کہ اگر ہمیں ستر ہزار روپے میں بھی داڑھی ملتی۔ تو ہم اخنس کے لیے خرید لیتے۔ قاضی شریح کی قدرۃً داڑھی نہ تھی۔ انہوں نے افسوس کرتے کہا۔ کاش مجھے دس ہزار روپے کے عوض داڑھی مل جاتی۔ داڑھی بُری چیز کیسے ہو سکتی ہے؟ اس میں تو مرد کی عزت ہے۔ اور لوگ ایسے شخص کو محبت و احترام سے دیکھتے ہیں۔ داڑھی، علم کی آنکھ و وقارِ مجلس کی رفعت و بلندی اور لوگوں کی توجہ کا مرکز ہوتی ہے۔ اور داڑھی والے کو جماعت پر مقدم سمجھا جاتا ہے۔ اور داڑھی ہی ہے جو گالی بکنے

والے کو اس سے روکتی ہے۔ حضرت کعب بن مالک فرماتے ہیں۔
آخر زمانہ میں ایسے لوگ آئیں گے۔ جو داڑھیاں ایسے کاٹیں گے۔
جس طرح کبوتر کی دم ہوتی ہے۔ ایسے لوگوں کا اسلام میں کوئی حصہ
نہیں۔ (احیاء العلوم جلد ۱ ص ۱۲۹ فصل فی اللحیۃ عشر خصال
مکروھۃ)

نوٹ: داڑھی کے ضروری العمل ہونے پر اگرچہ اور بھی بہت سے دلائل
راقم الحروف کی نظر میں ہیں۔ مگر طوالت کے خوف سے انہیں ترک کیا جارہا ہے۔
اصل مقصود یہی تھا۔ کہ داڑھی کے وجوب اور ضروری ہونے کو ثابت کیا جائے۔ اس پر
گیارہ عدد دلائل تحریر کیے گئے۔ جب داڑھی رکھنے کا وجوب ثابت ہو چکا۔ تو
اب اس کی مقدار کی طرف ہم آتے ہیں۔ یعنی داڑھی رکھنی واجب ہے۔ لیکن اس کی
مقدار کیا ہے؟ یعنی ایک مٹھی بھر لمبی رکھنا ضروری ہے۔ اور اس سے زائد بڑھی ہوئی
داڑھی کا کاٹنا کیسا ہے؟ اولیٰ ہے۔ سنت ہے۔ واجب ہے۔ اس میں اختلاف
ہے۔ سب سے پہلے داڑھی کے ایک قبضہ برابر رکھنے کے دلائل ملاحظہ فرمائیں۔

قبضہ برابر داڑھی رکھنے کے وجوب اور اس سے زائد کے کاٹنے کے مسنون ہونے پر چند دلائل

دلیل اوّل

قبضہ برابر داڑھی رکھنے کا ثبوت نبی علیہ السلام کے قول اور صحابہؓ کے عمل سے

فتح القدیر:-

عن ابن عمر رضی اللہ عنہما انّہٗ کان یقبض علی لحیتہٖ ثُمّ یقصّ ما تحت القبضۃ رواہ ابو داود و النسائی فی کتاب الصوم عن علی بن حسین بن شفیق عن الحسن بن واقد عن الحسن بن سالم المقنع قال رأیت ابن عمرؓ

رضی اللہ عنہما يَقْبِضُ عَلٰى لِحْيَتِهٖ فَيَقْطَعُ مَا
زَادَ عَلَى الْكَفِّ وَقَالَ كَانَ النَّبِيّ صلی اللہ علیہ
وسلم اذ اِفْحَطَ قَالَ ذَهَبَ الظَّمَاءُ وَابْتَلَّتِ
الْعُرُوْقُ وَ ثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْشَاءَ اللّٰهُ ذكر البخاری
تَعْلِيْقًا وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رضی اللہ عنہ اذا
حَجَّ اَوِ اعْتَمَرَ قَبَضَ عَلٰى لِحْيَتِهٖ فَمَا فَضَلَ
اَخَذَهٗ وَقد روی عن ابی ھریرہ رضی اللہ عنہ
اَيْضًا بِسند ابن ابی شیبہ عنہ حدثنا ابو
اسامۃ عن شعبہ عن عمر بن ایوب من ولد
جریر عن ابی ذرعہ قَالَ كَانَ ابو ھریرۃ
رضی اللہ عنہ يَقْبِضُ عَلٰى لِحْيَتِهٖ فَيَاْخُذُ
مَا فَضَلَ عَنِ الْقُبْضَةِ............ عن النبی
صلی اللہ علیہ وسلم يَحْمِلُ الْاِخْفٰى عَلٰى اِعْفَاهَا
مِنْ اَنْ يَاْخُذَ غَالِبَهَا اَوْ كُلَّهَا كَمَا هُوَ فِعْلُ
الْمَجُوْسِ الْاَعَاجِمِ مِنْ حَلْقِ لِحَاهُمْ كَمَا يُشَاهَدُ
فِي الْهُنُوْدِ وَبَعْضِ اَجْنَاسِ الْفَرَنْجِ فَيَقَعُ بِذٰلِكَ
الْجَمْعُ بَيْنَ الرِّوَايَاتِ وَيُؤَيِّدُ اِرَادَةَ هٰذَا
مَا فِي الْمُسْلِمِ عَنْ ابی ھریرۃ رضی اللہ عن النبی
صلی اللہ علیہ وسلم جُزُّوا الشَّوَارِبَ وَاعْفُوا
اللِّحٰى خَالِفُوا الْمَجُوْسَ فَهٰذِهِ الْجُمْلَةُ وَاقِعَةٌ
مَوْقِعَ التَّعْلِيْلِ وَ اَمَّا الْاَخْذُ مِنْهَا وَهِيَ دُوْنَ

ذَالِكَ كَمَا يَفْعَلُهُ بَعْضُ الْمَغَارِبِ وَالْخُنْثَةِ الرِّجَالِ لَمْ يُبِحْهُ اَحَدٌ۔

(فتح القدیر جلد دوم ص ۷۷ کتاب الصوم ولابأس بالسواک الرطب الخ مطبوعہ مصر مع عنایۃ)

ترجمہ:۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ اپنی داڑھی کو قبضہ (مٹھی) میں لیتے۔ اور جو بال قبضہ کے نیچے ہوتے اُن کو کاٹ دیتے ابو داؤد اور نسائی نے کتاب الصوم میں علی بن حسین بن شقیق عن الحسن بن واقد عن مروان بن سالم المقنع سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا انہوں نے اپنی داڑھی کو قبضہ میں لیا۔ پھر جو اس سے بال بچ گئے انہیں کاٹ دیا۔ اور فرمایا۔ کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم روزہ افطار کرتے تو فرماتے پیاس دُور ہو گئی۔ رگیں تر ہو گئیں اور اجر و ثواب ثابت ہو گیا۔ انشاء اللہ۔ امام بخاری نے تعلیقاً روایت کیا۔ کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، جب حج یا عمرہ کرتے تو آپ اپنی داڑھی قبضہ میں لیتے پھر جو بال بچ جاتے وہ کاٹ ڈالتے۔ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے جسے ابن ابی شیبہ نے ذکر کیا ہے۔ ہمیں ابو اسامہ نے شعبہ سے وہ عمر بن ایوب سے جو جریر کی اولاد میں سے ہیں۔ وہ ابو زرعہ سے اور وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ وہ اپنی داڑھی قبضہ میں لیتے اور جو قبضہ سے بال بچ جاتے وہ کاٹ ڈالتے .... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو "اِعْفُوا اللِّحٰی" فرمایا۔ اس سے

مراد یہ ہے۔ کہ داڑھی کا اکثر حصہ یا تمام نہ کاٹا جائے۔ جیسا کہ عجمی مجوس کی عادت ہے۔ کہ وہ اپنی داڑھیاں منڈواتے ہیں۔ جیسا کہ ہندوؤں میں دیکھا جاتا ہے۔ اور بعض فرنگی بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔ تو اس مفہوم کو لیں گے۔ تبھی روایات میں تطبیق ہو گی۔ اس ارادے و مفہوم کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے۔ جو امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

آپ نے فرمایا۔ مونچھوں کو پست کرو اور داڑھیوں کو چھوڑ دو۔ اور مجوس کی مخالفت کرو۔ آپ کا یہ جملہ (مجوس کی مخالفت کرو) تعلیل کی جگہ واقع ہوا ہے۔ اور داڑھی کا ایک قبضہ سے کم ہوتے ہوئے کاٹنا یا منڈوانا۔ جیسا کہ بعض انگریز کرتے ہیں اور ہیجڑے کرتے ہیں یہ کسی نے بھی مباح نہیں قرار دیا۔

قارئین کرام! داڑھی ایک قبضہ سے زائد ہونے کی صورت میں زائد کو کاٹ دینا۔ حضرت ابن عمر اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے صراحتہً ثابت ہے امام ترمذی نے ایسی ہی روایت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ذکر فرمائی۔ وہ اگرچہ ضعیف ہے۔ مگر صحابہ کرام کے عمل نے اسے قوی کر دیا۔

فتح القدیر کی عبارت سے چند امور معلوم ہوتے

۱۔ قبضہ سے زائد داڑھی صحابہ کرام نے کاٹ دی۔

۲۔ قبضہ سے کم کو کاٹنا ہندوؤں، مجوس اور فرنگیوں کا عمل ہے۔

۳۔ قبضہ سے کم کی صورت میں کاٹنے کو امت میں کسی نے بھی جائز نہیں کہا۔

ان امور ثلاثہ کے پیش نظر بات یہی سامنے نظر آتی ہے۔ کہ قبضہ برابر داڑھی رکھنا واجب ہے۔ اس سے کم کرنا یا بالکل منڈوانا حرام ہے۔ کیونکہ ایسا کرنا مثلہ ہے۔ تشبہ بالنساء ہے۔ تشبہ بالہنود والیہود والمجوس ہے۔ اور یہ تشبہ بھی حرام ہے۔ اگر داڑھی قبضہ سے بڑھ جائے۔ تو بڑھے ہوئے بالوں کو کاٹنے کے بارے میں چند اقوال ہیں بعض کے نزدیک مستحب، بعض کے نزدیک سنت اور بعض کے نزدیک واجب ہے۔
بہر حال جن کتب میں داڑھی قبضہ برابر رکھنے کو لفظ "سنّت" سے تحریر کیا گیا۔ وہاں سنت سے مراد "ثابت بالسنۃ" ہے۔ اور حدیث سے ثابت ہونے والے اعمال صرف اصطلاحی سنتیں ہی نہیں۔ بلکہ فرض و واجب کو بھی شامل ہیں۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ دوسری مراد (سنت سے) یہ ہے۔ کہ قبضہ سے زائد داڑھی کے بال حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کاٹ دیئے تھے۔ اس لیے قبضہ سے زائد کا کاٹنا سنت ہوا۔ اور آپ کے اس عمل کا یہ معنیٰ نہیں۔ کہ قبضہ برابر داڑھی رکھنا سنت زائدہ ہے۔ کسی کی مرضی کہ وہ رکھ لے اور مرضی ہو نہ رکھے۔ نہ رکھنے پر کوئی گناہ و وعید نہیں ہے۔ بلکہ مقصد یہ ہے کہ قبضہ برابر داڑھی رکھنا واجب ہے۔ اور اگر قبضہ سے بڑھ جائے۔ تو زائد کو کاٹنا سنت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم ہے۔ اس کی مزید وضاحت عنقریب آرہی ہے۔ جہاں مخالفین کے سوالات اور ان کے جوابات مذکور ہوں گے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

دلیل دوم

قبضہ برابر داڑھی کا ثبوت انبیائے سابقین کے لیے قرآن میں موجود ہے

آیت:

يَا ابْنَ أُمَّ لَا تَأْخُذْ بِلِحْيَتِي وَلَا بِرَأْسِي إِنِّي خَشِيتُ أَنْ تَقُولَ فَرَّقْتَ الآية۔ پارہ ۱۶ سورہ طٰہٰ آیت نمبر ۹۴۔

ترجمہ:- ہارون علیہ السلام نے کہا۔ میری ماں جائے! میری داڑھی اور نہ ہی میرے سر کے بال پکڑو۔ مجھے خطرہ لگتا ہے۔ کہ آپ یہ فرمائیں گے کہ تو نے بنی اسرائیل کے درمیان تفرقہ ڈال دیا ہے۔ اور میری بات کا انتظار نہ کیا۔

توضیح:

آیت بالا میں مذکور واقعہ کی کچھ تفصیل یوں ہے۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور پر احکام الٰہیہ سننے تشریف لے گئے۔ اور قوم میں حضرت ہارون کو چھوڑ گئے۔ لیکن سامری نامی شخص نے قوم سے زیورات منگوا کر ان کا بچھڑا بنایا۔ اور جبرئیل ع علیہ السلام کے گھوڑے کے سُموں سے لگی مٹی اس بے جان بچھڑے کے منہ میں ڈالی۔ تو وہ آواز دینے لگا۔ جس پر سامری نے کہا۔ لوگو! موسیٰ علیہ السلام اور تم سب کا

خدا یہ ہے۔ جب موسیٰ علیہ السلام واپس تشریف لائے۔ تو قوم کو گمراہ دیکھا پھر ہارون علیہ السلام کو داڑھی اور سر کے بالوں سے پکڑا۔ اور غصہ میں فرمانے لگے۔ میرے بعد تم نے قوم کو سمجھایا نہیں۔ بہر حال حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارونؑ کی داڑھی کو ہاتھ میں لیا۔ اس سے بتانا یہ ہے۔ کہ حضرت ہارون علیہ السلام کی داڑھی اگر قبضہ برابر نہ ہوتی۔ تو اس کو پکڑنے کا مفہوم نہ نکل سکتا۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ انبیاء سابقین کی داڑھی بھی قبضہ برابر تھی۔

دلیل سوم

حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک بھی قبضہ برابر تھی

فتح القدیر:۔

وَلَا يَفْعَلُ لِتَطْوِيْلِ اللِّحْيَةِ إِذَا كَانَ بِقَدْرِ الْمَسْنُوْنِ وَهُوَ الْقُبْضَةُ۔ جب داڑھی بقدر مسنون یعنی قبضہ برابر ہو جائے۔ تو اسے مزید لمبا کرنے میں نہ پڑے۔ (ہدایہ کی اس عبارت کی تشریح میں ابن ہمام صاحب فتح القدیر لکھتے ہیں۔) وَهُوَ اَيِ الْقَدْرُ الْمَسْنُوْنُ فِي اللِّحْيَةِ الْقُبْضَةُ بِضَمِّ الْقَافِ قَالَ فِي النِّهَايَةِ وَمَا زَادَ عَلٰى ذٰلِكَ يَجِبُ قَطْعُهٗ هٰكَذَا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم اَنَّهٗ كَانَ يَاْخُذُ مِنْ لِحْيَتِهٖ مِنْ طُوْلِهَا وَعَرْضِهَا وَرَوَاهُ ابو

عیسیٰ یعنی الترمذی فی جامعہ رواہ من
عبد اللہ بن عمرو ابن العاص۔

(فتح القدیر جلد دوم ص ۷۷، باب ما یوجب القضاء)

ترجمہ:

داڑھی میں مسنون مقدار ایک قبضہ برابر ہے۔ لفظ قبضہ قاف کے ضمہ کے ساتھ ہے۔ النہایہ میں ہے۔ کہ داڑھی کے وہ بال جو قبضہ سے زائد ہوں، ان کا کاٹنا واجب ہے۔ ایسے ہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔ کہ آپ اپنی داڑھی شریف کی لمبائی اور چوڑائی سے زائد بال کاٹا کرتے تھے۔ یہ روایت حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے مروی ہے۔

قارئین کرام! معلوم ہوا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبضہ برابر داڑھی رکھی۔ اور کبھی بھی اس سے کم مقدار نہ کی۔ اور زائد مقدار کی صورت میں لمبائی اور چوڑائی سے کاٹ دیا کرتے تھے۔ صاحب النہایہ کے نزدیک قبضہ سے زائد داڑھی کے بالوں کا کاٹنا واجب ہے بہر حال زائد کا کاٹنا خواہ واجب ہو یا سنت یا مستحب لیکن یہ بات واضح ہے۔ کہ قبضہ تک داڑھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ رکھی۔ لہٰذا اس سے کم رکھنے یا بالکل منڈوانے کی باتیں کرنے والے اور اس پر ادھر ادھر کے دلائل دینے والے غور کریں۔ اور حقیقت حال کو سمجھنے کی کوشش کریں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

دلیل چہارم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وضوء کرتے وقت داڑھی شریف کا خلال کرنا

ترمذی شریف:

عَنْ حسان بن بلال قَالَ رَأَيْتُ عَمَّارَ بْنَ يَاسِرٍ تَوَضَّاءَ فَخَلَّلَ لِحْيَتَهٗ فَقِيْلَ لَهٗ أَوْ قَالَ فَقُلْتُ لَهٗ أَتُخَلِّلُ لِحْيَتَكَ قَالَ وَمَا يَمْنَعُنِيْ وَلَقَدْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُخَلِّلُ لِحْيَتَهٗ

عَنْ عثمان رضی اللہ عنہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم كَانَ يُخَلِّلُ لِحْيَتَهٗ قَالَ ابو عيسىٰ هٰذا حديث حسن صحيح۔

(ترمذی شریف جلد اول ص ۶ باب فی تخلیل اللحیۃ اردو بازار لاھور)

ترجمہ: حسان بن بلال کہتے ہیں۔ کہ میں نے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔ کہ انہوں نے داڑھی کا خلال کیا۔ ان سے پوچھا گیا۔ یا میں نے ان سے پوچھا۔ کہ تم داڑھی کا خلال کرتے ہو؟ وہ کہنے لگے۔ مجھے ایسا کرنے سے کون سی بات روکتی۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی

داڑھی شریف میں خلال کرتے دیکھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی داڑھی کا خلال فرمایا کرتے تھے۔ ابو عیسیٰ کہتا ہے۔ کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

ابن ماجہ شریف:

عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا توضأ عرک عارضیہ بعض العرک ثم شبک لحیتہ باصبعیہ من تحتہا۔

(ابن ماجہ شریف ص ۳۵ باب ماجاء فی تخلیل اللحیۃ مطبوعہ سٹلائٹ ٹاؤن سرگودھا۔)

ترجمہ:-

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب وضوء فرماتے۔ تو اپنے چہرہ انور کو ملتے۔ پھر اپنے ہاتھ کی انگلیوں کو داڑھی کے نچلے حصہ سے داخل کر کے خلال فرماتے۔

ابن ماجہ شریف:

عن عمار بن یاسر قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخلل لحیتہ.........

عن عثمان ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم توضأ فخلل لحیتہ۔

(ابن ماجہ شریف ص ۳۴ باب ماجاء فی تخلیل اللحیۃ)

ترجمہ:

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی داڑھی میں خلال کرتے دیکھا......... حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وضوء کیا۔ تو آپ نے اپنی داڑھی میں خلال کیا۔

ابو داؤد شریف:

عن انس بن مالك ان رسول الله صلی الله علیه وسلم كان اِذَا تَوَضَّأَ اَخَذَ كَفًّا مِنْ مَآءٍ فَادْخَلَهٗ تَحْتَ حَنَكِهٖ فَخَلَّلَ بِهٖ لِحْيَتَهٗ

(ابو داؤد شریف جلد اول ص ۹ باب تخليل اللحية)

ترجمہ:

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب وضوء فرماتے تو اپنے ہاتھ پر پانی لے کر ٹھوڑی کے نیچے اسے داخل کر کے داڑھی کا خلال فرماتے۔

قارئین کرام! داڑھی کا خلال اس وقت ہوتا ہے۔ جب وہ بڑی یعنی قبضہ برابر ہو۔ اگر خشخاشی رکھی ہو۔ تو اس کے خلال کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔ اور اگر بالکل صاف ہو۔ تو خلال کس کا کیا جائے گا۔ لہذا خلال کرنے کے لیے داڑھی اتنی ہونی ضروری ہے۔ جس میں انگلیاں داخل کر کے خلال کیا جا سکے۔ ان احادیث کی تائید دیگر ایسی احادیث سے بھی ہوتی ہے۔ جن میں مذکور ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی داڑھی شریف کا کنگھا کیا کرتے تھے۔ کنگھا کرنے کے لیے بھی داڑھی کا لمبا ہونا ضروری ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی شریف

کا قبضہ برابر ہونا احادیث سے ہم ذکر چکے ہیں۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ قبضہ برابر داڑھی رکھنا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا لگاتار عمل تھا۔ جس میں ایک مرتبہ بھی خلاف منقول نہیں ہے۔ حضرات صحابہ کرام جو چشم دید گواہ تھے۔ انہوں نے بھی اس عمل کو معمول بنایا۔ اس میں نہ مجتہد صحابہ کرام نے اجتہاد کیا۔ اور نہ ہی اس کے خلاف عمل پیرا ہوئے۔ اس لیے اب بھی ہر امتی مرد کو قبضہ برابر داڑھی رکھنا واجب ہے

دلیل پنجم

حضرات انبیاء کرام کی دس سنتوں میں ہمیں اقتداء کا حکم دیا گیا۔

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ۔ آپ انبیاء علیہم السلام کی ہدایت کی اقتداء کریں۔ اس کی وضاحت ملاحظہ فرمائیں۔

مجمع بحار الانوار:

دس چیزیں فطرت سے ہیں۔ یعنی انبیاء کرام کی سنتیں ہیں یعنی انبیاء کرام کی اقتداء کا ہمیں حکم دیا گیا وہ سنت قدیمہ کہ جن کو انبیاء کرام علیہم السلام نے اختیار کیا۔ اور تمام شریعتوں نے ان پر عمل کیا۔ گویا یہ ایسے امور ہیں جو فطرت سلیمہ میں داخل ہیں۔ (مجمع بحار الانوار ج ۴ ص ۱۵۵ لفظ فطر)

نووی شرح المسلم:

قَالُوْا مَعْنَاہُ اَنَّھَا مِنْ سُنَنِ اَنْبِیَاءِ علیہم السلام۔

(نووی شرح المسلم جلد اوّل ص ۱۲۸ مطبوعہ نور محمد کراچی)

ترجمہ:۔

علماء نے فرمایا۔ کہ اس کا معنیٰ یہ ہے۔ کہ مذکورہ دس چیزیں حضرات انبیاء علیہم السلام کی سنتیں ہیں۔

ان دس سنتوں میں سے ایک سنت داڑھی رکھنا بھی ہے۔ داڑھی رکھنا تمام انبیاء کرام کی دائمی سنت ہے۔ اور ان حضرات کی داڑھیاں قبضہ سے کم نہ تھیں۔ اب قرآن کریم کا مذکورہ حکم اور داڑھی کو ملا کر دیکھیں۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ۔ وہ لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی ان کی ہدایت کی اقتداء کیجئے۔ تو صاف صاف ظاہر ہے کہ داڑھی رکھنا حضرات انبیاء کرام کی چونکہ مشترکہ سنت تھی۔ اور ان کی اس سنت کی اقتداء کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا۔ اور آپ نے قبضہ برابر داڑھی رکھ کر ان کی اقتداء مکمل فرمائی۔ لہٰذا داڑھی قبضہ برابر رکھنا تمام انبیاء کرام کی سنت مشترکہ ہونے کی وجہ سے ہر مسلمان کے لیے واجب العمل ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

دلیل ششم

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک آپ کے سینہ شریف پر پھیلی ہوئی تھی۔

شمائل ترمذی:

عن یزید الفارسی وکان یکتب المصاحف قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام زمن ابن عباس فقلت لابن عباس رضی اللہ عنہ انی رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ابن عباس کان یقول ان الشیطان لا یستطیع ان یتشبہ بی فمن رانی فی النوم فقد رانی هل تستطیع ان تنعت هذا الرجل الذی رأیت فی المنام قال نعم انعت لک رجلا بین الرجلین جسمہ و لحمہ اسمر الی البیاض اکحل العینین حسن الضحک جمیل دوائر الوجہ قد ملأت لحیتہ ما بین هذہ الی هذہ قد ملئت نحرہ قال عوف ولا ادری ما کان مع هذا النعت قال ابن عباس رضی اللہ عنہ لو رأیتہ فی الیقظۃ ما استطعت

اَنْ تَنْعَتَ فَوْقَ ھٰذَا۔

(شمائل ترمذی ص ۳۰ مطبوعہ امین کمپنی اردو بازار دھلی)

ترجمہ:۔ یزید بن فارسی سے روایت ہے۔ آپ قرآن کریم کی کتابت کیا کرتے تھے۔ فرماتے ہیں۔ کہ میں خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا۔ یہ زمانہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا تھا۔ پس میں نے حضرت ابن عباس سے کہا۔ کہ میں نے خواب میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے۔ اس پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے۔ کہ شیطان کو یہ طاقت نہیں دی گئی۔ کہ وہ میری شکل جیسی شکل بنا سکے۔ لہذا جس نے خواب میں مجھے دیکھا۔ اس نے یقیناً مجھے ہی دیکھا۔ پھر ابن عباس نے فرمایا۔ کہ خواب میں تم نے جو دیکھا ہے اس کا حلیہ بیان کر سکتے ہو؟ میں نے عرض کیا۔ ہاں میں آپ کو بتاتا ہوں۔ کہ آپ درمیانہ قدوقامت کے تھے۔ گندم گون سفیدی مائل رنگت آنکھیں سرمئی خوبصورت ہنسی والے گول چہرہ والے کہ ان کی داڑھی دائیں بائیں بھری ہوئی تھی۔ اور سینہ کو چھپائے ہوئے تھی۔ حضرت عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں آپ کے سینہ کی بات اور حلیہ مبارکہ کی باتیں بھول چکا تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اگر تم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بیداری میں دیکھتے تو بھی آپ کے حلیہ شریفہ کی اس سے زیادہ تعریف نہ کرتے۔

قارئین کرام! گزشتہ اوراق میں ہم نے داڑھی قبضہ برابر رکھنے کے

وجوب پر گیارہ عدد دلائل ذکر کیے۔ اور قبضہ سے زائد کو کاٹنا سنت ہے ثابت کیا۔ اگرچہ بعض حضرات قبضہ سے زائد کے کاٹنے کو واجب یا مستحب بھی کہتے ہیں۔ لیکن قبضہ سے کم کرنا خواہ کاٹ کر خواہ منڈوا کر دونوں حرام ہیں۔ ان دلائل کو تفصیل سے لکھنے کی اس لیے ضرورت محسوس ہوئی۔ کہ کچھ نام نہاد علماء وجود نیاداروں کو خوش کرنے کے رسیا ہیں۔ وہ بڑے زور شور سے یہ کہتے اور لکھ رہے ہیں۔ کہ داڑھی قبضہ برابر رکھنا اچھا عمل ہے۔ لیکن کترواتا یا منڈوانا صرف مکروہ تنزیہی ہے۔ جس پر کوئی گناہ نہیں۔ اس لیے کوئی اگر منڈواتا ہے یا کترواتا ہے۔ تو اس کو ملامت کرنا درست نہیں۔ کیونکہ اس نے کوئی گناہ نہیں کیا۔ ایسے علماء دراصل آزاد منش لوگوں کو خوش کرنے کے لیے اِدھر اُدھر کی دلیلیں گھڑتے اور بیان کرتے ہیں اور عوام تو چاہتے ہی یہی ہیں۔ کہ اپنے اس عمل کے جواز کے لیے کسی عالم دین کا حوالہ پیش کر کے کہیں۔ کہ فلاں عالم صاحب نے یہ لکھا ہے۔ تم کیوں ملامت کرتے ہو۔ وغیرہ وغیرہ۔ ایسی ہی تحقیق مودودی صاحب نے بھی کی۔ اُن کے پیروکار صرف خشخاسی داڑھی رکھنا عادت بنائے بیٹھے ہیں۔ کیونکہ اُن کو مودودی صاحب یہ راستہ دکھا گئے۔ اسی طرح ایک اور علامہ مولانا غلام رسول سعیدی صاحب نے بھی یہی وتیرہ اپنایا ہے۔ اور مسلم شریف کی شرح میں اس مسئلہ کو تفصیل سے لکھا۔ اور نبی پاک علیہ السلام کی اس پیاری سنت عظیمہ کی عظمت سے لوگوں کو محروم رکھنے کا راستہ ہموار کرنا چاہا۔ ہم نے سوچا۔ کہ عوام اور بعض واجبی علم رکھنے والے ایسی تحریرات سے متاثر ہو کر کہیں سنت پیغمبرانہ اور واجب العمل کام سے دُور نہ ہو جائیں۔ اور ترک سنت بلکہ ترک واجب سے گناہ گار نہ ہو جائیں۔ اس لیے ہم نے ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کی اصل عبارات نقل کرتے ہیں۔ پھر اُن میں اٹھائے گئے سوالات اور نام نہاد تحقیق کا ہم پوری طرح جائزہ لیتے ہیں۔ تاکہ احقاق حق اور ابطال باطل ہو جائے۔

داڑھی شریف کے بارے میں مودودی صاحب کے خیالات فاسدہ و باطلہ اور

ان کی تردید بلیغ

گو اس سے قبل داڑھی شریف کے بارے میں کافی تحقیق و تفصیل سپرد قلم ہو چکی ہے۔ جس میں داڑھی کے رکھنے کا وجوب اور ایک مشت سے کم کرنے یا منڈانے کی حرمت دلائل قاہرہ سے ثابت کی جا چکی ہے۔ ان ابحاث میں ہر صاحب عقل و خرد کو مودودی صاحب کے آگے ذکر ہونے والے خیالات کا فساد اور بطلان نظر آجائے گا۔ مزید دلائل کی ضرورت نہ تھی۔ لیکن مودودی صاحب کا انداز بیان کچھ اس طرح کا ہے۔ کہ جس سے اُن کے خیالات کو پڑھنے والا یہ سمجھنے لگتا ہے۔ کہ دین و شریعت میں داڑھی ایک معمولی عمل ہے۔ اور اس کی کوئی زیادہ اہمیت نہیں۔ یہ انداز تحریر متقدمین و متاخرین میں سے کسی سے نہیں مطابقت رکھتا لیکن بڑے بھولے بھالے انداز اور غلط منطقی رنگ میں اس مسئلہ کو متقدمین و متاخرین کے حوالے سے ذکر کرنے کی جسارت کی ہے۔ کہ یہ حضرات بھی داڑھی کو کوئی اہم دینی مسئلہ نہ سمجھتے تھے۔ لہذا ہمیں اس کی خبر لینی پڑی۔ چند عبارات نقل کرنے کے بعد اس کی توضیح و تشریح ہوگی۔ پھر جوابات پیش ہوں گے۔

☆

مودودی صاحب کی پہلی عبارت

داڑھی کی مقدار کا مسئلہ

رسائل و مسائل

سوال:

داڑھی کے مقدار کے عدم تعین پر جو ترجمان القرآن (رمضان، شوال ۶۲ھ ستمبر، اکتوبر ۱۹۴۳ء) میں جو کچھ لکھا گیا ہے۔ اس سے مجھے تشویش ہے۔ کیونکہ بڑے بڑے علماء کا متفقہ مسئلہ اس پر موجود ہے۔ کہ داڑھی ایک مشت بھر لمبی ہونی چاہیئے۔ اس سے کم داڑھی رکھنے والا فاسق ہے۔ آپ آخر کن دلائل کی بنا پر اس اجماعی فتوے کو رد کرتے ہیں۔

جواب:

یہ تو انہی علماء سے پوچھنا چاہیئے۔ کہ ان کے پاس مقدار کے تعین کے لیے کیا دلیل ہے۔؟ اور خصوصاً فسق کی وہ کیا تعریف کرتے ہیں جس کی بنا پر ان کی تعین کردہ مقدار سے کم داڑھی رکھنے والے پر فاسق کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ مجھے سخت افسوس ہے۔ کہ بڑے بڑے علماء خود حدود شرعیہ کو نہیں سمجھتے اور ایسے فتوے دیتے ہیں۔ کہ جو صریحاً حدود شرعیہ سے متجاوز ہیں۔ داڑھی کے متعلق شارع نے کوئی حد مقرر نہیں کی۔ علماء نے جو حد مقرر کرنے کی کوشش کی ہے۔ وہ بہرحال ایک استنباطی چیز ہے۔ اسماء الرجال اور سیر کی کتابوں میں تلاش کرنے سے مجھے بجز دو تین صحابیوں کے کسی کی داڑھی کی مقدار نہیں معلوم ہو سکی ہے۔ صحابہ

کے حالات پر صفحے کے صفحے لکھے گئے ہیں۔ مگر ان کے متعلق یہ نہیں لکھا گیا۔ کہ ان کی داڑھی کتنی تھی۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ کہ سلف میں یہ مقدار کا مسئلہ کتنا غیر اہم اور ناقابل توجہ تھا۔ (رسائل و مسائل حصہ اول ص ۱۵۱-۱۵۲)

مذکورہ عبارت کی توضیح

سائل نے ترجمان القرآن میں مودودی صاحب کے داڑھی کے بارے میں خیالات پر اعتراض کیا۔ اور وضاحت طلب کی۔ کہ جب تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے۔ کہ داڑھی مشت برابر رکھنا سنت ہے۔ اور اس سے کم رکھنے والا فاسق ہے۔ اس پر مودودی صاحب نے جواب لکھا۔ کہ داڑھی کی معین مقدار جن علماء نے لکھی۔ اور بیان کی ہے۔ اس کی دلیل اُن سے دریافت کرنی چاہیئے۔ اور یہ بھی کہ فسق کی ان کے ہاں کیا تعریف ہے؟ پھر خود ہی لکھ دیا۔ کہ بڑے بڑے علماء حدود شرعیہ نہ جاننے کی وجہ سے صراحۃً شرع شریف کے خلاف فتوے دے دیتے ہیں۔ لہذا اس مسئلہ میں بھی انہوں نے حدود شرعیہ کی مخالفت کی۔ اور استنباطی دلائل کے علاوہ ان کے پاس مقدار معین پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ گویا دلیل شرعی نہیں۔ یہ ان کی مخصوص اپنی ذاتی اجتہادی دلیل ہے۔

مودودی صاحب کی دوسری عبارت

رسائل و مسائل۔ داڑھی کے متعلق نبی علیہ السلام نے کوئی مقدار مقرر نہیں کی۔ صرف یہ ہدایت فرمائی ہے۔ کہ رکھی جائے۔ آپ اگر داڑھی رکھنے میں فاسقین کی وضعوں سے پرہیز کریں۔ اور اتنی داڑھی رکھ لیں۔ کہ جس پر عرف عام میں داڑھی رکھنے کا اطلاق

ہوتا ہو۔ جسے دیکھ کر کوئی شخص اس شبہ میں مبتلا نہ ہو۔ کہ شاید چند روز سے آپ نے داڑھی نہیں مونڈی ہے۔ خواہ اہل فقہ کی استنباطی شرائط پر وہ پوری اترے یا نہ۔ (رسائل و مسائل ص ۱۴۷، اسلامک پبلیکیشنز لاہور)

مذکورہ عبارت کی توضیح :-

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے داڑھی رکھنے کی مقدار مقرر نہیں۔ لہذا صرف اس قدر رکھ لینی چاہیئے۔ کہ لوگ اسے دیکھ کر داڑھی والا کہیں۔ اگرچہ وہ فقہ والوں کے شرائط پر پوری نہ بھی اترتی ہو۔

مودودی صاحب کی تیسری عبارت

رسائل و مسائل۔ میرے نزدیک کسی کی داڑھی چھوٹی یا بڑی ہونے سے کوئی خاص فرق واضح نہیں ہوتا۔ ان اعمال کی زیادہ فکر کرنی چاہیئے۔ جن پر خدا کی میزان میں آدمی کے ہلکے یا بھاری ہونے کا مدار ہے۔ کیونکہ ایسے اعمال ہلکے رہ گئے۔ تو بال برابر وزن رکھنے والی چیزوں کی کمی بیشی سے میزان الہٰی میں کوئی فرق واقع ہونے کی توقع نہیں ہے۔ (رسائل و مسائل حصہ اول ص ۱۵۳)

مذکورہ عبارت کی توضیح :-

مودودی صاحب کے نزدیک داڑھی کا چھوٹا یا بڑا ہونا کوئی وقعت نہیں رکھتا۔ اور نہ ہی اس کا میزان عمل سے کوئی تعلق ہے۔ جیسا کہ پچھلی عبارت سے بھی ثابت کیا گیا۔ کہ حضرات صحابہ کرام کے ہاں یہ کوئی اہمیت والا کام نہ تھا۔ اس کے رکھنے یا نہ رکھنے سے میزان عمل میں کوئی فرق نہیں ہوگا۔ اگر ہم سابقہ تین عدد عبارات کو سامنے رکھیں۔ اور ان میں ذکر کیے گئے امور کو بطور اختصار لکھیں۔ تو یوں کہہ سکتے ہیں۔ کہ

۱۔ داڑھی صرف اس قدر رکھنی چاہیئے۔ کہ جسے عام لوگ داڑھی رکھنا کہیں۔ اور خاسقوں کی وضع کی زد سے بچ جائیں۔

۲۔ مقدار معین (مشت برابر) کے لیے کوئی دلیل شرعی نہیں۔ اس لیے مشت سے کم رکھنے والے کو فاسق کہنے والے حدود شرعیہ کے صراحتہً مخالف ہیں۔

۳۔ اسماء الرجال اور کتب سیرت میں صرف دو تین صحابہ کرام کی داڑھی کا ذکر ملتا ہے۔ جس سے اس کا غیر اہم ہونا معلوم ہوتا ہے۔ اور کل میزان الٰہی میں اس کے رکھنے یا نہ رکھنے سے وزن میں کوئی کمی بیشی نہ ہوگی۔ (۴) داڑھی ان اعمال سے ہے کہ جن کی بال برابر قیمت ہے۔ اس خلاصہ کے بعد مذکورہ تین امور کا ہم اب تفصیل سے جواب اور رد رقم کرتے ہیں۔ بالترتیب جوابات ملاحظہ ہو۔

امرِ اول کا جواب :۔

مودودی صاحب نے بیانگ دہل لکھا۔ کہ داڑھی کی مقدار معین و مقرر خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمائی۔ بلکہ آپ نے صرف داڑھی رکھنے کی ہدایت فرمائی ہے۔ لہٰذا آپ کے ارشاد پر عمل کرنے کا طریقہ یہی ہے۔ کہ منہ پر چنے برابر بال اُگے دکھائی دیں۔ تاکہ دیکھنے والا اسے داڑھی والا کہہ سکے۔ اور منڈوانے والوں میں اس کا شمار نہ ہو۔ بس اس قدر سے شارع کا منشاء پورا ہو جاتا ہے۔

قارئین کرام! یہ مودودی صاحب کا خود ساختہ نظریہ اور لچر خیال ہے۔ گزشتہ اوراق میں آپ اس بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول و فعل اور حضرات صحابہ کرام کا عمل ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ اور چند سطور آگے بھی ملاحظہ فرمائیں گے تو آپ یقیناً اس نتیجہ پر پہنچنے میں دشواری محسوس نہیں کریں گے۔ کہ مودودی صاحب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و عمل اور صحابہ کرام کی تعلیمات و اسوہ کا قطعاً پاس و

خیال نہیں۔ ان سے اسے قطعاً محبت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے سینہ سے محبت رسول اور اطاعت اسوۂ حسنہ کا جذبہ سلب کر لیا ہے۔ سلف صالحین کی کتب اور ان کے حالات کے زندگی کا اگر آپ بغور مطالعہ فرمائیں گے۔ تو آپ اس نتیجہ پر بھی پہنچے بغیر نہ رہ سکیں گے۔ کہ مودودی صاحب کی رائے ان کے بالکل خلاف رائے ہے۔ اور اپنی عقل وفکر کو امور شرعیہ دینیہ میں اس قدر دخیل کیا۔ کہ پوری امت کی مخالفت مول لے لی۔ اور پھر کمال ڈھٹائی سے صحابہ کرام، تابعین و تبع تابعین ائمہ مجتہدین اور آج تک کے تمام علماء امت کو و"فقہی استنباط"، کا نام دے کر لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی کوشش کی۔ ایک طرف یہ اور دوسری طرف اپنی باطل رائے کو ترجیح دینے کے لیے بہت سے پاپڑ بیلے۔ اس باطل رائے سے جو نظریہ سامنے لایا گیا۔ وہ یہ کہ داڑھی جڑ سے نہ منڈوائی جائے۔ بلکہ چنے برابر گالوں اور ٹھوڑی پر سیاہ رنگ کے بال نظر آنے سے ہی منشاء شرعی پورا ہو جاتا ہے۔ اس نظریہ پر مودودی صاحب سے دریافت کیا جا سکتا ہے۔ کہ اگر شارع نے کوئی حد مقرر و معین نہیں فرمائی۔ تو یہ چنے کی مقدار کے برابر داڑھی رکھنے کی مقدار کہاں سے ثابت کی گئی۔ اور اس قدر داڑھی رکھنے سے شارع کی منشاء پر عمل کیونکر ہو گیا؟ شارع کا منشاء دو طرح سے پورا ہو سکتا ہے۔ ایک یہ کہ شارع نے اس کی صراحت فرما دی ہو۔ اور دوسرا طریقہ یہ کہ اس کا عمل اس بارے میں رہنمائی کرتا ہو۔ پہلی صورت کا تو خود مودودی صاحب نے صاف صاف انکار کر دیا۔ کہ اس بارے میں نبی علیہ السلام سے کوئی مقدار معین نہیں ملتی۔ لہٰذا اس طریقہ پر چل کر چنے برابر داڑھی رکھ کر شارع کی منشاء پورا ہو جانا اس کا اقرار سراسر جہالت ہے۔ اور بے وقوفی ہے۔ اب رہا دوسرا طریقہ کو قول شارع تو تمہیں نہ مل سکا۔ جس کی وجہ سے خود ہی شارع بن بیٹھے۔ اور چنے برابر داڑھی رکھنے کے مقرر ہو گئے۔ کیا فعل شارع بھی کسی سیرت کی کتاب یا احادیث میں نظر نہ آیا۔

کہ جس سے از روئے عمل منشاء شارع معلوم ہو جاتا۔ یا کوئی حدیث تقریری بھی تمہیں نظر آجاتی۔ جو اس مضمون کی مؤید ہوتی۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی صحابی کی قبضہ سے کم کٹی ہوئی داڑھی دیکھ کر اسے کچھ بھی نہ فرمایا۔ بلکہ خاموشی اختیار فرمائی۔ میں مودودی اور اس کی جماعت کے تمام دانشوروں کو چیلنج کرتا ہوں۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول فعل اور تقریر سے قبضہ سے کم داڑھی کٹانے کا ثبوت پیش کر دیں۔ اور منہ مانگا انعام حاصل کریں۔ لیکن قیامت تک یہ ناممکن ہے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ مودودی صاحب کے کلام مذکورہ کا مقصد صرف اور صرف یہ ہے۔ کہ اس کے پاس ایسے بہت سے دلائل ہیں۔ جن سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی کی مقدار اتنی ہی تھی۔ جتنی مودودی نے بیان کی۔ لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ مودودی صاحب نے ایسا گول مول اور حقائق سے کوسوں دور نظریہ صرف اس لیے اپنایا۔ تاکہ داڑھی منڈوانے اور کتروانے والوں کو اپنی اسلامی جماعت کے اسلام میں لانے کی راہ ہموار کریں۔ خواہ اس کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری سنت کو ترک ہی کرنا پڑے۔ جو ہر مومن کا زیور اور ایمان کا نور ہے۔ فیشن کے مارے اور مغربیت سے مرعوب نوجوانوں کو ایک نام نہاد مفکر اسلام اور قرآن کا ترجمان جب اس انداز سے اس سنت مبارکہ کو پیش کرے گا۔ تو وہ یہی کہیں گے۔ اور سمجھیں گے۔ کہ حقیقتِ اسلام صرف اور صرف ہمارے مودودی صاحب کو ہی معلوم ہوئی ہے۔ انہیں کہنے کی کیا ضرورت جبکہ خود مودودی صاحب سلف صالحین اور علمائے امت کو حقائق شرعیہ سے بے بصیرت ہونے کا الزام لگا چکے ہیں۔

بہر حال میں اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک اور حضرات صحابہ کرام کی داڑھی مبارک کے متعلق چند احادیث اور آثار پیش کرتا ہوں۔ ان احادیث و آثار کا ذکر پہلے بھی چونکہ ہو چکا ہے۔ اس لیے یہاں صرف ان کے اردو ترجمہ پر ہی اکتفاء

کیا جائے گا۔ اور جہاں وضاحت کی ضرورت پڑی تھوڑی سی وضاحت بھی ساتھ کر دی جائے گی۔ ان احادیث و آثار سے مودودی صاحب کے نظریہ (چھٹے کی مقدار داڑھی کا ہونا) اور اس کی حقیقت آپ پر عیاں ہو جائے گی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کا اپنی اپنی داڑھی کا خلال فرمانا

ترمذی شریف :۔

حسان بن حلال رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔ کہ انہوں نے داڑھی کا خلال کیا۔ ان سے میں نے دریافت کیا۔ یا ان سے کسی نے پوچھا۔ تم داڑھی کا خلال کرتے ہو؟ فرمانے لگے مجھے ایسا کرنے سے کون سی بات روک سکتی ہے میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی داڑھی شریف میں خلال کرتے دیکھا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی داڑھی شریف میں خلال کیا کرتے تھے۔ ابو عیسےٰ (امام ترمذی) کہتے ہیں۔ کہ یہ حدیث حسن اور صحیح ہے۔ (ترمذی شریف جلد اول ص۶ باب فی تخلیل اللحیۃ)

ابن ماجہ شریف :

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں۔ کہ جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرماتے۔ تو اپنی داڑھی کے دونوں اطراف کو کھولتے۔ پھر اپنے دست اقدس کی انگلیوں کو داڑھی کے نچلے حصہ میں داخل کر کے خلال فرماتے۔ (ابن ماجہ شریف جلد ۱ ص۳۵ باب ما جاء فی تخلیل اللحیۃ)

قارئین کرام! ان دو احادیث میں بار بار غور فرمائیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی داڑھی مبارک میں خلال فرماتے تھے۔ اب اس سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں، کہ خلال کرنے یعنی ہاتھ کی انگلیاں داڑھی کے بالوں میں ڈال کر خلال کرنے کے لیے داڑھی کے بالوں کی لمبائی اتنی ہو گی۔ جو مودودی صاحب نے مقرر کی ہے؟ کیا چنے برابر بالوں میں ہاتھ کی انگلیوں سے خلال کیا جانا کسی طرح سمجھ میں آتا ہے۔ داڑھی کے بالوں میں خلال کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ داڑھی کے بال گھنے تھے۔ اور دھوتے وقت تمام بال دھلنے میں نہیں آتے تھے۔ نیز خلال کرنے کے لیے داڑھی کے بالوں کو کھولنا یہ سب امور اس کی نشاندہی کرتے ہیں۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرام کی داڑھی ایک قبضہ یا چار انگشت کے برابر لمبی ہوتی تھی۔ احادیث مذکورہ سے ثابت ہوا۔ کہ

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی شریف قبضہ (چار انگل) سے کم نہ تھی۔

۲۔ داڑھی میں بوقت وضو خلال کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرام کی سنت ہے۔

اس سے دلالۃ النص کے بطور یہ بھی ثابت ہوا۔ کہ حضرات صحابہ کرام کی داڑھیاں بھی قبضہ برابر تھیں۔ تبھی تو وہ اس کا خلال کیا کرتے تھے۔ لیکن مودودی صاحب مُصر ہیں کہ صرف ایک دو صحابہ کرام کی داڑھی کا قبضہ برابر ہونا معلوم ہوتا ہے۔ اگر ایک دو حضرات کی ایسی تھیں تو دوسرے صحابہ کرام کے بارے میں پھر ان کے بقول۔ یہی ثابت ہوا۔ کہ ان کی داڑھیاں ایک مشت نہ تھیں۔ اور کتنی تھیں۔ اس کی خود مودودی صاحب تصریح فرماتے ہیں۔ کہ منشاء شریعت اس قدر سے پوری ہو جاتی ہے۔ کہ داڑھی چنے برابر ہو۔ حضرات صحابہ کرام چونکہ منشاء شریعت کو جانتے مانتے تھے۔ تو جب ان کی مشت برابر داڑھی کا ذکر نہیں۔ تو چنے برابر تو ہوں گی۔ یہ ہے خلاصہ

مودودی صاحب کے فکرونظر کا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی تعداد ایک لاکھ سے زائد تھی۔ ان میں سے اُن دو چار صحابہ کرام کو چھوڑ کر جن کی مشت بھر داڑھی کا خود مودودی صاحب کو بھی اقرار ہے۔ کسی اور صحابی کی داڑھی کی مقدار چنے برابر یا مشت سے کم رکھنے پر صحیح روایات اور معتبر حوالہ جات سے خود مودودی صاحب یا ان کے حواری ثابت کر دیں۔ تو فی حوالہ ایک ہزار روپیہ نقد انعام دوں گا۔ لیکن ایسا یہ لوگ نہ اب کر سکتے ہیں، نہ قیامت تک ان سے ہو گا۔ دیکھئے یہ بھی کیسے ہو سکتا ہے۔ کہ جب داڑھی شریف سنتِ انبیاء قرار پائی۔ اور فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ کے حکمِ الٰہی سے ان حضرات کی اقتداء کا پابند کیا گیا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس کی پابندی فرمائی۔ اور حضرات صحابہ کرام نے بھی اسے اپنا دینی شعار بنایا۔ حضرت ہارون علیہ السلام کی داڑھی کا قبضہ برابر ہونا خود قرآن کریم میں موجود ہے "لا تأخذ بلحیتی" میرے بھائی موسیٰ! میری داڑھی نہ پکڑو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت ہارون علیہ السلام کی داڑھی اتنی لمبی تھی کہ وہ ہاتھ سے پکڑی جا سکتی تھی۔ کیا چنے برابر داڑھی بھی ہاتھ سے پکڑی جا سکتی ہے تو صاف ظاہر کہ چنے برابر کی مقدار "مودودی شریعت" کا مسئلہ ہے۔ شریعت محمدیہ کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ اور نہ ہی انبیائے سابقین میں سے کسی کی داڑھی کی مقدار وہ تھی جو مودودی صاحب نے مقرر کی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک سینہ پر پھیلی ہوئی تھی

شمائل ترمذی:۔

یزید فارسی جو قرآن لکھا کرتے تھے۔ انہوں نے فرمایا۔ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ تو میں نے ابن عباس سے اس کا ذکر کیا۔ کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ ابن عباس فرمانے لگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا۔ اس نے مجھے ہی دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت نہیں بن سکتا۔ پھر ابن عباس نے پوچھا۔ خواب میں تم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو دیکھا۔ تو کیا آپ کا حلیہ بیان کر سکتے ہو؟ عرض کی ہاں۔ آپ کا حلیہ کچھ ایسا تھا۔ آپ درمیانہ قدو قامت والے تھے۔ گندم گوں سفیدی مائل رنگت۔ سرمگیں آنکھیں، خوبصورت تبسم والے، چہرہ گول اور داڑھی گھنی دائیں بائیں بھری ہوئی اور سینہ مبارکہ کو ڈھانپے ہوئے تھی۔ حضرت عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارکہ اور حلیہ کی بات بھول چکا تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ اگر تم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب کی جگہ بیداری میں دیکھنے کی سعادت پاتے۔ تو بھی یہی

تعریف کرتے۔

قارئین کرام!

اس واقعہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بھی اس امر کی تصدیق فرمار ہے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی شریف دائیں بائیں پھیلی اور سینہ مبارک کو ڈھانپے ہوئی تھی۔ اس کے ہوتے ہوئے، مودودی صاحب کا لکھنا کہ چنے یا جَو کے برابر داڑھی رکھنے سے منشاء شرعی پورا ہو جاتا ہے۔ اس میں کہاں تک صحت اور حقیقت ہے ؟ اور پھر غضب بر غضب یہ کہ ان روایات کو فقہی استنباط کا نام دیکر اپنا غلط موقف ثابت کرنے کی ناپاک جسارت کی۔

قارئین کرام ! یہ ایک حقیقت اظہر من الشمس ہے۔ کہ سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور سنت مبارکہ پر سب سے زیادہ کاربند حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تھے۔ انہی حضرات کے بارے میں ارشاد نبوی ہے ''میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں۔ تم میں سے جس نے بھی ان میں سے کسی کی اقتداء کی وہ ہدایت پا گیا۔،، اور یہ بھی واضح اور مسلّم امر ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین و ارشادات جس قدر حضرات صحابہ کرام نے سمجھے کسی دوسرے کی سمجھ وہاں تک رسائی نہیں کر سکتی۔ اس حقیقت کو پیش نظر رکھ کر میں حضرات صحابہ کرام کا اس بارے میں فعل نقل کرتا ہوں۔ ملاحظہ ہو۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا قبضہ برابر داڑھی رکھنا شارع کی منشاء کی وضاحت کرتا ہے

فتح الباری شرح البخاری:۔

حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ بن زید عن نافع عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النبیّ صلی اللہ علیہ و سلم قَالَ خَالِفُوْا الْمُشْرِكِيْنَ وَ وَفِّرُوا اللِّحىٰ وَاَحْفُوْا الشَّوَارِبَ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ اِذَا حَجَّ اَوِ اعْتَمَرَ قَبَضَ عَلٰى لِحْيَتِهٖ فَمَا فَضَلَ اَخَذَہٗ ۔

(فتح الباری شرح البخاری جلد ۱۰ ص ۲۸۸ باب تقلیم الاظفار)

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مشرکین کی مخالفت کرو۔ اور داڑھیوں کو لمبا کرو۔ اور مونچھیں پست رکھو۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب حج یا عمرہ ادا فرماتے۔ تو داڑھی شریف کی مٹھی بھرتے۔ جو مٹھی سے بچ جاتی اسے کاٹ دیتے تھے۔

قارئین کرام! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی "وَفِّرُوْا اللِّحىٰ" داڑھیوں کو پھیلاؤ۔ اور لمبا کرو۔ کے ہوتے ہوئے مودودی صاحب کا یہ کہنا مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے داڑھی کی مقدار معین کے بارے میں کوئی روایت

نظر نہ آئی۔ اور پھر خود ہی جَو یا چنے برابر کی مقدار مقرر کردی۔ اس کی حقیقت آپ کے سامنے آجانی چاہیئے۔ داڑھی کو پھیلانا یا لمبا کرنا، کیا چنے برابر رکھنے سے یہ دونوں باتیں معمول بہ ہو جاتی ہیں؟ پھر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مقدار داڑھی بھی اسی روایت سے واضح اور صراحت کے ساتھ معلوم ہو رہی ہے۔ کہ آپ مٹھی سے زائد لمبی داڑھی میں سے زائد بال کاٹ دیا کرتے تھے۔ آخر مٹھی تک رکھنے میں کیا مجبوری تھی؟ اس کا صاف اور واضح یہی مطلب ہے۔ کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی علیہ السلام کے عمل کی اتباع کرتے ہوئے قبضہ سے زائد کو کاٹ دیا۔ اور اس قدر لمبی داڑھی کسی مرد کے چہرہ کی زینت اور خوبصورتی کا باعث ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس طرح عورت کے سر کے بالوں کو اس کے لیے زینت بنایا۔ اسی طرح مرد کی داڑھی اس کے لیے خوبصورتی کا سبب بنائی۔ اور زینت تبھی قائم رہ سکتی ہے۔ کہ عورتیں اپنے سروں کے بال جس قدر لمبے ہوں، ہونے دیں۔ اور مرد داڑھی رکھتے وقت یہ خیال رکھیں۔ کہ ان کی اِدھر اُدھر حد قبضہ سے زائد بکھری داڑھی مذاق نہ بن جائے۔ اور زینت کی بجائے لوگوں کی انگلیاں اٹھنے کا سبب نہ بن جائے۔ حد اعتدال پر رہے گی۔ تو خوبصورتی بھی قائم اور شریعت مطہرہ کے منشاء پر بھی عمل ہو گا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اسی لیے قبضہ سے زائد کو کاٹ دیا کرتے تھے اسی طرح یہ فعل حضرات تابعین کرام سے بھی ثابت اور محقق ہے۔ جس کے لیے حوالہ جات نقل کیے جا چکے ہیں۔ مذکورہ حدیث کے تحت فتح الباری لکھتے ہیں۔

فتح الباری:

وَقَالَ قَوْمٌ اِذَا زَادَ عَلَى الْقُبْضَةِ يُؤْخَذُ الزَّائِدُ عَلَى الْقُبْضَةِ (فتح الباری جلد ۱۰ ص ۲۸۸) ایک جماعت کا قول ہے۔ کہ جب داڑھی کے بال ایک قبضہ سے زیادہ لمبے ہو جائیں۔ تو قبضہ سے

زائد کو کاٹ دینا چاہیے۔ علامہ طبری نے اپنی سند کے ساتھ یہ حدیث بیان کی۔ کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اسی طرح کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث مسند لکھی۔ کہ انہوں نے ایک آدمی کے قبضہ سے زائد بالوں کو کٹوایا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی ایسا کرنا حدیث سے ثابت کیا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے محدث ابوداؤد نے اس حدیث کی تخریج فرمائی۔ کہ ہم داڑھی کے اگلے حصہ کے بالوں کو چھوڑ دیا کرتے تھے۔ اس کی تائید وہ روایت بھی کرتی ہے۔ جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہوئی۔ کہ آپ داڑھی کے اگلے حصہ کے بالوں کو چھوڑ دیا کرتے تھے۔ تاکہ لمبے ہو جائیں۔ علاوہ ازیں حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اس طرف اشارہ فرمایا۔ کہ حضرات صحابہ کرام موسم حج میں داڑھی کے اگلے بال (جو قبضہ سے زائد ہوتے) کاٹ دیا کرتے تھے۔ اختلاف اس میں ہے۔ کہ جب داڑھی کے بالوں میں مٹھی میں لیا جائے۔ تو اس کی کیا حد ہے؟ اس بارے میں ایک جماعت کا موقف یہ ہے۔ کہ صرف وہی داڑھی کے بال لیے جائیں۔ جو قبضہ سے بڑھے ہوئے ہیں۔ اور داڑھی کے اگلے حصہ میں ہیں۔ جناب حسن بصری فرماتے ہیں۔ کہ داڑھی کے طول و عرض سے (قبضہ سے زائد) بالوں کو کاٹ دیا جائے۔ یہی موقف جناب عطاء وغیرہ کا بھی ہے۔ (فتح الباری جلد ۱۰ ص ۲۸۸ / باب تقلیم الاظفار)

نوٹ:۔

حضرات صحابہ کرام میں باہم اختلاف اس بات میں ہے۔ کہ احادیث مبارکہ

کے ظاہری مفہوم کے پیش نظر داڑھی کو بالکل چھوڑ دیا جائے۔ خواہ وہ قبضہ سے بڑھ جائے اسے کاٹا نہ جائے۔ اور قبضہ تک نہ لایا جائے۔ دیگر حضرات صحابہ کا یہ موقف ہے کہ بڑھانے کے ساتھ ساتھ خوبصورتی کا برقرار رہنا بھی ضروری ہے۔ لہذا بے تحاشا لمبی داڑھی دائیں بائیں اس قدر بکھرے بال کہ لوگ مذاق اڑائیں۔ اور خوبصورتی کی بجائے نفرت کا سبب بنے۔ ایسی داڑھی نہیں ہونی چاہیئے۔ اس لیے خوبصورتی کے حصول اور لوگوں کی انگشت نمائی سے بچنے کے لیے مٹھی تک لمبی رکھنا ایک معتدل داڑھی ہے۔ زائد کو کاٹ دینا چاہیئے لیکن قبضہ سے کم کرنے یا رکھنے کو کوئی صحابی یا تابعی جائز قرار نہیں دیتا۔ اس مقدار پر سب کا اتفاق ہے۔ صاحب فتح القدیر اس کی وضاحت یوں بیان فرماتے ہیں۔

فتح القدیر:۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ اَسْنَدَهُ ابْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ عَنْهُ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عُمَرَ بْنِ اَیُّوْبَ مِنْ وُلْدِ جریر عن ابی ذرعة قَالَ کَانَ اَبُوْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ یَقْبِضُ عَلٰی لحیتهٖ فَیَاْخُذُ مَا فَضَلَ عَنِ الْقَبْضَةِ۔ فَاَقَلُّ مَا فِی الْبَابِ اِنْ لَّمْ یُحْمَلْ علی النَّسْخِ كَمَا هُوَ اَصْلُنَا فِیْ عَمَلِ رَاوِیْ عَلٰی خِلَافِ مَرْوِیِّهٖ مَعَ اَنَّهٗ روی عَنْ غَیْرِ الرَّاوِیْ وَعَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم یُحْمَلُ الْاِعْفَاءُ عَلٰی اِعْفَائِهَا مِنْ اَنْ یَاْخُذَ غَالِبَهَا اَوْ كُلَّهَا كَمَا هُوَ فِعْلُ الْمَجُوْسِ الْاَعَاجِمِ مِنْ حَلْقِ لُحَاهُمْ كَمَا یُشَاهَدُ فِی الْهُنُوْدِ وَ بَعْضِ اَجْنَاسِ

الْقَرَنَجِ فَيَقَعُ بِذَالِكَ الْجَمْعُ بَيْنَ الرِّوَايَاتِ

وَيُؤَيِّدُ اِرَادَةَ هٰذِهٖ مَافِيْ مُسْلِمٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم جُزُّوا الشَّوَارِبَ

وَاَعْفُوا اللُّحٰى خَالِفُوا الْمَجُوْسَ فَهٰذِهِ الْجُمْلَةُ

وَاقِعَةٌ مَوْقِعَ التَّعْلِيْلِ وَاَمَّا الْاَخْذُ مِنْهَا وَهِيَ

دُوْنَ ذَالِكَ كَمَا يَفْعَلُهُ بَعْضُ الْمَغَارِبِ وَمُخَنَّثَةِ

الرِّجَالِ فَلَمْ يُبِحْهُ اَحَدٌ۔

(فتح القدیر جلد دوم ص۲۷۰ کتاب الصوم باب

ما یوجب القضاء و الکفارۃ)

ترجمہ:

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے ابن ابی شیبہ نے اپنی سند کے ساتھ بیان فرمایا۔ کہ جناب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اپنی داڑھی شریف کے بالوں کی مٹھی بھرتے۔ پھر جو بال لمبائی میں مٹھی سے زائد ہوتے انہیں کاٹ دیا کرتے تھے۔ اس بارے میں کم از کم یہ بات ضرور ہے۔ جبکہ اسے نسخ پر محمول نہ کیا جائے۔ جو ہمارا اصل ہے۔ کہ اگر کوئی راوی خود اپنی روایت کے خلاف عمل کرتا ہے۔ (تو وہ منسوخ ہونے کی علامت نہیں ہوتا) حالانکہ یہ بات ضرور ہے۔ اس کے علاوہ دیگر حضرات سے بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ کاٹنے کا مطلب یہ ہے۔ کہ بڑھے ہوئے (قبضہ سے) کاٹ کر یا کاٹے بغیر تمام بال لمبے ہی رہنے دیئے جائیں۔ ایسا نہ کیا جائے جیسا کہ عجمی مجوسی کا فعل ہے۔ کہ وہ داڑھی کا حلق کرتے ہیں۔ اور اس کا شاذ و

ہندوؤں میں بھی پایا جاتا ہے۔ اور کچھ فرنگی لوگ بھی داڑھی کو مونڈتے ہیں۔ تو اس طرح داڑھی کے بارے میں مختلف روایات کو جمع کیا جانا واقع ہو گا۔ اس ارادہ کی تائید مسلم شریف کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے۔ جو حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی "مونچھوں کو پست کرو۔ اور داڑھیوں کو چھوڑ دو اور مجوس کی مخالفت کرو" آپ کا یہ جملہ (مجوس کی مخالفت کرو) مذکورہ حکم کی تعلیل کی جگہ واقع ہوا ہے۔ رہا یہ کہ قبضہ سے کم داڑھی کاٹ کر رکھنا جیسا کہ بعض مغرب کے باشندوں کا وطیرہ ہے۔ اور ہجڑے لوگوں کا عمل ہے۔ اسے کسی نے بھی جائز و مباح نہیں کہا۔

قارئین کرام! علامہ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے مودودی صاحب کے اس مغالطہ کا جواب اس حدیث پاک کی تشریح میں ارشاد فرمایا ہے۔ یعنی جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ داڑھیوں کو بڑھاؤ تو بقول مودودی صاحب مونڈو نہ بلکہ کھال سے باہر نکل کر بڑھنے دو۔ اور چنے یا جو برابر اگر بڑھ جائے۔ تو اسے "بڑھانے" کے حکم میں شامل کر لیا جائے گا۔ ابن ہمام فرماتے ہیں۔ کہ روایت مذکورہ کا راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرح حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ ان دونوں حضرات کا اپنا عمل یہ ہے۔ کہ قبضہ سے زائد لمبی داڑھی ہونے پر کاٹتے تھے اصول حدیث کے پیش نظر اب اس معاملہ کو دیکھا جائے گا۔ اب اگر لمبائی سے مراد محض چنے برابر رکھنا ہوتی۔ تو قبضہ تک لمبی کرنے کی کیا ضرورت تھی۔؟ اور اگر لمبائی سے مراد بالکل کھلی چھوڑ دینا ہے۔ کہ جہاں تک لمبی ہو جائے۔ ہو جانے دی جائے تو پھر اسے قبضہ تک لمبا رکھنا اور زائد کو کاٹ دینا حدیث پاک کے خلاف ہوا۔ راوی یا صحابی کا اپنی روایت کے خلاف عمل کرنا یا تو یہ ثابت کرے گا۔ کہ عمل

نہ کرنے کی وجہ سے ان کی روایت اس کے نزدیک منسوخ ہے۔ چونکہ منسوخ تو ہے نہیں اس لیے حدیث مذکور کا مطلب یہ ہوگا۔ اور عمل و روایت میں تطبیق کی یہ صورت نکلے گی۔ کہ آپ کا منشاء یہ تھا۔ کہ داڑھی کو کلی طور پر یا اکثر حصہ اس کا نہ منڈواؤ۔ حضرات صحابہ کرام نے اسے عملی طور پر کر دکھایا۔ کہ کسی ایک صحابی کا اپنی داڑھی کو مونڈنا یا چنے برابر صرف رکھنا ثابت نہیں۔ البتہ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین سے قبضہ سے زائد کو کٹوانا مروی و منقول ہے۔ لہذا جو شخص قبضہ بھر داڑھی رکھتا ہے۔ اور زائد کو کٹوا دیتا ہے۔ یا نہیں کٹواتا۔ وہ دراصل حدیث مذکور اور عمل صحابہ پر چل رہا ہے۔ پھر اس کی علت اور وجہ بھی جب دوسری روایت میں موجود ہے۔ کہ داڑھی کو قبضہ سے کم رکھنا اور بالکل منڈوانا رسم یہود انہ ہے۔ اور کچھ عیسائی فعل ہے۔ اور مشرکین و مجوس کا وطیرہ ہے۔ لہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس وطیرہ و عمل کے خلاف پر چلنے کا اپنے امتیوں کو حکم دیا۔ ان کی مخالفت نہ منڈوائے اور قبضہ تک بڑھانے میں پائی جاتی ہے۔ یہی مفہوم تمام صحابہ کرام تابعین اور تبع تابعین بلکہ آج تک کے تمام اولیاء اور علماء کرام نے سمجھا ہے۔ اور اسی پر ان کا عمل جاری ہے۔

ادھر جب ہم خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل کا کتب حدیث و سیرت میں مطالعہ کرتے ہیں۔ تو صاف پتہ چلتا ہے۔ کہ بڑھانے سے مراد مٹھی بھر بڑھانا ہے۔ ابن ہمام نے ہی فتح القدیر ص ۷۶ جلد دوم پر ایک روایت فرمائی۔

وَهُوَ اى القدر المسنون فى اللحية القبضه وما ورا ذالك يجب قطعه هكذا عن رسول الله صلى الله عليه وسلم انه كان يأخذ عن لحية من طولها وعرضها۔

داڑھی شریف میں مسنون حد ایک مٹھی بھر لمبی رکھنا ہے۔ اور وہ

جو قبضہ سے بڑھے ہوئے ہوں۔ ان کا کاٹنا واجب ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح منقول و مروی ہے۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم داڑھی کے طول و عرض کے (قبضہ سے زائد) بال کاٹا کرتے تھے۔

دو داڑھیوں کو لمبا کرو، بڑھاؤ، سے منشاء شریعت جو سامنے آیا۔ وہ یہی کہ مجوس و خنثیٰ اور یہود و ہنود کی طرح مونڈوانے سے احتراز کرو۔ اور قبضہ تک بڑھنے دو۔ اس سے زائد کا کاٹنا درست ہے لیکن قبضہ سے کم رکھنا اور مودودی صاحب کے بقول چنے یا جو کے برابر بڑھانا تاکہ بس عرفاً داڑھی رکھنا اسے کہا جا سکے۔ یہ تاویل اور مفہوم مردود ہے۔ گویا مودودی صاحب امت محمدیہ کو اور اپنی جماعت کو مجوس خنثیٰ اور یہود و ہنود کی مشاکلت میں دیکھنا پسند فرماتے ہیں۔ اور پیغمبروں سے پیار کا اظہار اپنے متوسلین سے چاہتے تھے۔ جو مشاہدہ میں ہے۔ زیادہ سے زیادہ اس جماعت کا امیر اس سنت مبارکہ پر عمل کرتا نظر آتا ہے۔ اس کے سوا چند کو چھوڑ کر سبھی اسی غلط تاویل و تفسیر کی بھینٹ چڑھا دیئے گئے ہیں خشخاشی داڑھی رکھی ہوئی ہے۔ اور داعیانِ اسلام اور بین الاقوامی اسلام کے ٹھیکیدار بنے ہوئے ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ مودودی صاحب کی داڑھی کے بارے میں ایک تو خود ان کا عمل بھی نہیں ملتا۔ دوسرا تمام امت کے مسلک سے الگ دو اینٹ کی مسجد بنائے بیٹھے ہیں۔ اجماع امت کی مخالفت ہو رہی ہے۔ اور اگر یہ کہہ دیا جائے۔ کہ اس مفکر و مدبر کے نزدیک سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی قدر و منزلت نہیں۔ تو درست ہو گا۔ عملی طور پر اپنے متعلقین کی حالت تو حدیث مذکور کے خلاف تھی ہے۔ کیونکہ ان کو راستہ انہیں نے دکھایا۔ لیکن غضب کی بات یہ ہے۔ کہ اس قدر ہر دور میں معمول بہ سنت کو غیر اہم اور توجہ کے ناقابل قرار دے کر اپنی غلط اور باطل رائے کو کس قدر اہمیت دی ہے؟ مودودی صاحب خود تو دنیا چھوڑ گئے اس

باطل رائے کی وجہ سے جو کچھ اُن سے ہو رہا ہو گا۔ وہ تو ہم سے اوجھل ہے۔ لیکن میں اُن کے پیروؤں کو پیغام پہنچانا چاہتا ہوں۔ کہ اپنی اپنی زندگی میں ہی ان کے اس غلط رائے کو غلط سمجھیں۔ اور داڑھی شریف اسی حد تک لمبی کریں۔ جو ہر دور میں تواتر سے چلی آرہی ہے اور یوں ہیجڑوں اور مجوس و ہنود کی مخالفت سے بچ جائیں گے۔ اور قبر و حشر میں اس کا فائدہ پائیں گے۔

واللہ یھدی من یشاء الی صراط المستقیم

امرِ دوم کا جواب

امر دوم میں دو باتیں تھیں۔ ایک یہ کہ داڑھی کی تعیین کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں ہم تفصیلی جواب لکھ چکے ہیں۔ دوسری بات یہ کہی گئی کہ داڑھی منڈوانے والا فاسق نہیں ہے۔ اور جن علماء نے ایسے شخص کو فاسق کہا ہے وہ حدود شرعیہ کا صحیح ادراک نہیں رکھتے۔ اس سلسلہ میں اولین گزارش یہ ہے۔ کہ مودودی صاحب نے رسائل و مسائل حصہ اوّل ص ۱۴۷ پر اس بارے میں یوں لکھا ہے۔ "وہ آپ اگر داڑھی رکھنے میں فاسقین کی وضعوں سے پرہیز کریں۔ اور اتنی داڑھی رکھ لیں جس پر عرفِ عام میں داڑھی رکھنے کا اطلاق ہوتا ہے۔ الخ" مودودی صاحب کی اپنی یہ عبارت بتاتی ہے۔ کہ داڑھی کے بارے میں ایک وضع اور داڑھی کی بناوٹ ایسی بھی ہے۔ جو فاسق لوگوں کی وضع کہلاتی ہے وہ وضع ان کے نزدیک یہ ہے۔ کہ منڈوا دی جائے۔ گویا داڑھی کا منڈوانا فسق ہے۔ یا فاسق کی وضع اور طریقہ ہے۔ اس طریقہ سے بچنے کے لیے منڈوائی نہ جائے ہم پوچھتے ہیں۔ کہ داڑھی منڈوانا وضع فاسق ہے۔ اس کی ان کے پاس کیا دلیل ہے؟ جو دلیل وہ داڑھی منڈوانے والوں کے فسق کی بتائیں گے۔ وہی دلیل داڑھی کتروانے والوں کی بھی ہوگی۔ کیونکہ داڑھی منڈوانا وضع فاسق ہے۔ اس کی ان کے پاس کیا دلیل ہے۔ کہ جس دلیل کی وجہ سے داڑھی منڈوانے والا ان کے نزدیک فاسق ہے۔ تو اسی دلیل سے داڑھی قبضہ سے کم کتروانے والا بھی فاسق ہوگا۔ کیونکہ دونوں طریقے خلافِ سنّت

اور موافق محسوس ہیں۔ رہا یہ کہ بڑے بڑے جید علماء کو مودودی نے کہا ہے کہ وہ حدودِ شرعیہ نہیں سمجھتے۔ اور ایسے فتوے دیتے ہیں۔ جو شریعت کی حدود سے متجاوز ہوتے ہیں۔ مودودی صاحب کا یہ کہنا توہین علماء کے ساتھ ساتھ اپنی اجتہادیت بلکہ مجددیت کا چھپے طریقہ سے اعلان کرنا ہے۔ حضرات صحابہ کرام کا عمل ہم نے ذکر کیا۔ تابعین کرام اور تبع تابعین کا داڑھی کے بارے میں عمل متواتر تاریخ میں محفوظ ہے۔ ائمہ مجتہدین کا طریقہ ہمارے سامنے ہے۔ ان تمام حضرات نے آنتی احادیث سے جو نتیجہ اخذ کیا۔ وہ وہی تھا جس پر وہ خود عمل پیرا تھے۔ اور اسی کو منشاء شریعت سمجھا۔ سراج الامۃ امام الائمہ جناب امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے یہی سمجھا۔ اسی پر عمل کیا۔ ایک حوالہ ملاحظہ ہو۔

کتاب الآثار:۔

عَنْ محمد قال ابو حنيفة عن هيثم عن ابن عمر رضی الله عنهما اَنَّهُ كَانَ يَقْبِضُ عَلٰى لِحْيَتِهٖ ثُمَّ يَقُصُّ مَا تَحْتَ الْقَبْضَةِ قَالَ مُحَمَّدٌ وَ بِهٰذَا نَاْخُذُ وَ هُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رحمة الله عليه۔

(کتاب الآثار ص ۱۹۸ اثر نمبر ۹۰۰ خف العشر من الرحبة الخ مطبوعہ دائرۃ القرآن کراچی۔)

ترجمہ:

سیدنا امام ابو حنیفہ نے ہیثم سے اور وہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنی داڑھی کے بالوں کو مٹھی میں لیا کرتے تھے۔ پھر جو بال مٹھی سے بڑھے ہوتے انہیں

کاٹ دیا کرتے تھے۔ امام محمد فرماتے ہیں۔ اسی پر ہمارا عمل ہے۔ اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی قول ہے۔ (عنایۃ شرح الہدایہ میں یہاں یہ الفاظ مذکور ہیں۔ و بہ اخذ ابو حنیفہ و ابو یوسف و محمد یعنی اسی عمل کو امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رضی اللہ عنہم نے قبول فرمایا۔)

مودودی صاحب سے پوچھا جا سکتا ہے۔ کہ کیا یہ حضرات حدود شرعیہ سمجھنے سے قاصر تھے۔ اور انہیں قرآن و حدیث سے منشاء پروردگار۔ اور اس کے حبیب مختار کے بارے میں کوئی دسترس نہ تھی؟ حاشا وکلا۔ بلکہ خود مودودی صاحب اپنے قول کے مطابق اس صفت سے موصوف ہیں۔ ترجمان القرآن ۲۷ مطابق ۳/ربیع الاول ۱۳۹۵ھ پر ان کی اپنی تحریر موجود ہے۔ وہ مجھے گروہ علماء میں شامل ہونے کا شرف حاصل نہیں ہے۔" بہتر ہوتا کہ وہ سلف صالحین پر دشنام طرازی کی بجائے یا حدود شرعیہ کے نہ سمجھنے کے الزام کی بجائے اپنی کج فہمی اور مشرقی فکر کا ڈھنڈورا پیٹتے لیکن بقول رومی ؂

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنۂ پاکاں زند

جب اللہ تعالیٰ کسی کا پردہ چاک کرنا چاہتا ہے۔ تو اس کی تحریر و تقریر میں سلف صالحین اور پاکیزہ شخصیات پر الزام تراشی اور طعنہ زنی آ جاتی ہے اس لیے مودودی نے آسمانِ علم و بصیرت پر تھوکنے کی کوشش کر کے خود اپنا منہ ملوث کر لیا یا پھر جو برابر رکھنے کی جو ان کے نزدیک حد شرعی ہے۔ اس پر کوئی دلیل شرعی پیش کرتے۔

امر سوم کا جواب

ذکر شدہ دو امور میں اگرچہ اس امر کا جواب بھی موجود ہے۔ کہ "دو تین صحابہ کرام کے علاوہ قبضہ بھر داڑھی رکھنے کا ثبوت نہیں ملتا لیکن کوئی ان سے پوچھے کہ اگر قبضہ بھر رکھنے کا ثبوت تمہیں نظر نہ آیا۔ تو قبضہ سے کم دو چپٹے یا جو برابر جس کے یہ قائل ہیں اُسکا ثبوت کیا کسی ایک صحابی سے دکھا سکتے ہیں؟ جبکہ مودودی صاحب سے سائل کا سوال بھی یہی تھا۔ کہ "کیا آپ بتا سکتے ہیں۔ کہ کسی صحابی کی داڑھی ایک مشت سے کم تھی؟ لیکن ان کے پاس سوائے اپنی فاسد رائے اور غلط دلیل کے کچھ ہوتا تو وہ جواباً لکھتے۔ کہ ہاں ہاں فلاں فلاں صحابی کی داڑھی مٹھی بھر سے کم تھی۔ اور قبضہ تک انہوں نے بڑھنے نہیں دی۔ لیکن ذریت مودودیہ تا قیامت ایسی ایک روایت صحیحہ پیش کرنے سے تاقیامت عاجز ہے اور رہے گی۔ ورنہ پیش کرکے منہ مانگا انعام پائے۔ سائل کے جواب میں دو تین صحابہ کرام کی داڑھی کا مٹھی بھر لمبا ہونا بیان کرکے اُسے یہ باور کرانے کی کوشش کی۔ کہ جب اس سے زائد صحابہ کرام کی داڑھی کا مٹھی بھر ہونے کا ثبوت نہیں۔ تو معلوم ہوا۔ کہ مٹھی بھر رکھنا کوئی ثابت نہیں اور نہ ہی ضروری ہے۔ اس پر مزید حاشیہ آرائی کی۔ اور لکھ ڈالا۔ کہ داڑھی کے چھوٹے بڑے ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اور اس عمل سے (داڑھی رکھنے کو) کل قیامت میں میزان عمل میں کوئی دخل نہیں مشت بھر رکھنے والے کی میزان اس کو سنت یا اچھی بات سمجھ کر بھاری نہ ہوگی اور نہ رکھنے والے کی میزان ترک سنت یا بدعملی کی وجہ سے کوئی نقصان نہیں پہنچائے گی۔ کوئی غیر متعصب اور حق کا متلاشی اس عبارت کو خالی الذہن ہو کر جب پڑھے گا۔ تو ضرور اسے اس میں تخفیف سنت اور بلکہ تحقیر سنت نظر آئے گی۔ اور یہ بالاتفاق

کفر ہے۔

معلوم ہونا چاہیئے۔ جیسا کہ بار ہا لکھ چکے ہیں۔ کہ قبضہ بھر لمبی داڑھی رکھنا تمام انبیاء کرام تابعین، تبع تابعین اور امت کے اولیاء وعلماء کرام کی سنت متواترہ دائمہ چلی آرہی ہے کسی نے داڑھی قبضہ سے کم نہ کی۔ تو یہ قبضہ برابر کے وجوب پر دلیل ہے۔ کیونکہ ایک طرف اس پر اس اتفاق سے عمل نظر آتا ہے۔ اور دوسری طرف قبضہ سے کم کرنے یا بالکل منڈوانے والے کے بارے میں شریعت مطہرہ میں بہت سی وعیدات کا ذکر ہے۔ اور کسی فعل کے وقوع یا عدم وقوع پر وعید شرعی کا ہونا اس بات کی دلیل ہے۔ کہ وہ معصیت میں شامل ہے۔ وہ گناہوں میں شامل ہے۔ خواہ اس کی نوعیت گناہ کبیرہ کی ہو یا صغیرہ کی۔ اسے حلال جاننا اور اس کی تخفیف کرنا کتب عقائد میں "کفر" لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

نبراس:-

وَاِسْتِحْلَالُ الْمَعْصِيَةِ اَیْ اِعْتِقَادُ کَوْنِهَا حَلَالاً صَغِيْرَةً کَانَتْ اَوْ کَبِيْرَةً کُفْرٌ لِاَنَّهٗ تَکْذِيْبٌ لِلشَّارِعِ۔

(نبراس شرح العقائد ص۵۶۶ مطبوعہ ملتان)

ترجمہ:- کسی معصیت (اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا کام) کو خواہ وہ چھوٹی ہو یا بڑی اسے حلال سمجھنا اور اس کے بارے میں جائز ہونے کا عقیدہ رکھنا کفر ہے۔ کیونکہ ایسا کہنے اور سمجھنے میں شارع کی تکذیب ہوتی ہے۔

یہی بات مودودی نے کہی۔ کہ داڑھی رکھنا ایسا عمل ہے۔ جس سے میزان الٰہی میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ گویا کوئی نیک کام نہیں۔ کہ اس کے کرنے والے کی میزان میں نیکی

بن کر داخل ہو۔ اور نہ رکھنا کوئی برائی نہیں۔ کہ اس سے میزان میں برائیوں کا وزن کچھ بڑھ جائے۔ آیئے چند ایسی احادیث اور اقوال ملاحظہ کریں۔ جو داڑھی کے بارے میں بدعمل کے لیے کتب احادیث میں مذکور ہیں۔

مقدار شرعی سے کم داڑھی رکھنے والوں کے بارے میں وعیدات

ابو داؤد شریف:

عن رویفع بن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا رُوَیْفِعُ لَعَلَّ الْحَیٰوۃَ سَتَطُوْلُ بِكَ بَعْدِیْ فَاَخْبِرِ النَّاسَ اَنَّهٗ مَنْ عَقَدَ لِحْيَتَهٗ اَوْ تَقَلَّدَ وَتَرًا اَوِ سْتَنْجَا بِرَجِيْعِ دَابَّةٍ اَوْعَظْمٍ فَاِنَّ مُحَمَّدًا مِنْهُ بَرِیٌٔ۔

(۱۔ابوداؤد شریف جلد اول ص۶ باب ماینھی عنه ان یستنجی به مطبوعه سعید کراچی۔)

(۲۔مشکوٰۃ شریف ص ۴۳ باب آداب الخلاء فصل ثانی مطبوعہ مصر)

ترجمہ:۔ حضرت رویفع بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے رویفع تیری عمر میرے بعد کافی لمبی ہوگی۔ یعنی کافی عرصہ تک زندہ رہے گا۔ لہٰذا لوگوں کو بتاتے رہنا

کہ جس مرد نے اپنی داڑھی کو گانٹھ لگائی۔ یا گلہ میں دھاگہ ڈالا۔ یا کسی چارپائے کے گوبر وغیرہ سے استنجاء کیا یا کسی ہڈی سے استنجاء کیا۔ تو بے شک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس سے بری ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے داڑھی کو گرہ لگانے والے سے بیزاری کا اظہار فرمایا گرہ اس لیے لگائی جاتی ہے۔ تاکہ زیادہ لمبی نظر نہ آئے۔ اگرچہ وہ بذاتہ طویل ہو۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت کریمہ یہ تھی۔ کہ جب تک کوئی ایسا قول و فعل کسی سے سرزد ہوتا نہ دیکھ پاتے۔ جو امور شرعیہ طبیعہ کے خلاف ہو۔ اس وقت تک آپ بیزاری کا اظہار نہ فرماتے تھے۔ آپ کا بیزاری کا اظہار فرمانا کوئی معمولی بات نہیں۔ پھر سوچیں۔ کہ یہاں بیزاری کا اظہار ایسے شخص سے فرمایا جارہا ہے۔ جو لمبی داڑھی کے چھوٹا دکھانے کے لیے گانٹھ لگاتا ہے تو اس کے برخلاف جو داڑھی کا بالکل تارک ہو یا اُسے قبضہ سے کم رکھتا ہو، خواہ وہ بجو کی مقدار رکھے یا چنے جتنی لمبی۔ اُس سے کیا آپ خوش ہوں گے۔؟ قبضہ بھر داڑھی رکھنا سنت متواترہ ہے۔ اور محبت رسول کی علامت ہے۔ محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم وہ نعمت عظمیٰ ہے۔ کہ حدیث شریف میں ایک شخص کا واقعہ مذکور ہے۔ اس نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ قیامت کب آئے گی؟ آپ نے اُسے فرمایا۔ تو نے قیامت کی خاطر کیا تیاری کر رکھی ہے؟ عرض کرنے لگا۔ عمل تو کوئی نہیں، مگر آپ سے بہت محبت اور عقیدت ہے۔ اس پر آپ نے اسے فرمایا۔ کہ قیامت میں تو اسی کے ساتھ ہوگا۔ جس سے تجھے پیار و محبت ہوگی۔ (ترمذی شریف)

داڑھی رکھنا چونکہ محبت رسول کا ایک مظہر ہے۔ جس کا وزن اور قدر و قیمت کل قیامت کو معلوم ہوگی۔ اور اس کا فائدہ معیت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں نکلے گا۔ لیکن مودودی صاحب میزان میں داڑھی کے عمل کا عمل دخل خارج

کرکے لوگوں کو اس عظیم نعمت سے محض اپنی فاسد رائے کے ساتھ محروم کرنا چاہتے ہیں ایسا کرنے سے نہ امت محمدیہ کی بھلائی ان کے پیش نظر ہے۔ اور نہ ہی محبت رسول کا جذبہ ان میں موجود۔ بلکہ محبت رسول کی بجائے ان کے رویہ سے ایذائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مترشح ہوتی ہے۔ جس کا اثر و نتیجہ خود کل قیامت میں انہیں بخوبی نظر آجائے گا۔

داڑھی منڈوانا عمل خبیث ہے اور اس کی سزا بھی ہے

روح المعانی:

وَ نَجَّيْنٰهُ مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ تَّعْمَلُ الْخَبٰٓئِثَ

یعنی ہم نے حضرت لوط علیہ السلام کو ایسی بستی کے رہنے والوں سے نجات دی۔ جو خبیث اعمال کے عادی تھے۔ یہ خبیث عمل کیا تھا؟ بعض نے اسے لواطت (ہم جنس پرستی) کہا۔ اور لفظ جمع (خبائث) اس کام کی بہت زیادہ تعداد کے پیش نظر ذکر فرمایا گیا۔ اور اس کے معنی یہ بھی بیان کیے گئے ہیں، کہ ان اعمال سے مراد ہر قسم کے خبیث عمل ہیں۔ جن میں سے لواطت خبیث ترین کام تھا۔ اسحاق بن بشیر، خطیب اور ابن عساکر نے حسن سے روایت کیا۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قوم لوط میں دس خصلتیں (خبیث عادتیں) تھیں جن کی بنا پر وہ ہلاک ہوئے۔ ان میں سے ایک یہ تھی۔ کہ ان کے مرد باہم ایک دوسرے سے نفسانی خواہش پوری کرتے۔ اور ایک یہ تھی۔ کہ وہ داڑھیاں کٹواتے اور مونچھیں بڑھاتے تھے۔ (اس طرح آپ نے ان کی بد عادتوں

کی نشاندہی فرمائی) پھر آپ نے فرمایا۔ کہ میری امت میں ان کی دس بدعملیوں کے ساتھ ساتھ گیارھویں بدعملی بھی ہوگی۔ وہ یہ کہ عورت عورت کے ساتھ خواہش نفس پوری کرے گی۔

(روح المعانی جلد ۱۷ ص ۷۲ مطبوعہ مصر زیر آیت و لوطًا اٰتینٰه حکمًا و علمًا۔)

قارئین کرام! اگر داڑھی رکھنے میں اور نہ رکھنے میں کوئی حرج نہ ہوتا۔ کوئی ثواب وگناہ نہ ہوتا۔ کوئی اطاعت ومعصیت نہ ہوتی۔ کوئی اچھائی اور خباثت نہ ہوتی تو پھر داڑھی کٹوانے والی قوم کو اس پر گرفت میں کیوں لیا گیا۔ اور انہیں عذاب الٰہی سے واسطہ کیوں پڑا؟ معلوم ہوا۔ کہ داڑھی کٹوانا (قبضہ سے کم) عمل خبیث ہے اور آخرت میں نقصان دہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے۔ کٹوانا جب اس قدر بھیانک جرم ہے۔ تو اس کی ترغیب وتحریص بلکہ رکھنے کی تنقیص وتحقیر کرنے والے کی ہلاکت وخباثت میں کیا شک رہ جائے گا۔

شفاعتِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محرومی

اور عذاب قبر میں گرفتاری

تاریخ خمیس (خلاصہ) ایران کے بادشاہ پرویز نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے رقعہ مبارک کو پھاڑا۔ اور یمن کے گورنر کو کہا۔ کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گرفتار کرکے میرے پاس لائے۔ گورنر نے تعمیل حکم کرتے ہوئے دو آدمی اس کام پر مامور کیے۔ جن کی داڑھیاں مونڈی ہوئی تھیں۔ اور مونچھیں حد سے بڑھی ہوئی تھیں۔ جب یہ دونوں بارگاہ رسالت میں پہنچے۔ تو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی یہ شکل وصورت دیکھ کر ناپسندیدگی

کا اظہار فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ تمہیں ایسی صورت وشکل بنانے کا کس نے حکم دیا ہے؟ کہنے لگے ہمارے بادشاہ پرویز نے۔ آپ نے فرمایا۔ مجھے تو میرے رب نے داڑھی بڑھانے اور مونچھیں پست رکھنے کا حکم دے رکھا ہے۔ ....

آپ نے مزید فرمایا "من لم یاخذ من شاربہ فلیس منا" جو اپنی مونچھوں کے بال نہیں کاٹتا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ (رواہ احمد والنسائی) آپ نے مزید ارشاد فرمایا۔ جس نے اپنی مونچھوں کو بڑا کیا۔ اس کے لیے چار سزائیں ہیں۔

۱۔ میری شفاعت سے محروم ہوگا۔ ۲۔ حوض کوثر سے پانی نہ پیئے گا۔ ۳ قبر میں عذاب دیا جائے گا۔ ۴۔ منکر نکیر نہایت غضبناک بن کر اس کے پاس آئیں گے۔ (تاریخ خمیس جلد دوم ص ۳۵ کتاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی الکسریٰ)

ناظرین وقارئین کرام! تاریخ خمیس کے مندرجہ بالا حوالہ سے معلوم ہوتا ہے کہ داڑھی رکھنا صرف فعلِ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی نہیں بلکہ اس کا وجوب اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ داڑھی منڈوانے اور مونچھیں بڑی بڑی رکھنے والے کے لیے چار سزائیں ہیں۔ مودودی صاحب یا ان کا کوئی کاسہ لیس ہی بتائے۔ کہ اگر یہ عمل میزان میں کمی بیشی کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ تو پھر مذکورہ سزائیں کس بنا پر؟ مودودی نے سنت نبویہ کی تنقیص کو تقریباً ہر جگہ کرنے کا ادھار کھا لیا ہے۔ لیکن اس کی بدبختی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات کے بارے میں بھی ایسی لغو اور گستاخانہ باتیں کہہ گیا ہے۔ جو کسی صاحب ایمان کے تصور میں بھی نہیں آسکتیں۔ اعتبار نہ آئے۔ تو بطور نمونہ اس کی شاہکار تصنیف "تفہیمات" ص ۲۲۶ پلٹ کر دیکھئے۔ لکھتا ہے۔ "چالیس برس کی عمر کو پہنچنے تک اس کی ذات میں کوئی بھی غیر معمولی بات نہ پائی گئی۔ جس سے لوگ متوقع ہوتے کہ

یہ شخص اب کچھ بننے والا ہے"۔ حالانکہ کتب سیر اور تاریخ میں ایسے واقعات درجنوں درج ہیں۔ کہ آپ کی تشریف آوری سے قبل اور تشریف آوری کے وقت ایسے کئی ایک واقعات رونما ہوئے۔ جن میں سے کچھ کا تعلق آپ کے والدین سے تھا۔ جن سے موجود جاننے اور دیکھنے والوں لوگوں نے بھانپ لیا تھا۔ کہ عنقریب نبی آخر الزمان کی تشریف آوری ہونے والی ہے۔ پھر اسی "تفہیمات" ص ۲۲۷ پر رقمطراز ہے۔ "جس نے تمام عمر کبھی تلوار نہ چلائی، کبھی فوجی تربیت نہ پائی تھی۔ حتیٰ کہ جو عمر بھر میں صرف ایک مرتبہ ایک لڑائی میں محض ایک تماشائی کی حیثیت سے شریک ہوا تھا۔ دیکھتے دیکھتے وہ بہادر سپاہی بن گیا" عبارت مذکورہ سے آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت اس نام نہاد مفکر کے ہاں کیا اور کیسی ہے، نبی کو تماشائی تک کہنے سے باک نہ آیا۔ بے باکی یہیں نہیں رکی۔ اور آگے شیطان فکر لے گئی۔ رسائل و مسائل حصہ سوم ص ۲۶۸ پر یہ منحوس عبارت موجود ہے۔ اس کے معنی (شفاعت) تو یہ ہوئے کہ گویا آپ اس پر دباؤ ڈال رہے ہیں۔ کہ میں فلاں آدمی کا متوسل آیا ہوں۔ میری درخواست کسی بے وسیلہ آدمی کی سی سمجھ کر نہ ٹال دینا"۔ استغفر اللہ و اتوب الیہ من ھذہ الخرفات و من کل فکر غیر سدید۔ ایسی ہی مردود عبارات والوں کے بارے میں کہ جنہوں نے داڑھی وغیرہ سنتِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑایا ہے۔ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت نے اپنے فتاویٰ میں فرمایا۔

فتاوی رضویہ:

داڑھی سنت متواترہ ہے۔ اور اس کی سنیت قطعی الثبوت، ایسی سنت کی توہین و تحقیر اور اس کے اتباع پر استہزاء بالاجماع کفر ہے۔ کما ھو

مصرح فی کتب الفقہ والکلامیہ۔ عورت اس کے نکاح سے نکل جائے گی۔ اور بعد اس کے جو بچے ہوں گے۔ اولاد حرام ہوں گے۔ اہل اسلام کو اس سے معاملہ کفار کا برتنا لازم، بعد مرگ اس کے جنازہ کی نماز نہ پڑھے۔ اور مقابر مسلمین میں دفن نہ کرے۔ بلکہ جہاں تک ممکن ہو اس جنازہ ناپاک کی تذلیل کرے۔ اس نے ایسے عزت والے پیغمبر کی سنت کو ذلیل سمجھا۔ العیاذ باللہ۔

(فتاوٰی رضویہ جلد ۱۰ ص ۳۰ حصہ اول کتاب الحظر والاباحت مطبوعہ ادارہ اخوان المسلمین راوی روڈ لاہور)

اعلٰحضرت کی یہ عبارت ایسے شخص کے بارے میں ہے۔ جو داڑھی کا مذاق اڑائے مودودی کی عبارت اگرچہ من وعن ایسی نہیں لیکن پھر بھی اس میں تحقیر سنت اور تذلیل عمل مصطفوی ضرور مترشح ہے۔ فتاوٰی کی عبارت نقل کرنے سے مدعا یہ ہے۔ کہ اگر کوئی شخص مذکورہ وعیدات سے بچنا چاہتا ہے۔ تو اُسے سنت نبویہ کے بارے میں مذکورہ رویہ اپنانے سے گریز کرنا چاہیئے۔ اور یہ بھی اگر ایسا رویہ بالاستقلال نہیں پھر بھی ایسی باتیں جن میں ایسے رویہ اور طرز بیان کی بو آتی ہو۔ اس سے بھی بچا جائے۔ چند احادیث چلتے چلتے اہمیتِ سنتِ رسول پر بھی ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ مَنْ حَفِظَ سُنَّتِیْ اَکْرَمَہُ اللہ۔

جس نے میری سنت کی حفاظت کی۔ اللہ نے اسے باعزت کر دیا۔

۲۔ مَنْ اَحَبَّ سُنَّتِیْ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ۔

جس نے میری سنت کو دوست رکھا۔ اس نے مجھ سے محبت کی۔

۳۔ عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ۔

تم پر میری سنت کی پیروی لازم ہے۔

۴۔ مَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ۔

جس نے میری سنت سے روگردانی کی۔ وہ مجھ سے نہیں ہے۔

سنت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اہتمام ازحد ضروری ہے۔ کیونکہ یہ محبت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذریعہ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے فرائض کی متمم ہوتی ہے۔ اس کے بغیر فرائض ناقص اور ادھورا رہ جاتا ہے۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں۔ اور جس نے مستحبات میں سستی کی۔ اسے سنت سے محرومی کی سزا دی جائے گی۔ اور جس نے سنتوں میں سستی برتی اسے واجبات سے محرومی کی سزا دی جائے گی۔ اور جس نے واجبات میں سستی دکھلائی۔ اسے فرائض سے محرومی کی سزا ہو گی۔ اور فرائض سے سستی برتنے والے کو اللہ تعالیٰ کی معرفت سے محرومی کی سزا دی جائے گی۔ عبارت مذکورہ دیوبندی مولوی حسین احمد ٹانڈوی المعروف مدنی نے اپنی کتاب "داڑھی کی شرعی حیثیت" میں ص ۴۲ پر درج کی ہے۔

لہذا معلوم ہوا۔ کہ داڑھی ایسی سنت متواترہ کی اہمیت اور اس کے بارے میں سستی برتنے والے دراصل اور بالآخر معرفت پروردگار سے محرومی کا راستہ اپنائے ہوئے ہیں۔ آج کل کے کچھ لوگوں نے بھی مثلاً طاہر القادری، غلام رسول سعیدی۔ اور ان کے ہم مشرب و ہم پیالہ ملاؤں نے داڑھی کے بارے میں تحقیق غیر حقیق بیان کی کہ قبضہ برابر داڑھی رکھنا کوئی ضروری نہیں ہے۔ بلکہ چہرے پر کالی سی دھاری نظر آ جائے۔ تو اتنی ہی ضروری ہے۔ لیکن اس کے باوجود ان لوگوں نے مودودی کی طرح غلیظ اور توہین آمیز کلمات نہیں لکھے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو سنتِ نبویہ پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور بھٹکے ہوؤں کو راہِ راست دکھلائے۔

آمین

اعتراض

داڑھی خفیف رکھنے میں آدمی کی سعادت ہے

مرقات:۔

قَالَ مِنْ سَعَادَةِ الرَّجُلِ خِفَّةُ لِحْيَتِهٖ۔ (مرقات شرح المشکوۃ جلد ۸ ص ۲۹۸ باب الرجل فصل ثانی مطبوعہ امدادیہ ملتان)

ترجمہ:۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ داڑھی کا خفیف ہونا مرد کی سعادت ہے۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے داڑھی کے خفیف ہونے کو مرد کی نیک بختی اور سعادت فرمایا۔ اور خفت داڑھی یہ کہ مٹھی بھر لمبی نہ ہو۔ بلکہ اتنی کہ داڑھی کہلائی جا سکے۔ اور یہی ہمارا موقف ہے۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ قبضہ برابر داڑھی رکھنا نہ واجب ہے۔ اور نہ ہی منشاء شریعت ہے۔

جواب اول:

معترض نے حدیث مذکورہ کو اپنے مذموم مقصد کی خاطر سیاق وسباق سے بالکل الگ کر کے پیش کیا ہے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ روایت کے ساتھ ساتھ ان کی ایک اور عبارت جو انہوں نے نہایہ شرح الہدایہ سے نقل کر کے تحریر فرمائی۔

اسے بھی ساتھ رکھا جاتا۔ اور پیش نظر رہتی۔ تو مقصود واضح ہو جاتا۔ وہ عبارت یوں ہے۔

مرقات:

ہمارے نزدیک داڑھی کا طول بقدر قبضہ اور اس سے زائد کا کاٹنا واجب ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم داڑھی کو طول وعرض سے کاٹتے تھے۔ امام ترمذی نے یہ روایت اپنی جامع میں ذکر کی ہے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آدمی کی سعادت میں سے ہے۔ کہ داڑھی ہلکی ہو اور یجب سے مراد ینبغی یا سنت مؤکدہ ہے۔ جو قریب الوجوب ہے (مرقات جلد ۸ ص ۲۹۸)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اوّلاً اپنا داڑھی کے بارے میں لفظ نظر بیان کیا جو صاف صاف یہ کہ داڑھی قبضہ برابر رکھنا واجب ہے۔ اور قبضہ سے زائد کو کاٹنا واجب ہے۔ آپ نے اگلی گفتگو قبضہ برابر رکھنے کے ضمن میں بطور تائید ذکر نہیں فرمائی۔ بلکہ قبضہ سے زائد کے کاٹنے کے وجوب کے سلسلہ میں روایت ذکر فرمائی۔ جس سے بظاہر ثابت یہی ہوتا ہے۔ کہ قبضہ سے زائد داڑھی کا کاٹنا واجب ہے۔ پھر یہ ثابت ہوا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی طول وعرض سے داڑھی کے وہ بال جو قبضہ سے زائد ہوتے کاٹا کرتے تھے۔ آخر میں اسی آخری بات کے متعلق امام ترمذی کے حوالہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی نقل فرمایا۔ جو معترض نے بھی کیا ہے۔ وہ یہ کہ داڑھی کا خفیف ہونا آدمی کے لیے اچھی بات ہے۔ اس خفیفا سے مراد وہ نہیں جو مودودی وغیرہ لیتے ہیں۔ کہ سرے سے داڑھی بقدر رجو ہونی آدمی کے لیے سعادت کی علامت ہے۔ بلکہ یہاں خفت سے مراد قبضہ سے زائد کو کاٹ کر بقیہ مٹھی بھر ہے۔ کیونکہ قبضہ زائد بہر حال بڑی داڑھی کہلاتی ہے۔ اور بعض چہروں پر سجتی بھی نہیں۔ چونکہ قبضہ سے زائد داڑھی کاٹنے کے لیے لفظ یجب

استعمال ہوا۔ کہ مشت بھر سے لمبی داڑھی کے بڑھے ہوئے بال کاٹنے واجب ہیں۔ تاکہ کٹ کر وہ مٹھی بھر رہ جائے۔ جو بھلی معلوم ہوتی ہے۔ علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس وجوب کے بارے میں تاویل ذکر کرتے ہیں۔ کہ اس سے مراد یا تو یَنبَغِی ہے۔ یعنی مٹھی سے زائد کو کاٹ دینا اچھی بات ہے۔ یا سنت مؤکدہ ہے۔ رہا مٹھی تک لمبی کرنا تو اسے واجب فرما رہے ہیں۔ لیکن معترض نے اسے توڑ موڑ کر اپنے مقصود کے لیے پیش کیا۔ جو بالکل غلط اور باطل ہے۔ اس سے قطعاً یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ خشخاشی داڑھی میں ہی سعادت ہے۔ اور صرف اسی قدر کافی ہے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ روایت کا مفہوم جو مذکور ہوا۔ حدیث پاک کے انہی الفاظ کے تحت علامہ خفاجی نے بھی یہی لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

شرح الشفاء

فَإِنْ قُلْتَ قَدْ وَرَدَ فِي الْحَدِيثِ مِنْ سَعَادَةِ الْمَرْءِ خِفَّةُ لِحْيَتِهِ وَهُوَ يُنَافِي كَثْرَتَهَا كَثَّةً؟ قُلْتُ الْمُرَادُ مِنْ ذَالِكَ عَدَمُ طُولِهَا جِدًّا لِمَا وَرَدَ فِي ذَمِّهِ۔

(نسیم الریاض شرح الشفاء جلد ۱ ص ۳۳۱ باب ثانی فصل ثانی)

ترجمہ: تو اگر اعتراض کرے۔ کہ حدیث پاک میں وارد ہے "مرد کی سعادت یہ کہ اس کی داڑھی خفیف ہو"، یہ حدیث داڑھی کے گھنے ہونے کے منافی ہے؟ میں کہوں گا۔ کہ اس خفت سے مراد داڑھی کا بے تحاشا لمبا نہ ہونا ہے۔ کیونکہ اس قسم کی لمبی داڑھی کی مذمت میں روایات وارد ہیں۔ تو معلوم ہوا۔ کہ یہاں ہلکی داڑھی کی سعادت

سے مراد قبضہ سے بڑھی ہوئی کاٹ کر قبضہ برابر کرنا ہے۔ کیونکہ قبضہ سے
بڑھی ہوئی خفیف نہیں۔ بلکہ بڑی اور بعض صورتوں میں معیوب لگتی ہے۔

جواب دوم:

اگرچہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کا جو مقصد تھا۔ وہ ہی جواب کے لیے کافی وشافی ہے۔ اور اگر دوسرے انداز سے جواب دیا جائے۔ تو اس کی گنجائش بھی ہے پہلا جواب تو مذکورہ روایت کی صحت کے پیش نظر تھا۔ یہ جواب خود روایت کی صحت یا عدم صحت کے اعتبار سے ہے۔ مذکورہ حدیث کی صحت پر اعتراض کیا گیا ہے۔ اور اسے سخت مجروح شمار کیا گیا ہے۔ علامہ ہیثمی رقمطراز ہیں۔

مجمع الزوائد:۔

عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال
مِنْ سَعَادَةِ الْمَرْءِ خِفَّةُ لِحْيَتِهِ رواہ الطبرانی
وفیہ یوسف بن الفرق قال الازدی کذاب
(مجمع الزوائد جلد ۵ ص ۱۶۷ باب ما جاء الشارب
و اللحیہ۔ مطبوعہ بیروت لبنان)

ترجمہ:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا مومن کی سعادت میں سے ایک یہ کہ اس کی داڑھی میں خفت اور ہلکا پن ہو۔ اسے طبرانی نے روایت کیا ہے۔ اور اس کے راویوں میں سے ایک راوی یوسف بن فرق ہے۔ جسے ازدی نے کذاب کہا۔

قارئین کرام! جس روایت کے راوی کو کذاب کہا گیا۔ وہ روایت کس طرح دلیل کے طور پر پیش کی جا سکتی ہے۔ لیکن اس کے باوجود اسے بطور استدلال

ذکر کیا گیا۔ یہ دو طرح سے خالی نہیں۔ یا تو مستدل کو اس کے مجروح ہونے کا علم نہ تھا۔ اور از روئے جہالت اپنا غلط مقصد ثابت کرنے کے درپے ہوا۔ اور اگر اس کی جرح پر مطلع تھا۔ تو پھر جانتے بوجھتے دھوکہ دینے کی کوشش کی۔ اور یہ نہ بتایا۔ کہ جس روایت سے میں دلیل پیش کر رہا ہوں۔ وہ سخت مجروح ہے۔ لہذا یہ خواہ جاہل ہو یا دھوکہ باز دونوں طرح روایت مذکورہ اس معترض کا ساتھ نہیں دیتی۔ کہ داڑھی بقدر قبضہ رکھنا سعادت ہے۔ اور منشاء شریعت ہے۔

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ

داڑھی کے بارے میں طاہر القادری صاحب

کے خیالات باطلہ کی تردید

طاہر القادری کی داڑھی کے مسئلہ میں مجھے کوئی تحریر دستیاب نہیں ہو سکی۔ اس مسئلہ پر ان کی ٹیپ شدہ تقریر موجود ہے۔ جو تقریباً ایک گھنٹہ کی ہے۔ اس میں انہوں نے اس مسئلہ پر جو اپنا موقف بیان کیا ہے۔ اس کا خلاصہ چند امور ہیں۔

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اگرچہ داڑھی بڑھانے اور مونچھیں کٹوانے کا حکم دیا ہے۔ لیکن داڑھی کس قدر بڑھائی جائے۔ اس کی حد آپ نے مقرر نہیں فرمائی۔

۲۔ قبضہ برابر داڑھی رکھنا سنت ہونے پر دو احادیث دلالت کرتی ہیں۔ جو حضرت ابی قحافہ اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہیں۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود کی روایت یہ ہے۔ کہ ان کے داڑھی کے بال بڑھے ہوئے تھے۔ تو ان سے کسی نے پوچھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی شریف کتنی لمبی تھی؟ جناب ابن مسعود نے اپنی داڑھی کو قبضہ میں لے کر زائد کو کاٹ کر فرمایا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی اتنی تھی۔ دوسری روایت یہ کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد جناب ابو قحافہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے۔ ان کی داڑھی کے بال بکثرت تھے۔ جو پھیلے ہوئے تھے۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا۔ داڑھی کے بالوں کو اطراف سے کاٹ لو۔ یہ اچھا ہے۔ ان دونوں احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی شریف ایک قبضہ برابر تھی۔ اور یہی سنت ہے

۳۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مقدسہ میں واڑھی بڑھانے اور مونچھیں کٹوانے کا حکم ہے۔ رہا یہ معاملہ کہ داڑھی کی حد کتنی ہونی چاہیئے۔ یعنی کم از کم بڑھانے کی حد کیا ہے۔ اس بارے میں صحیح روایت میری نظر سے کوئی بھی نہ گزری قبضہ سے زائد کے کاٹنے کا ثبوت ملا ہے۔ لیکن قبضہ سے کم داڑھی رکھنے کی مقدار کا ذکر نہیں پایا گیا۔ لہٰذا دیکھنا یہ ہے۔ کہ قبضہ سے زائد داڑھی رکھنا سنت کے تحت ہے یا نہیں؟ اور اسی طرح یہ دیکھنا ہے۔ کہ قبضہ سے کم داڑھی رکھنا سنت کے تحت ہے یا نہیں؟ تو جس طرح قبضہ سے زائد داڑھی رکھنے کو خلاف سنت نہیں کہا جا سکتا۔ اسی طرح قبضہ سے کم کو بھی خلاف سنت نہیں کہا جا سکتا یعنی ایک دو پوروں برابر ہو۔ تو وہ بھی سنت ہی کہلائے گی۔ کیونکہ اس کے خلاف تنبیہ وارد نہیں جس میں قبضہ سے کم رکھنے کو معیوب اور خلاف سنت سمجھا جائے

۴۔ ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر حضرت امام اعظم میں لکھا ہے۔ کہ قبضہ برابر داڑھی رکھنا مستحب ہے۔ جس کا مطلب یہ ہوا۔ کہ قبضہ برابر رکھ لو تو اچھی بات ہے۔ اور اگر چھوٹی بھی ہو تو بھی اس میں کوئی گناہ و حرج نہیں۔

۵۔ داڑھی کا مسئلہ طلاق ایسا ہے۔ یعنی ایک طلاق دے کر عورت کو یونہی چھوڑ دیا جائے۔ دوسرے ماہ دوسری اور تیسرے ماہ تیسری خود بخود واقع ہو جائے گی۔ اسے طلاق احسن کہا گیا ہے۔ اور اگر ہر ماہ ایک طلاق مستقل دی جائے۔ تو یہ طریقہ طلاق حسن کہلاتا ہے۔ اور بیک وقت تین طلاقیں دینا بدعت ہے۔ تو جس طرح پہلی صورت طلاق کو طلاق مسنونہ کہا جاتا ہے اسی طرح دوسری صورت بھی مسنونہ کہلاتی ہے۔ اور یہ دونوں تین طلاقیں بیک وقت دینے کے خلاف ہیں۔ لہٰذا یہ سنت ہوئیں اور وہ بدعت۔ بدعت اور سنت باہم ضد ہیں اسی طرح قبضہ سے زائد یا قبضہ سے کم دونوں طرح کی داڑھی رکھنا سنت ہے۔ کیونکہ ان

دونوں صورتوں میں داڑھی منڈوانا نہیں کہا جائے گا۔ اور داڑھی منڈوانا ممنوع اور بدعت ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا۔ کہ طلاق کی طرح داڑھی قبضہ سے زائد رکھنا یا کم رکھنا۔ (خواہ کسی صورت میں رکھی ہوئی ہو۔) سنت اور بالکل نہ رکھنا (منڈوانا) بدعت اور ناجائز ہے۔ اس لیے خشخاسی داڑھی کو خلاف سنت نہیں۔ بلکہ مطابق سنت کہا جائے گا۔ کیونکہ یہ داڑھی بڑھانے کے تحت شامل ہے۔

جواب امر اوّل:

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے بقول طاہر القادری صرف دو باتوں کا ارشاد فرمایا یعنی داڑھی بڑھاؤ اور مونچھیں پست کرو۔ حالانکہ ایک تیسری بات بھی ارشاد فرمائی جسے ہم ہضم کر گئے۔ وہ یہ ہے دو مشرکین کی مخالفت کرو۔ پوری حدیث ملاحظہ ہو۔

مشکوۃ شریف۔

وعن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ خَالِفُوْا الْمُشْرِكِيْنَ اَوْفِرُوا اللُّحٰی وَ اَحْفُوْا الشَّوَارِبَ۔ مشکوۃ مع مرقات جلد ۸ ص ۲۹۰) باب الترجل فصل اول

ترجمہ:۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مشرکین کے خلاف کرو داڑھیوں کو بڑھاؤ۔ اور مونچھوں کو پست کرو۔ اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ داڑھی اور مونچھوں کے بارے میں مشرکین کا کیا طرز عمل ہے۔ کہ جس کی مخالفت

کرنے کا حکم دیا گیا۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اسی صفحہ و جلد پر اس بارے میں رقمطراز ہیں۔

مرقات:

"اَیْ فَاِنَّھُمْ یَقُصُّوْنَ اللُّحٰی وَ یَتْرُکُوْنَ الشَّوَارِبَ حَتّٰی تَطُوْلَ کَمَا فَسَّرَہٗ بِقَوْلِہٖ اَوْفِرُوا اللُّحٰی اَیْ اَکْثِرُوا اللُّحٰی......... وَالْمَعْنٰی اُتْرُکُوا اللُّحٰی کَثِیْرًا بِحَالِھَا وَ لَا تَتَعَرَّضُوْا اِبَھَا وَاتْرُکُوْا لِتَکْثُرُوْا اُحْفُوْا اَیْ قُصُّوا الشَّوَارِبَ"، مرقات ج۸ ص ۲۹۰

ترجمہ:-

یعنی مشرکین داڑھیاں کٹوایا کرتے تھے۔ اور مونچھوں کے کاٹے بغیر بڑھنے کے لیے چھوڑ دیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ کافی لمبی ہو جاتی تھیں۔ جیسا کہ اس کی تفسیر فرمائی۔ کہ داڑھیوں کو بڑھاؤ اور ان میں کثرتِ بال رکھو...... اور معنیٰ یہ ہوا۔ کہ داڑھیوں کے بالوں کو بڑھنے کے لیے چھوڑ دو۔ انہیں اپنے حال پر رہنے دو۔ اور ان کے کاٹنے یا منڈوانے کے درپے نہ ہو۔ تا کہ وہ لمبی ہو جائیں۔ اور بکثرت ہو جائیں۔ اور مونچھوں کے بال کاٹا کرو۔

قارئین کرام! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اگرچہ داڑھی کے بڑھانے کی مقدار بیان نہیں فرمائی۔ کہ کہاں تک لمبی کرو لیکن یہ صراحت فرما دی۔ کہ اس معاملہ میں مسلمانو تمہیں مشرکین کے طرزِ عمل کے خلاف کرنا ضروری ہے۔ مشرکین کے خلاف کس طرح ہو گا! ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی صورت بیان فرمائی۔ وہ یہ کہ مشرکین داڑھیاں کٹواتے تھے۔ لہٰذا تم نہ کاٹنا۔ گویا کاٹنے اور نہ کاٹنے میں مخالفت ہوئی۔ یہاں ایک نقطہ پیشِ نظر رہے۔ جس سے طاہر القادری وغیرہ

کے بہت سے حیلہ جات کا جواب ضمناً آجائے گا۔ وہ یہ کہ مشرکین داڑھیوں کے بال کاٹتے تھے۔ یہ حقیقت ہے۔ رہا یہ کہ وہ سارے کاٹتے تھے۔ جسے کاٹنا نہیں بلکہ مونڈنا کہا جاتا ہے۔ یا سارے نہیں بلکہ تھوڑے بہت رہنے دیا کرتے تھے۔ جو دُور سے خشخاس کے برابر نظر آتے ہوں۔ ان میں سے کاٹنے کی کوئی صورت معینہ مذکور نہیں۔ بہر حال کاٹتے تھے۔ ادھر جب ہم احادیث مقدسہ اور آثار میں دیکھتے ہیں۔ تو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی داڑھی شریف کے طول و عرض میں سے بال کاٹنا صحابہ کرام کا بھی ایسے کرنا ثابت اور صحیح ہے۔ اب کاٹنا دونوں طرف موجود ہے۔ جن صحابہ کرام کو مشرکین کی مخالفت کا فرمایا ہے۔ خود بھی ان کی مخالفت فرمائی۔ تو یہاں دونوں کے کاٹنے کے باوجود "کاٹنے میں مخالفت" مقصود و مطلوب ہوگی۔ لہذا مطلقاً کاٹنا تو ممنوع نہ ہوا۔ اس کی حد معلوم کرنی پڑے گی۔ کہ کتنی لمبی ہو جائے تو کاٹنے کے باوجود "کاٹنے میں مخالفت" مقصود اس حد سے کم کرتے ہوئے کاٹی گئی۔ تو مخالفت نہیں بلکہ مشرکین سے موافقت ہو گی۔ جس سے شارع علیہ السلام نے منع فرمایا ہے۔ طاہر القادری کے امر دوم کے جواب میں ہم انشاء اللہ ان روایات کو ذکر کریں گے۔ جن میں خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی داڑھی مبارک کو قبضہ سے زائد کی صورت میں زائد کا کاٹنا موجود ہے۔ اور ابو قحافہ کو بھی آپ نے قبضہ سے زائد کاٹنے کا فرمایا۔ لہذا معلوم ہوا کہ قبضہ سے کم ہر قسم کاٹنا مشرکین کی علامت ہے۔ خواہ وہ مشین پھرائیں۔ اور خشخاسی یا چنے جو کے برابر کریں۔ خواہ اس سے ذرا بڑی کر کے کٹوائیں۔ جو حد قبضہ سے کم رہے۔ وہ دو انگلیاں لمبی ہو یا تین یہ تمام صورتیں مشرکین کے کٹوانے کی تھیں۔ ان کی مخالفت کا حکم یہی ہو سکتا ہے۔ کہ اگر کٹوانی ہے۔ تو مٹھی سے بڑھی ہوئی کو کٹواؤ۔ تاکہ مٹھی بھر باقی رہ جائے۔ کیونکہ مشرکین مٹھی بھر نہیں رکھتے تھے۔ یا پھر بالکل کٹوانا چھوڑ دو۔ اگرچہ قبضہ سے

زاہد ہو جائے۔ طاہر القادری وغیرہ اگر حدیث مذکورہ کے مفہوم و مطلب میں غور و فکر کرتے۔ تو انہیں مقدار معین کی بات بھی نظر آ جاتی۔ اور اس بارے میں مختلف احادیث کے درمیان تطبیق بھی ہو جاتی۔ خدا بہتر جانتا ہے۔ کیا تو ان لوگوں نے الفاظ احادیث میں مکمل غور و فکر نہیں کیا۔ اگر یہی بات ہے۔ تو پھر اس اہم مسئلہ پر قلم اٹھانے کی کیا ضرورت تھی۔ اپنی جہالت سے لوگوں کو سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل پیرا ہو کر اس کے فوائد سے محروم کرنے کی ناپاک کوشش کی گئی۔ اور اگر علم تھا۔ اور غور و فکر کیا۔ اور حقیقت حال جانتے بوجھتے پھر ایسا کیا۔ تو اور بھی برا کیا۔ اور اپنی نام نہاد اجتہادیت سے سیدھے سادھے مسلمانوں کو شیطانی خیالات سے مشرکین کی وضع اپنانے کی در پردہ حوصلہ افزائی کی۔ اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل شریف، صحابہ کرام کے عمل شریف اور امت کے تمام علماء اور اولیاء کے عمل سے بیگانہ کرنے کی راہ ہموار کی۔ اللہ تعالیٰ ایسوں کو ہدایت دے۔ اور صراط مستقیم دکھائے۔ سنت متواترہ پر خود عمل کریں۔ لوگوں کو بھی اس کی تعلیم و تلقین کریں۔ آمین

جواب امر دوم:

طاہر القادری کے بقول داڑھی کے سنت مؤکدہ ہونے پر صرف دو عدد احادیث ملتی ہیں۔ میں اس سے قبل اس مسئلہ پر بہت سی روایات نقل کر چکا ہوں۔ حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کا یہ عمل شریف آثار میں موجود ہے۔ کہ ان دونوں حضرات نے قبضہ سے زائد داڑھی کے بال کاٹے۔ ایک تابعی یزید فاسی کا خواب بھی مذکور ہو چکا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے ان کے خواب کو صحیح اور مطابق واقع قرار دیا۔ اس میں بھی داڑھی شریف کے ذکر پر حضرت ابن عباس نے فرمایا۔ لَوْ رَأَيْتَهُ فِي الْيَقْظَةِ مَا اسْتَطَعْتَ

اَنْ تَنْعَتَ هٰـُوٴ قَ هٰذا۔ یعنی اگر تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بیداری میں دیکھتے تو بالکل ویسا ہی پاتے جیسا کہ تم نے خواب میں دیکھا۔ یزید فارسی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک سینہ پر پھیلی ہوئی دیکھی تھی۔ اگر قبضہ سے کم ہوتی جیسا کہ طاہر القادری وغیرہ کا موقف ہے۔ تو سینہ پر پھیلنا ناممکن ہوتا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے قبضہ میں داڑھی لے کر زائد بالوں کو کاٹ کر فرمایا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک ایسی تھی۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد ابو قحافہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لَوْ اَخَذْتُمْ اَنّی لَوْ اَخَذَ بَعْضُکُمْ اَیُّهَا الصَّحَابَۃُ لَکَانَ حَسَنًا وَ اَشَارَ ای النبی صلی اللہ علیہ وسلم بِیَدِہٖ اِلٰی نَوَاحِیْ لِحْیَتِہٖ فَالْاِشَارَۃُ قَامَتْ مَقَامَ الْعِبَارَۃِ۔ (شرح مسند امام اعظم لملا علی قاری ص۲۱۰ مطبوعہ مجتبائی)۔

اگر تم اے صحابہ اپنی قبضہ سے بڑھی داڑھی کاٹ لو۔ تو بہت بہتر ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست اقدس سے داڑھی کے اطراف کی طرف اشارہ فرمایا۔ یعنی دائیں بائیں سے کاٹتے۔ لہذا آپ کا اشارہ فرمانا۔ دراصل عبارت النص کے قائم مقام ہوا۔

اس سے معلوم ہوا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبضہ برابر داڑھی رکھنے کا حکم دیا۔ کیونکہ ملا علی قاری نے آپ کے اشارہ فرمانے کو عبارت (یعنی دو ٹوک بات) سے تعبیر فرمایا ہے۔ اب ان عبارات سے یہ ثابت تو ہو گیا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان مبارک سے "الامر للوجوب" کے تحت نہ سہی کم از کم قبضہ برابر داڑھی رکھنا سنت مؤکدہ تو لازم ہوئی۔

یہاں ہم بعض شارحین کی ایسی عبارات نقل کرتے ہیں۔ جن میں لفظ "سنت"

سے کج فہموں نے غلطی کھائی۔ اور دل پر پتھر رکھ کر سنت مانتے ہیں۔ لیکن سنت مؤکدہ نہیں بلکہ سنت زائدہ جو مستحب کے درجہ میں ہوتی ہے۔ طاہر القادری وغیرہ بھی یہی موقف اپنائے ہوئے ہیں۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ داڑھی قبضہ برابر رکھنا واجب ہے۔ اگر اس کے لیے لفظ "سنت" شارحین کرام نے استعمال فرمایا۔ تو اس سے مراد ثابت من السنۃ ہے۔ یعنی اس کا وجوب سنت واحادیث سے ثابت ہے۔ نص قرآنی سے وجوب ثابت نہیں۔ ملاحظہ ہو۔

اشعۃ اللمعات:

ترجمہ: ۔ داڑھی منڈانا حرام ہے۔ یہ افرنگیوں اور ہندوؤں کا طریقہ ہے۔ اور جوگی لوگ جنہیں قلندریہ کہتے ہیں۔ ان کی عادت ہے حالانکہ داڑھی مشت برابر رکھنا واجب ہے۔ جن حضرات نے اس مقدار کو سنت کہا ہے۔ ان کا مطلب یہ ہے کہ اس قدر داڑھی رکھنا دین میں جاری وساری طریقہ ہے۔ یا اس کو سنت کہنا اس لیے ہے۔ کہ اس کا ثبوت حدیث سے ہے۔ جیسا کہ نماز عید کو سنت کہتے۔

(اشعۃ اللمعات شرح المشکوٰۃ جلد ۱ ص ۲۲۸ کتاب الطہارۃ باب السواک فصل اول مطبوعہ لکھنؤ)

جناب شیخ عبدالحق محدث دہلوی ؒ کے مذکورہ بیان سے معلوم ہوا۔ کہ (۱) داڑھی منڈانا حرام ہے۔ ۲۔ داڑھی ایک مشت برابر رکھنا واجب ہے۔ یہ بھی جانتے کہ جب منڈانا حرام ہو تو رکھنا واجب ٹھہرا۔ اور جب رکھنا واجب ٹھہرا تو منڈانا حرام ہوا۔ گویا دو طرح سے آپ نے داڑھی کے قبضہ برابر ہونے کے وجوب کو ثابت فرمایا ہے۔ اور جن لاعلموں نے قولِ امام سے دھوکہ کھایا۔ کہ داڑھی رکھنا سنت لکھا گیا۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی ؒ نے اس کے دو جوابات رقم فرمائے

ایک یہ کہ لفظ سنت اصلاح فقہ والا نہیں ۔ بلکہ اپنے حقیقی لغوی معنی پر ہے ۔ یعنی قبضہ برابر داڑھی رکھنا دین میں ایک ایسا طریقہ چلا آرہا ہے ۔ جو ہر دور میں جاری و ساری رہا اور اسے امت نے پسندیدہ سمجھا ۔ لفظ سنت کی یہ لغوی تعریف بڑی وسیع ہے جو فرض و واجب اور سنت مؤکدہ سبھی پر منطبق ہو جاتی ہے ۔ جیسا کہ تعداد رکعات نماز قرآن سے ثابت نہیں لیکن فرض ہیں ۔ نماز عید بھی اسی قسم کی سنت ہے ۔

دوسرا جواب یہ دیا ۔ کہ سنت سے مراد ثابت بالسنۃ ہے ۔ اور یہ کہاں کا قانون ہے ۔ کہ ہر وہ حکم جو سنت (حدیث) سے ثابت ہو ۔ وہ فرض و واجب ہرگز نہیں ہوتا ۔ بلکہ سنت بھی نہیں ۔ کیونکہ طاہر القادری وغیرہ اسے مستحب کے درجہ میں مانتے ہیں ۔ اگر یہی اصل و قاعدہ تسلیم کر لیا جائے ۔ تو بہت سے فرائض و واجبات کا انکار لازم آئے گا ۔ اس کی مثال بھی نماز جنازہ اور نماز عید دی گئی ہے ۔

مرقات :۔

اور کہا گیا ہے ۔ کہ داڑھی منڈانا حرام ہے ۔ کیونکہ یہ مثلہ میں داخل ہے ....

اور داڑھی کا کتروانا اور چھوٹا کرنا عجمیوں کا فعل تھا ۔ لہذا دونوں یہ کام مشرکین کی علامت بن گئے ہیں ۔ جیسے فرنگی ، ہندو اور ان لوگوں کا کام جن کا دین میں کوئی حصہ نہیں جنہیں قلندریہ کہتے ہیں ۔

(مرقات شرح مشکوۃ جلد دوم ص ۴ باب السواک فصل اول مطبوعہ امدادیہ ملتان)

قارئین کرام ! داڑھی منڈانے کو ملا علی قاری نے حرام فرمایا جب منڈانا حرام تو رکھنا لازماً واجب ہو گا ۔ کیونکہ منڈانے سے مشرکین مجوس ، ہندوؤں اور بے دینوں کی مشابہت پائی جاتی ہے (اس کے علاوہ تشبہ بالنساء اور مثلہ بھی پایا جاتا ہے جو حرام ہے ؟ لیکن تعجب ہے ۔ کہ طاہر القادری اسے صرف سنت مستحبہ کہتے

اور یہ علت پیش نظر نہیں۔ کہ داڑھی کے رکھنے کا زور اس لیے دیا جا رہا ہے۔ کہ ایسا کرنے سے مجوس و مشرکین کی مخالفت ہو گی۔ کیا مشرکین کی مخالفت صرف امر مستحب ہوتی ہے۔؟ داڑھی رکھنا وہ عمل متواتر ہے۔ جسے حضرت آدم سے تا نبی آخر الزمان علیہم السلام اور ان حضرات کے تمام صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین کے علاوہ امت محمدیہ کے تمام اولیاء اور علماء نے اپنا شعار بنایا۔ اگر صرف مستحب ہوتی۔ تو اس قدر اہتمام کیوں ہوتا؟ خصوصاً جب ہم امتیوں کو سرکار دو عالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و اتباع کا حکم دیا گیا ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں۔ کہ ان تمام حضرات کی مخالفت کرتے ہوئے غلط تاویلات کا سہارا لیتے ہوئے قبضہ سے کم داڑھی کو مستحب قرار دینا انتہائی بدبختی اور آخرت کی تباہی ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

جواب امر سوم:

طاہر القادری کا کہنا ہے۔ کہ قبضہ برابر داڑھی رکھنا اگرچہ سنت ہے۔ لیکن قبضہ سے زیادہ رکھنا سنت ہے یا نہیں؟ اور یہ واضح ہے کہ قبضہ سے زائد رکھنا خلاف سنت نہیں۔ تو قبضہ سے کم رکھنا بھی سنت کے خلاف نہ ہو گا۔ یعنی سنت ہی ہو گا۔ الخ

طاہر القادری کا یہ قیاس و استدلال محض فاسد و باطل ہے۔ کیونکہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو عدد احادیث میں سے "داڑھی بڑھاؤ" اس پر دلالت کرتی ہے۔ کہ جہاں تک بڑھے بڑھنے دو۔ دوسری حدیث کہ آپ نے قبضہ سے زائد داڑھی لمبی نہیں ہونی چاہیے۔ ان دونوں احادیث میں تطبیق دیتے ہوئے ملا علی قاری لکھتے ہیں۔

مرقات شرح مشکوٰۃ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی داڑھی شریف کو طول وعرض سے کاٹتے تھے۔علامہ طیبی نے کہا۔کہ یہ حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی مخالف نہیں ہے۔جس میں "داڑھی بڑھاؤ،، کے الفاظ ہیں۔لِاَنَّ الْمَنْهِيَّ عَنْهُ هُوَ قَصُّهَا كَفِعْلِ الْاَعَاجِمِ اَوْ جَعْلُهَا كَذَنَبِ الْحَمَامِ۔ یعنی جس قسم کی داڑھی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔وہ عجمیوں کی طرح کاٹنا ہے۔یا اُسے کبوتر کی دم کی طرح کر ڈالنا ہے۔چونکہ احادیث میں قبضہ تک کاٹنے اور بڑھانے دونوں طرح کے ارشادات نبوی موجود ہیں۔جن میں بظاہر تھوڑا سا ٹکراؤ نظر آتا ہے۔کہ اگر بڑھانا مقصود ہے۔تو قبضہ سے بڑھ جائے۔کیا حرج ہے۔بلکہ بڑھانے کے حکم پر عمل ہی ہوگا۔اور قبضہ تک بڑھنے کے بعد زائد کو کاٹنا بہر حال مزید بڑھنے سے روکنا ہے۔لہٰذا یہ بڑھانے کے حکم کے خلاف ہوا۔ان دو اقسام کی روایات میں باہم تطبیق کی ضرورت تھی تاکہ دونوں پر عمل ہو سکے۔لہٰذا علمائے کرام اور محدثین عظام نے یوں تطبیق دی۔کہ بڑھانے سے مراد اس حد سے زیادہ بڑھانا ہے جتنی عجمی، افرنگی اور مجوسی رکھتے ہیں۔اور اسی قدر بڑھانے کو مجوس کی مخالفت سے احادیث میں تعبیر کیا گیا چونکہ مشرکین اور یہود وہنود یا تو سرے سے منڈواتے تھے۔یا پھر خشخاسی سی رکھ لیتے۔لہٰذا ان کی مخالفت نہ منڈوانے اور خشخاسی سے زائد رکھنے میں ہوئی۔اور جب اس مقدار سے لمبی ہوگئی۔اور قبضہ تک پہنچ گئی۔تو قبضہ تک لمبی کرنا اور بڑھانا منشاء شارع خود ان کے قول وفعل سے ثابت ہوا۔اور اس سے مراد زائد بڑھے بالوں کو کترانا بڑھانے کے خلاف نہ ہوا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے داڑھی شریف کے بارے میں "کبوتر کی دم،، بطور

خاص ذکر فرمائی۔ جو آپ کے تا قیامت حالات پر نظر رکھنے کی واضح دلیل ہے۔ آج بھی کچھ داڑھیوں والے ایسے نظر آتے ہیں۔ جو داڑھی کے اطراف سے اس قدر بال کاٹ ڈالتے ہیں۔ یا بالکل منڈوا دیتے ہیں۔ جو از روئے شرع قبضہ سے کم یا بالکل ناپید ہو جاتے ہیں۔ اور ٹھوڑی کے اوپر اگنے والی داڑھی ایک دو انگل جتنی رکھ چھوڑی۔ یا اس سے کچھ کم و بیش ہوئی۔ تو یہ صورت داڑھی بھی خلاف شرع ہے اور منشاء شارع کے خلاف ہونے کی وجہ سے حرام ہے۔ جیسا کہ عرب ممالک میں بہت سے عوام و خواص اس کا نمونہ دکھائی دیتے ہیں۔ قبضہ تک لمبی رکھنے میں تو سبھی فقہائے کرام متفق ہیں۔ کہ اس سے کم نا جائز ہے۔ لیکن قبضہ سے زائد بڑھے بالوں کا کاٹنا واجب ہے یا سنت و مستحب ہے۔ اس میں چند اقوال ہیں۔ مختصر یہ کہ اگر قبضہ سے زائد داڑھی چہرے کو خوبصورت بناتی ہو۔ اور اسے زینت بخشتی ہو۔ تو کٹوانے میں کوئی حرج نہیں۔ اور اگر اتنی طویل و عریض داڑھی خوبصورتی کو مسخ کرتی اور لوگوں کو مذاق و استہزاء کا موقعہ دیتی ہو۔ تو اسے قبضہ تک لے آنا بہت بہتر ہے۔

اب میں پھر طاہر القادری کے استدلال کی طرف آتا ہوں۔ داڑھی مٹھ تک رکھنا سنت اور قبضہ سے زائد بھی سنت ہے۔ یہاں تک تو بات درست ہے کیونکہ "داڑھی بڑھاؤ" ان دونوں صورتوں میں پایا جاتا ہے۔ لیکن قبضہ سے کم رکھنا اسے سنت کہنا کس طرح جائز ہے۔؟ اس کی سنیت یا جواز کے لیے کوئی حدیث قولی یا فعلی ہونی چاہیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل شریف، حضرات صحابہ کرام کا عمل شریف یا تابعین و تبع تابعین کسی کا قول و فعل تو ہونا چاہیئے۔ جب کسی حدیث کی کتاب۔ آثار وغیرہ میں اس کا نام و نشان تک نہیں ہے۔ تو پھر اس کی سنیت کہاں سے آگئی؟ اور جب ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم کو دیکھتے ہیں

کہ مشرکین و مجوس وغیرہ کی مخالفت کرو۔ تو یہ مخالفت کیونکر ہو گی۔ اور اگر قبضہ برابر رکھی تب بھی سنت اگر زائد رکھی تب بھی سنت اور اگر قبضہ سے کم رکھی تب بھی سنت آ جا کر بالکل مونڈنے سے مخالفت ہو گی۔ اور نہ مونڈنے والے وہ لوگ جو چنے برابر بڑھاتے ہیں۔ ان کا یہ عمل، مخالف مشرکین نہ ہو گا، اور قبضہ سے کم لمبی رکھنا ان لوگوں کا کام ہے۔ جن کا دین میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ گویا طاہر القادری اپنی غلط تاویل و استدلال سے مسلمانوں کو مشرکین و یہود و ہنود کی مخالفت کی بجائے موافقت میں لے جانا چاہتے ہیں۔ اور بے دینی کی راہ ہموار کرنا چاہتے ہیں۔ جب قبضہ برابر لمبی داڑھی رکھنے پر اجماع امت ہے۔ تو تمام امت کی مخالفت طاہر القادری ہی کر سکتا ہے یا پھر اس کا کوئی اسی مسئلہ میں ہم مشرب جیسا کہ مودودی وغیرہ ہیں۔ جس کی تردید پوری تفصیل کے ساتھ بیان ہو چکی ہے۔

امر چہارم کا جواب:

طاہر القادری نے شرح مسند امام اعظم سے جناب ملا علی قاری کی ایک عبارت پیش کی۔ جس میں قبضہ برابر داڑھی رکھنے کو مستحب قرار دیا گیا ہے۔ یعنی اس قدر رکھ لے تو اچھا ہے۔ اور اگر نہ بھی رکھے تو کوئی گناہ نہیں ہے۔ پھر خود اپنی رائے بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ کہ میری ذاتی رائے یہ ہے۔ کہ قبضہ برابر داڑھی رکھنا مستحب ہی نہیں بلکہ سنت غیر موکدہ ہے۔ گویا مستحب تو تسلیم لیکن ذرا اور اہمیت ہے۔ کہ سنت ہی کہہ لیں۔ لیکن موکدہ نہیں بلکہ غیر موکدہ ہے۔ طاہر القادری کے اس موقف کا میں کتب فقہ سے جائزہ پیش کرتا ہوں۔

اولیں گزارش یہ کہ طاہر القادری نے ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا نام جو بڑے طمطراق سے ذکر کیا۔ اور ان کے قول کو سند کے طور پر پیش کیا۔ اس سے اس کا

مقصود صرف اپنے موقف کی تائید تلاش کرتا ہے۔ ورنہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا اپنا موقف جو گزشتہ اوراق میں ہم نے بیان کیا۔ وہ اس کے خلاف ہے انہوں نے مذکورہ مقام پر جو لفظ "مستحب" ذکر کیا ہے۔ یہ نہ تو اصطلاحی مستحب بنتا ہے اور نہ ہی احادیث اس کا ساتھ دیتی ہیں۔ اصطلاحی مستحب وہ ہے۔ کہ جس کا نہ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہو۔ نہ عملاً آپ سے مروی ہو۔ لیکن وہ عمل اچھا ہو۔ اور خلاف سنت نہ ہو۔ مستحب کی یہ تعریف طاہر القادری کو بھی تسلیم ہے۔ اب ہم اس سے دریافت کرنے میں حق بجانب ہیں۔ کہ قبضہ برابر داڑھی رکھنا کیا اس کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی حکم نہیں دیا۔ اور کیا آپ نے خود عملی طور پر داڑھی نہ رکھی۔؟ حالانکہ گزشتہ اوراق میں احادیث سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ قولی اور فعلی سنت ہے۔ ملا علی قاری کا اپنا موقف ملاحظہ ہو۔

مرقات شرح مشکوٰۃ:

وَ سَيَجِيئُ اسْتِحْبَابُ فَضْلِ اللِّحْيَةِ طُوْلاً وَعَرْضًا لٰكِنَّهُ مُقَيَّدٌ اِذَا زَادَ عَلَى الْقُبْضَةِ وَ هٰذَا فِي الْاِبْتِدَاءِ وَ اَمَّا بَعْدَ مَا طَالَتْ فَقَالُوْا لَا يَجُوْزُ قَصُّهَا كَرَاهَةَ اَنْ تَصِيْرَ مُثْلَةً وَ اَقُوْلُ يَنْبَغِيْ اَنْ يُدْرَجَ فِيْ اَخْذِهَا لِتَصِيْرَ مِقْدَارَ قُبْضَةٍ عَلٰى مَا هُوَ السُّنَّةُ وَ الْاِعْتِدَالُ الْمُتَعَارَفُ لَا اَنَّهُ يَاْخُذُهَا بِالْمَرَّةِ فَيَكُوْنُ مُثْلَةً۔

(مرقات شرح مشکوٰۃ جلد ۸ ص ۲۹۱ باب الرجل فصل اول)

ترجمہ:

عنقریب آرہا ہے۔ کہ داڑھی کے طول و عرض سے قبضہ سے زائد بال کاٹنے مستحب ہیں۔ لیکن یہ کاٹنے اس وقت مستحب ہوں گے جب قبضہ سے زائد ہو جائیں۔ اور یہ ابتداء میں ہے۔ (یعنی جب داڑھی کے بال بڑھنے شروع ہوئے اور پہلی مرتبہ قبضہ تک پہنچ گئے۔ اب جو زیادہ لمبے ہونے لگیں انہیں کاٹ ڈالا جائے) اور اگر کسی نے قبضہ برابر ہونے کے بعد زائد بالوں کو نہ کاٹا۔ حتیٰ کہ وہ قبضہ سے بڑھ گئے۔ اب ان بڑھے ہوئے بالوں کو کاٹنا بعض نے ناجائز فرمایا ہے۔ کیونکہ یہ مثلہ نہ ہو جائے جو مکروہ ہے۔ میں کہتا ہوں۔ کہ یہاں بھی زائد بال کاٹنے میں یہ بات پیش نظر رہنی چاہیے کہ کاٹنے کے بعد بقیہ داڑھی قبضہ برابر رہنی چاہیے۔ جیسا کہ سنت ہے اور متعارف درمیانہ قسم کی داڑھی بھی ہے۔ یہ نہیں۔ کہ بالکل جڑوں سے کاٹ ڈالے۔ کیونکہ یہ بھی مثلہ ہو جائے گا۔

ملا علی قاری نے بات واضح کر دی۔ کہ جب داڑھی کے طول و عرض کے بال قبضہ سے زائد لمبے ہو جائیں۔ تو ان کا کاٹنا مستحب ہے۔ لیکن اس قدر کہ بقیہ بال قبضہ برابر رہ جائیں۔ کیونکہ قبضہ برابر بال رکھنے سنت ہیں۔ دوسری بات یہ ذکر فرمائی۔ کہ اگر کسی کی عادت یہ ہے کہ قبضہ سے جب کچھ بال بڑھے تو اسے کاٹتا رہا جیسا کہ انہوں نے مرقات جلد ۸ ص ۲۹۸ پر لکھا ہے۔

وَكَانَ يَفْعَلُ ذَالِكَ فِي الْخَمِيْسِ وَالْجُمُعَةِ وَلَا يَتْرُكُوْنَهُ مُدَّةً طَوِيْلَةً۔

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعرات یا جمعہ کو قبضہ سے زائد بالوں کو

کاٹا کرتے تھے۔ اور اس سے زائد عرصہ تک کے لیے لمبا ہونے کے لیے نہیں چھوڑا کرتے تھے۔

اس طرح کاٹتے رہنے سے کوئی شک وشبہ میں نہ پڑے گا۔ ہاں اگر کسی نے قبضہ سے زائد بڑھنے دی۔ اور وہ بڑھتی ہی رہی۔ کہ کاٹنے کا موقعہ ہی نہیں ملا۔ یا کاٹی ہی نہیں۔ اب کافی عرصہ گزرنے اور بہت زیادہ لمبے بال ہونے کے بعد اگر یک لخت کاٹے گا۔ تو یہ بھی عجیب سا لگے گا۔ اور مثلہ کی سی کیفیت دکھائی دے گی۔ کیونکہ لوگوں کی نظر میں اب اس کی لمبائی اس قدر نہ رہے گی۔ جس قدر وہ روزانہ دیکھا کرتے تھے۔ ان دونوں صورتوں کے بعد اپنا موقف پیش کرتے ہوئے ملا علی قاری فرماتے ہیں۔ کہ خواہ ابتداء کاٹتا رہا ہو خواہ عرصہ دراز کے بعد لیکن کاٹنے کے بعد قبضہ تک باقی رہنے دے۔ یہ طریقہ سنت ہے۔ اور اس قدر داڑھی لمبی رکھنا سنت ہے۔ جب ملا علی قاری اس قبضہ برابر بقیہ داڑھی کو سنت کہہ رہے ہیں۔ تو پھر "مستحب" کہنے کا کیا مفہوم ہو گا؟ طاہر القادری کو جب یہ معلوم ہو گیا۔ کہ ملا علی قاری قبضہ برابر داڑھی رکھنے کو سنت کہہ رہے ہیں۔ اور شرح مسند امام اعظم کے حوالہ سے ان سے استحباب کا قول نقل کیا۔ تو اب تطبیق دینے بیٹھ گیا۔ کہ سنت سے مراد سنت غیر موکدہ ہے اور یہی مستحب سے ملتی جلتی ہے۔ کیونکہ دونوں میں معمولی سا اصطلاحی فرق ہے۔

سنت غیر موکدہ وہ کہ جس کے کرنے سے ثواب اور نہ کرنے پر گناہ نہیں اور مستحب بھی یہی ہے۔ لیکن داڑھی رکھنے کا عمل چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ لہٰذا اسے سنت کہنا پڑے گا۔ اور مستحب وہ کہ جو اچھا ہو لیکن نہ اُسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہو نہ اس کا حکم دیا ہو۔ اور نہ ہی منع فرمایا ہو۔ یہ اصطلاحی فرق ہے۔ لیکن دونوں امور اس بات میں مشترک ہیں۔ کہ دونوں کا ضروری ہونا معدوم ہے۔ اس کی مثال عصر کی پہلی چار سنتیں ہو سکتی ہیں۔ غیر موکدہ ہیں پڑھ لیں تو

ثواب نہ پڑھیں تو کوئی گناہ نہیں ہے مستحب کی مثال کوئی ایسے نفل ادا کرنا ہے۔ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا نہ فرمائے۔ انہیں ادا کرنے والا بھی ثواب کا مستحق اور نہ کرنے والا قطعاً گناہ گار نہیں۔ طاہر القادری کا کہنا یہ ہے۔ کہ ملا علی قاری کا داڑھی قبضہ برابر رکھنا سنت کہنا اور مستحب کہنا ایک ہی بات ہے۔ جس کا نتیجہ یہ کہ قبضہ برابر رکھو تو ثواب ہے۔ اچھا ہے۔ اور اگر نہ رکھو۔ تو کوئی گناہ و عذاب نہیں ہے

میں یہ کہتا ہوں۔ کہ طاہر القادری کا جناب ملا علی قاری کے نام سے اپنا مدعا ثابت کرنا اس سے اصل مقصد اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد تعمیر کرنا ہے۔ نہ یہ کہ داڑھی کے بارے میں مسئلہ شرعی اور حقیقت کی وضاحت کی جائے۔ داڑھی کی اہمیت کو کم کر کے اس طرح طاہر القادری نے دراصل نفس پرست اور سنت رسول سے برگشتہ نوجوانوں کو غلط راہ پر ڈالنے کی دانستہ کوشش کی ہے۔ اگر پاس شریعت ہوتا۔ اور سنت رسول کی اہمیت اجاگر کرنا مقصود ہوتی۔ تو ملا علی قاری کی دوسری عبارات و مفسرین کرام و مجتہدین عظام کے اقوال و ارشادات پیش کرنے میں اپنی سعادت سمجھتا۔ شیخ محقق علامہ عبدالحق محدث دہلوی کے حوالہ جات یعنی اشعۃ اللمعات سے حوالے دیتا جو ہم ذکر کر چکے ہیں۔ محقق علی الاطلاق امام ابن ہمام کی تحریر پیش کی جاتی جس میں قبضہ برابر داڑھی رکھنے کا وجوب مصرح ہے

فتح القدیر:

عن النبی صلی اللہ علیہ و سلم یُحْمَلُ الْاِعْفَاءُ عَلٰی اِعْفَاءِ ھَا مِنْ اَنْ یَّاخُذَ غَالِبَھَا اَوْ کُلَّھَا کَمَا ھُوَ فِعْلُ الْمَجُوْسِ الْاَعَاجِمِ وَ اَمَّا الْاَخْذُ مِنْھَا وَھِیَ دُوْنَ ذٰلِکَ کَمَا یَفْعَلُہٗ بَعْضُ الْمَغَارِبِ وَ مُخَنَّثَۃُ الرِّجَالِ فَلَمْ

یُبِیْحُہٗ اَحَدٌ۔

(فتح القدیر جلد دوم ص ۷۷، باب ما

ترجمہ:-

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جو داڑھی کے اعفاء کے بارے میں ارشاد مروی ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ داڑھی کا اکثر حصہ کاٹ ڈالا جائے یا بالکل چٹ نہ کر دیا جائے۔ جیسا کہ عجمی مجوسیوں کا کام ہے۔ لہٰذا قبضہ سے کم کا کاٹنا جیسا کہ بعض انگریز اور خسرے کرتے ہیں تو اسے کسی نے بھی مباح نہیں فرمایا۔

قارئین کرام! جب داڑھی قبضہ سے کم رکھنا امت میں سے کسی نے بھی اسے جائز و مباح نہیں کیا۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا۔ کہ ایسا کرنا مکروہ تحریمی اور حرام ہے۔ اور دوسرا پہلو یہ نکلا۔ کہ قبضہ برابر رکھنا واجب ہوا۔ طاہر القادری کو چاہیئے تھا۔ کہ ایسے محقق علی الاطلاق شخص کے قول سے استناد و استنباط کرتے نہ کہ ملا علی قاری کا وہ قول جو کسی قانون و ضابطہ کے تحت نہیں آتا، اس سے استشہاد پیش کرتے۔ اس لیے ممکن ہے۔ کہ ملا علی قاری کا مذکورہ قول کاتب کی غلطی کے قبیعہ سے ہو۔ یا کسی مدرج نے درج کر دیا ہو۔ حالانکہ ملا علی قاری خود قبضہ بھر لمبی داڑھی کے سنت موکدہ ہونے کے قائل ہیں۔ طاہر القادری بھی سمجھ گیا تھا۔ کہ ملا علی قاری کا "مستحب" کہنا علماء کو منظور و مقبول نہیں ہوگا۔ اسی لیے اپنی طرف سے "سنت غیر موکدہ" کا نام دے دیا۔ طاہر القادری کی طرح کا ایک مفتر جو داڑھی کے معاملہ میں اس کا ہم خیال و ہم نوا ہے۔ یعنی مولوی غلام رسول سعیدی نے یہاں ذرا احتیاط سے کام لیا مستحب، سنت غیر موکدہ کے علاوہ اس نے محتاط قول یہ کیا۔ کہ قبضہ برابر داڑھی رکھنا محتاط قول کے مطابق واجب ہے۔ اس کی عبارت

ملاحظہ ہو۔

شرح مسلم شریف:

اس تمام تفصیل کے باوجود اکثر فقہاء نے لکھا ہے۔ ایک مشت سے کم داڑھی کٹانا یا منڈوانا جائز نہیں ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ قبضہ واجب ہے۔ محقق علی الاطلاق ابن ہمام نے اس کی یہ توجیہ کی ہے۔ مسلم شریف میں حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مونچھیں کم کرو، داڑھی بڑھاؤ، مجوس کی مخالفت کرو، تو مجوس یا داڑھی بالکل منڈاتے یا قبضہ سے کم رکھتے تھے۔ اس لیے حدیث شریف کا مطلب ہے۔ کہ کل یا اکثر داڑھی کاٹنے میں مجوس کی مخالفت کرکے داڑھی بڑھاؤ۔ اس لحاظ سے اس حدیث میں مطلقاً داڑھی بڑھانے کا حکم نہیں ہے۔ بلکہ قبضہ تک داڑھی بڑھانے کا حکم ہے۔ اور اس کی علت مجوس کی مخالفت ہے اس لیے احتیاط کا تقاضا یہ ہے۔ کہ ایک مشت داڑھی کو بقول اکثر فقہاء کے وجوب پر محمول کرنا ہے۔ (شرح مسلم جلد اول ص ۴۳۰)

غلام رسول سعیدی کی مذکورہ عبارت کا مطلب یہی ہے۔ کہ قبضہ سے کم رکھنا خواہ وہ مونڈنے کی صورت میں ہو۔ یا کترانے کی صورت میں اسے فقہاء نے جائز نہیں قرار دیا۔ لہٰذا قبضہ برابر لمبی رکھنا واجب اور اس سے کم حرام ہوئی۔ اکثر فقہاء کرام قبضہ برابر بھر داڑھی کے وجوب کے قائل ہیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور محقق علی الاطلاق۔ (جنہیں اعلحضرت بھی انہی

القاب سے یاد کرتے ہیں) کے سامنے طاہر القادری تو طفل مکتب کی حیثیت رکھتا ہے۔ تو خود طاہر القادری بھی اعلیٰ حضرت کا عظیم مداح اور ان کے تبحر علمی کا قائل ہے۔ لیکن صد افسوس جب اپنی مذموم مقصد کو ثابت کرنے کے درپے ہوا۔ تو ان حضرات کے تقدس علمی اور مرتبہ کا قطعاً خیال نہ کیا۔ حالانکہ قبضہ سے کم داڑھی کے عدم جواز کے یہ سب حضرات قائل اور طاہر القادری اس کے جواز کا فتویٰ دے رہا ہے۔ اور سنت کے زمرہ میں شامل کرنے کی ٹھان رکھی ہے۔ اندھے پن میں یہ خیال بھی نہ آیا۔ کہ "سنت" کی تعریف بھی اس پر منطبق ہوتی ہے۔ یا نہیں۔ سنت وہ کام جو حضور سرور کونین حضرت محمد رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم کریں، کہیں یا آپ کے صحابہ کرام سے ایسے منقول ہو۔ تو کیا قبضہ سے کم داڑھی رکھنے یا کٹوانے کے بارے میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول وفعل اور حضرات صحابہ کرام کا عمل کہیں ثابت ہے۔؟ جب نہیں تو پھر قبضہ سے کم داڑھی کو "سنت" کہنا کہاں کا انصاف ہے؟ بلکہ یہ فعل تو مشرکین ومجوس اور یہود وہنود کا تھا۔ اب ان ملعونوں کے فعل کو ایک نام نہاد مفکر سنت کہے۔ تو عاقبت برباد نہ ہوئی اور اپنے لیے جہنم کا راستہ ہموار نہ کیا؟

قارئین کرام! مودودی، غلام رسول سعیدی اور طاہر القادری وغیرہ کی تحریرات پر تنقید ہم نے ان سے ذاتی دشمنی یا مخالفت کی بنا پر نہیں کی بلکہ محض ایک دینی اور شرعی مسئلہ کی خاطر ایسے کیا۔ کیونکہ ان کی تحریرات سے عوام تو عوام پڑھے لکھے لوگوں کے گمراہ ہونے کو ہم بھانپ رہا تھا۔ یوں ایک سنت متواترہ سے لوگوں کا عقیدہ اٹھ جائے گا۔ اور اس کی کوئی اہمیت نہ سمجھیں گے۔ حالانکہ یہ ایک نہایت اہم عمل اور عظیم سنت ہے۔ مختصر یہ کہ داڑھی قبضہ برابر کرنا سنت موکدہ

بلکہ واجب ہے۔ اور اس سے کم کرنا خواہ کاٹ کر خواہ مونڈ کر حرام ہے۔ اور قبضہ سے زائد بال اگر خوبصورت لگیں۔ تو رکھنے میں مضائقہ نہیں۔ ورنہ قبضہ تک کاٹ دیئے جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سنت عظیمہ پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین ثم آمین

مولانا غلام رسول سعیدی صاحب کے

دلائل کا تنقیدی جائزہ

شرح مسلم شریف:

آجکل کچھ مساجد میں بعض ائمہ کرام کی داڑھی ایک مشت سے کم ہوتی ہے، ہر چند کہ ایک مشت سے کم داڑھی رکھنا غیر مستحسن ہے لیکن ان کو فاسق معلن قرار دینا اور ان کی امامت کو مکروہ تحریمی، نماز کو واجب الاعادہ قرار دینا باطل ہے۔ خصوصاً اس صورت میں جبکہ احناف کی اکثریت فسق قطعی اور غیر مؤول کے مرتکب کی اقتداء میں نماز کو مکروہ تنزیہی قرار دیتی ہے۔ اور یہ کہ ان کی اقتداء میں جماعت کا ثواب مل جاتا ہے۔ اور اکیلے نماز پڑھنے سے ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا بہتر ہے۔ (شرح مسلم جلد دوم ص ۲۳۱ فرید بک سٹال لاہور)

نوٹ:

مذکورہ عبارت میں "داڑھی مشت سے کم رکھنا غیر مستحسن ہے" پر غلام رسول سعیدی نے حاشیہ آرائی ان الفاظ میں کی۔

"جمہور علماء کی تصریح کے مطابق ایک مشت تک داڑھی سنت ہے۔ (ہدایہ جلد اول ص ۲۲۱) اور ملا علی قاری نے قبضہ تک داڑھی کو مستحب قرار دیا ہے (شرح مسند امام اعظم ص ۲۱۰) اور "فسق" سنت یا کسی مستحب کے ترک کو نہیں فرض کے ترک یا حرام کے ارتکاب کو کہتے ہیں۔ سنت کا ترک نہ صغیرہ ہے۔ اور نہ کبیرہ بلکہ واجب کا ترک گناہ صغیرہ ہے۔ (الملفوظات فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ۹۲ مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور)

علامہ ابن ہمام نے قبضہ برابر کو واجب قرار دیا ہے۔ اور یہ دلیل دی ہے۔ کہ صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

فتح القدیر:

جُزُّوا الشَّوَارِبَ وَاَرْخُوا اللحی وخالفوا المجوس

(فتح القدیر جلد دوم ص ۲۷۰ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر)

ترجمہ:

مونچھیں کم کراؤ داڑھی بڑھاؤ اور مجوسیوں کی مخالفت کرو مجوسی یا داڑھی بالکل منڈاتے تھے۔ یا قبضہ سے کم رکھتے تھے۔ اس لیے اس حدیث کا مطلب یہ ہے۔ کہ کل یا اکثر داڑھی کاٹنے میں مجوس کی مخالفت کرو۔ اور ایک مشت تک داڑھی بڑھاؤ۔ اور اس حکم کی علت مجوس کی مخالفت ہے۔

لیکن یہ استدلال اس لیے مخدوش ہے۔ کہ حدیث شریف میں ہے۔

سنن نسائی:

عن ابی ھریرہ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ الْیَھُوْدَ وَ النَّصَارٰی لَا تَصْبَغُ فَخَالِفُوْا عَلَیْھِمْ فَاصْبِغُوْا۔

ترجمہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہود و نصاریٰ داڑھی نہیں رنگتے۔ ان کی مخالفت کرو داڑھی کو رنگا کرو۔ (سنن نسائی جلد دوم ص ۲۲۹ مطبوعہ نور محمد کراچی)

جامع ترمذی:

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیّروا الشیب ولا تشبّھوا الیھود۔ (جامع ترمذی ص ۲۶۶ مطبوعہ نور محمد کراچی)

ترجمہ:۔ سفید بالوں کو رنگ سے متغیر کرو اور یہود کی مشابہت نہ کرو۔

اگر مجوس کی مخالفت کی وجہ سے داڑھی میں قبضہ واجب ہو سکتا ہے۔ تو یہود و نصاریٰ کی مخالفت کی وجہ سے داڑھی میں رنگنا بھی واجب ہوگا کیونکہ داڑھی کی علت دونوں میں مشترک ہے۔ اس لیے علامہ ابن ہمام کا قبضہ کے وجوب پر استدلال درست نہیں۔ صاحب در و غرر نے بھی علامہ ابن ہمام کی اتباع میں قبضہ کو واجب قرار دیا ہے۔ اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے حدیث و اعفوا اللحی میں امر کے پیش نظر داڑھی میں قبضہ کو واجب قرار دیا ہے۔ (اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۲۱۲ مطبوعہ لکھنؤ)

لیکن یہ استدلال صحیح نہیں۔ کہ اگر داڑھی کا بڑھانا واجب ہو تو اس کو کاٹنا بالکل جائز نہ ہوگا۔ حالانکہ ایک مشت کے بعد داڑھی کاٹنا سب کے نزدیک جائز ہے۔ بلکہ امام ابن ہمام نے اسے واجب قرار دیا ہے۔ (فتح القدیر جلد دوم ص۲۷) اور حدیث شریف میں ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم داڑھی کو طولاً و عرضاً کاٹا کرتے تھے۔ (جامع ترمذی ص ۳۹۴) اس کی مزید تفصیل ہم جلد اول میں سنن وضوء کے بیان میں کر چکے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ بعض فقہاء نے داڑھی میں قبضہ کو واجب قرار دیا ہے مگر ان کا استدلال صحیح نہیں ہے۔ ورنہ ابن ہمام کے قول پر سفید داڑھی رکھنے والے

اور قبضہ سے کم داڑھی رکھنے والے سب فاسق لعین قرار پائیں گے۔ العیاذ باللہ۔ اس لیے یہی صحیح ہے۔ کہ داڑھی میں قبضہ سنّت ہے۔ اس لیے اگر کوئی شخص ایک مشت سے کم داڑھی رکھتا ہے۔ وہ تارک سنت ہے فاسق نہیں اور اس کی اقتداء میں نماز جائز ہے۔ (شرح مسلم جلد ۲ ص ۳۳۱)

واللہ اعلم بالصواب

مولانا غلام رسول سعیدی صاحب کی مذکورہ عبارت کا جائزہ

مولوی غلام رسول سعیدی کی مذکورہ عبارت میں جو امور قابل گرفت ہیں۔ وہ چھ ہیں۔ ہم ان چھ عدد امور کا یکے بعد دیگرے جواب تحریر کرتے ہیں۔

امرِ اوّل

ایک مشت سے کم داڑھی رکھنا غیر مستحسن عمل ہے لیکن ایسے شخص کے پیچھے نماز کو مکروہ تحریمی واجب الاعادہ کہنا باطل ہے

جواب: غلام رسول سعیدی نے اس عبارت سے ان لوگوں کو خوش کرنے اور رکھنے کی کوشش کی ہے جو اس سنت کے تارک ہیں۔ داڑھی رکھنا ایسی سنت ہے۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ تمام انبیاء کرام، صحابہ کرام اور صالحین امت کی متفقہ سنت ہے۔ لیکن غلام رسول سعیدی نے اسے ہلکا دکھانے کی کوشش کی ہے۔ اور مقصد یہ کہ داڑھی رکھ لو یا نہ رکھو اس سے کوئی فرق نہیں

نہیں پڑتا۔ اور رکھ لینا بہتر ہے۔ اس تحریر کو پڑھ کر ہر قاری داڑھی کی اہمیت کو نظر انداز کرنے کی سوچ سکتا ہے۔ حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ ایک زمانہ آئے گا۔ کہ اس وقت میری ایک سنت کو زندہ کرنے والا سو شہیدوں کا ثواب پائے گا۔ آپ کے اس ارشاد میں سنت کے ساتھ مؤکدہ یا غیر مؤکدہ کی قید نہیں ہے داڑھی کو رکھنا مستحسن اور نہ رکھنا غیر مستحسن عمل قرار دینا دراصل سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تخفیف کی گئی ہے۔ اور پھر ایسے دور میں جب اکثر لوگ پہلے سے ہی اس کے تارک ہیں ایسے دور میں بجائے سنت زندہ کرنے کی اہمیت اجاگر کرنے کے اس کی اہمیت گھٹائی گئی۔ افسوس کا مقام ہے۔ اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ غلام رسول سعیدی کو ،،الفا،، نہ سنت رسول سے پیار ہے اور نہ ہی سلف صالحین کے طریقہ کی اہمیت ہے۔

چند اکابرین احناف کی عبارات

اب ہم چند اکابرین احناف کے حوالہ جات پیش کرتے ہیں۔ جن کی شخصیات مسلم ہے۔ اور ان کی تحریرات احناف کے نزدیک حجت اور دلیل کا درجہ رکھتی ہیں۔ شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر پیش خدمت ہے۔

اشعۃ اللمعات:

"اعفاء اللحی،، دوم فرد گذاشتن و وافر گردانیدن ریش است و مشہور یک مشت است چنانکہ کم تر ازیں نباید۔ واگر زیادہ بر اں بگزارد نیز جائز است بشرطیکہ از حد اعتدال نہ گزارد واگر دراز گشت بعد از دراز شدن کوتاہ کردن نزد بعض مکروہ است مذہب حسن بصری و قتادہ ایں است۔ و نزد بعض مستحسن وایں مذہب شعبی و ابن سیرین است۔ و حلق کردن لحیہ حرام است وروش افرنج و ہنود و جوالقیان است کہ ایشاں را قلندریہ

گویند وگزاشتن آں بقدر قبضہ واجب است و آں کہ آں را سنت گویند بمعنی طریقہ مسلوکہ در دین است یا بجہت آنکہ ثبوت آں بسنت چنانکہ نماز عید را سنت گفتہ اند۔

(اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۲۲۸ کتاب الطہارت باب السواک فصل اول)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا ارشاد یہ ہے کہ داڑھی کو چھوڑ دینا اور اسے بھرپور رکھنا ہے۔ اور ایک مشت داڑھی رکھنا مشہور ہے۔ لیکن ایسی کہ ایک مشت سے کم نہ ہو۔ اور اگر ایک مشت سے زائد بھی رکھی جائے۔ تو جائز ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ حد اعتدال سے نہ بڑھ جائے۔ اور اگر ایک مشت سے لمبی ہو جائے۔ تو اسے پھر ایک مشت تک لانا بعض کے نزدیک مکروہ ہے۔ یہ حسن بصری اور قتادہ کا مذہب ہے۔ اور بعض کے نزدیک مستحسن ہے، یہ شعبی اور ابن سیرین کا مذہب ہے۔ اور داڑھی منڈانا حرام ہے۔ اور افرنگیوں، ہندوؤں اور قلندریہ لوگوں کی عادت ہے۔ اور ایک قبضہ برابر لمبی چھوڑنا واجب ہے۔ اور جن حضرات نے اس مقدار کو سنت کہا۔ ان کی مراد یہ کہ یہ ایک طریقہ ہے جو شروع سے چلتا آرہا ہے۔ یا سنت اس لیے کہا کہ اس کا ثبوت سنت (حدیث) سے ہے جیسا کہ نماز عید کو سنت کہتے ہیں۔

شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ کی درج بالا عبارت سے چند امور معلوم ہوئے

۱۔ مشت برابر داڑھی سے بڑھی ہوئے بالوں کو کاٹنے میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا کہ جائز ہے بشرطیکہ اتنی لمبی نہ ہو جائے۔ کہ لوگ اس کا مذاق اڑائیں۔

۲۔ بعض مکروہ کہتے ہیں۔ خواہ کتنے ہی لمبے بال کیوں نہ ہو جائیں۔

۳۔ بعض اسے مستحسن قرار دیتے ہیں۔

۴۔ قبضہ تک رکھنا واجب اور اس سے کم کرنا حرام بالاتفاق ہے۔

نوٹ:

یاد رہے کہ غلام رسول سعیدی نے حاشیہ میں لکھا۔ کہ مشت برابر داڑھی رکھنا سنت اور اس کا تارک گناہ صغیرہ یا کبیرہ کا مرتکب نہیں۔ اس کا جواب تفصیلی عنقریب آرہا ہے۔ شیخ محقق کے حوالہ میں چونکہ اس بات کا بھی جواب مذکور ہے اس لیے ضمناً سعیدی صاحب کی مذکورہ بات کی تردید بھی ہو گئی۔ یعنی شیخ محقق نے قبضہ سے کم رکھنے کو حرام اور یہود و ہنود کی مشابہت قرار دیا ہے۔ لیکن سعیدی صاحب قبضہ سے کم رکھنے کو غیر مستحسن کہہ رہے ہیں۔ اور ایسا کرنے والا گناہ گار نہیں۔ کیا یہ انداز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ کی تخفیف کے ضمن میں آکر ایمان ضائع ہونے کا سبب نہیں بنتا؟ اہل ہوا کو خوش کرنے کے لیے واجب العمل کو معمولی عمل بنا کر پیش کیا جا رہا ہے۔ شیخ محقق کی نگاہ دوربین اور خداداد بصیرت

سوں پہلے یہ دیکھ رہی تھی۔ کہ کچھ ایسے ہوا پرست علماء بھی ہوں گے جو داڑھی کے بارے میں لوگوں کو گمراہ کریں گے۔ اور اس کی اہمیت کو ختم کرنے کی ناپاک جسارت کریں گے۔ اس لیے آپ نے واضح اور صراحت کے ساتھ دونوں پہلو بیان فرما دیئے۔ یعنی داڑھی مٹھی برابر رکھنا واجب ہے۔ اور اس سے کم کرنا حرام اور غیر مسلموں سے مشابہت ہے۔ غیر مسلموں کے شعار میں مشابہت خود ایک بہت بڑا جرم ہے۔ داڑھی منڈوانا اور کترانا غیر مسلموں سے مشابہت ہے اس کی تائید درج ذیل حوالہ کر رہا ہے۔

مرقات:

وَقَصُّ اللِّحْيَةِ مِنْ صَنِيْعِ الْاَعَاجِمِ وَهُوَ الْيَوْمَ شِعَارُ كَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ الْاَفْرَنْجِ وَالْهُنُوْدِ وَمَنْ لَا خَلَاقَ لَهٗ فِى الدِّيْنِ مِنَ الطَّائِفَةِ الْقَلَنْدَرِيَّةِ۔ (مرقات شرح مشکوۃ لملا علی قاری جلد دوم ص ۴ باب السواک فصل اوّل)

ترجمہ:

اور داڑھی منڈوانا عجمیوں کا کام ہے۔ اور ان دنوں یہ انگریزوں اور ہندوؤں وغیرہ مشرکین کا شعار ہے۔ اور ایسے لوگوں کی علامت ہے جنہیں دین سے کوئی تعلق نہیں۔ یعنی قلندریہ ٹولہ۔

غیر مسلم (مشرکین، انگریز، ہندو وغیرہ) کا شعار اپنانا بعض کے نزدیک تو کفر ہے۔ اعلیٰ حضرت نے اس کی بہت سی مثالیں دیں بعض کے نزدیک حرام ہے۔ یہی ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ کہ سعیدی صاحب نے جن کا حوالہ دے کر مشت برابر داڑھی کو مستحب لکھا ہے۔ یہی داڑھی منڈوانے کو مشرکین کا شعار فرما رہے۔

ہیں۔ لیکن سعیدی صاحب اُن کے نام اور ان کے کلام کو اپنے مفاد کی خاطر استعمال کر رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مُشت سے زائد بالوں کو کاٹنے کے بارے میں استحباب کا قول کرتے ہیں۔ جیسا کہ شیخ محقق کی عبارت میں آپ ملاحظہ فرما چکے۔ پھر داڑھی منڈوانا مُثلہ میں داخل ہے۔ اور مثلہ از روئے شرع حرام ہے تو حرام کے ارتکاب کو کس طرح کہا جا سکتا ہے۔ کہ اس کے کرنے سے نہ صغیرہ گناہ ہوتا ہے۔ نہ کبیرہ۔ داڑھی منڈوانا یہ بھی فقہاء احناف کے نزدیک مثلہ میں شامل ہے۔ ملاحظہ ہو۔

ردالمختار:

حَلْقُهٗ اَفْضَلُ اَیْ هُوَ مَسْنُوْنٌ وَ هٰذَا فِیْ حَقِّ الرِّجَالِ وَ یُکْرَهُ لِلْمَرْاَةِ لِاَنَّهٗ مُثْلَةٌ فِیْ حَقِّهَا کَحَلْقِ اللِّحْیَةِ لِلرَّجُلِ۔

(ردالمختار شامی جلد دوم ص ۵۱۶ کتاب الحج مطلب فی رمی جمرۃ العقبۃ۔ مطبوعہ مصر۔)

ترجمہ:

مرد کے لیے سر منڈوانا افضل ہے۔ اور عورت کے لیے مکروہ ہے کیونکہ سر منڈوانا عورت کے لیے مثلہ ہے۔ جیسا کہ مرد کے لیے داڑھی منڈوانا مثلہ ہے۔

تبیین الحقائق:

وَلَا تَحْلِقُ رَاْسَهَا وَلٰکِنْ تُقَصِّرُ لِمَا رُوِیَ ابن عباس انه علیه السلام قَالَ لَیْسَ عَلَی النِّسَاءِ حَلْقٌ اِنَّمَا عَلَی النِّسَاءِ التَّقْصِیْرُ رواه ابوداؤد

وغیرہ لِاَنَّ حَلْقَ رَأْسِهَا مُثْلَةٌ كَحَلْقِ اللِّحْيَةِ فِیْ حَقِّ الرَّجُلِ۔

(تبیین الحقائق جلد دوم ص ۳۹ تذکرہ احرام کھولنے میں۔)

ترجمہ:۔ عورت اپنا سر منڈوائے اس لیے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے روایت کیا۔ کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عورتوں کے لیے سر منڈوانا نہیں بلکہ ان پر بال چھوٹے کرانا ہے۔ اسے ابو داؤد وغیرہ نے روایت کیا۔ کیونکہ عورت کے لیے سر منڈوانا مثلہ ہے۔ جیسا کہ مرد کے لیے داڑھی منڈوانا مثلہ ہے۔

جیسا کہ گزشتہ اوراق میں ہم لکھ چکے ہیں۔ کہ مرد کے لیے داڑھی ایک خوبصورتی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے اسے عطا فرمائی۔ اور قدرتی خوبصورتی کو ضائع کرنا کس طرح معمولی بات ہو سکتی ہے؟ فقہاء کرام کی تصریحات دیکھئے کہ اگر کوئی شخص کسی مرد کی داڑھی مونڈ دیتا ہے۔ اور پھر وہ دوبارہ نہ آگے تو اس مونڈنے والے پر پوری دیت کا حکم لگاتے ہیں۔ کیونکہ یہ بھی اجزائے انسانی کی طرح ہے۔ جس میں مرد کی منفعت اور جمال ہے۔

تبیین الحقائق:

وَلَنَا قَوْلُ عَلِیٍّ رضی اللہ عنہ فِی الرَّأْسِ اَیْ حَلْقٍ وَلَمْ يَنْبُتْ الدِّيَةُ الكَامِلَةُ وَالْمَوْقُوْفُ فِیْ هٰذَا كَالْمَرْفُوْعِ لِاَنَّهٗ مِنَ الْمَقَادِيْرِ فَلَا يُبْتَدٰى اِلَيْهِ الرَّأْيُ

لِاَنَّهٗ مُفَوِّتٌ عَلَيْهِ جَمَالًا عَلَى الْكَمَالِ لِاَنَّ اللِّحْيَةَ فِيْ اَوَانِهَا جَمَالٌ كَذَا شَعْرُ الرَّاسِ جَمَالٌ..... وَالدَّلِيْلُ عَلَيْهِ اَنَّهٗ جَمَالٌ قوله عليه الصلوة و السلام اِنَّ لِلّٰهِ مَلٰٓئِكَةً ؕ تَسْبِيْحُهُمْ سُبْحَانَ مَنْ زَيَّنَ الرِّجَالَ بِاللُّحٰى وَ النِّسَاءَ بِالْقُرُوْنِ وَ الذَّوَائِبِ بِخِلَافِ شَعْرِ الصَّدْرِ وَ السَّاقِ لِاَنَّهٗ لَا يَتَعَلَّقُ بِهِ الْجَمَالُ وَ اَمَّا لِحْيَةُ الْعَبْدِ فَقَدْ روى الحسن عن ابي حنيفه رضى الله اَنَّهٗ يَجِبُ فِيْهِ كَمَالُ الدِّيَةِ۔

(تبيين الحقائق جلد ۶ ص ۱۳۰ كتاب الدِّيات فصل فى النفس و المارن الخ)

ترجمہ:۔

ہماری دلیل حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ کہ جس نے کسی کے بال مونڈ ڈالے کہ وہ پھر نہ اُگے۔ اس پر کامل دیت ہے اور اس باب میں حدیث موقوف بھی حدیث مرفوع کا حکم رکھتی ہے۔ کیونکہ یہ ایسے مسائل ہیں۔ جن میں مقدار کا تعین رائے اور عقل سے نہیں ہو سکتا۔ دیت کاملہ کی وجہ یہ ہے۔ کہ مونڈنے والے نے اس کی خوبصورتی کو مکمل طور پر ختم کر دیا ہے۔ کیونکہ داڑھی جس وقت اُگتی ہے۔ اس وقت یہ مرد کا جمال ہوتی ہے۔ جیسا کہ سر کے بال (عورت کے لیے) جمال میں داخل ہیں..... اور

اس بات پر دلیل کہ داڑھی مرد کا جمال ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ قول شریف ہے۔ جس میں آپ نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے وہ ہیں جن کی تسبیح یہ ہے۔ "پاکی ہے اُسے جس نے مردوں کو داڑھیوں کے ساتھ زینت بخشی اور عورتوں کو منیڈھیوں اور سر کے بالوں سے مزین فرمایا۔ یہ بال سینہ اور پنڈلی کے بالوں سے الگ حکم رکھتے ہیں۔ کیونکہ سینہ اور پنڈلی کے بالوں کے ساتھ جمال وزینت کا تعلق نہیں۔ اور اگر کسی نے غلام کی داڑھی مونڈ ڈالی۔ تو اس بارے میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے حسن بن زیاد نے روایت کیا ہے۔ کہ آپ کے نزدیک اس میں کامل دیت ہے۔ (اور اگر داڑھی کسی نے مونڈ ڈالی۔ اور وہ پھر اگ آئی تو صاحب تبیین الحقائق نے اس کے متعلق لکھا ہے۔ کہ اگرچہ مونڈنے والے پر دیت نہیں۔ "لٰكِنَّهُ يُؤَدَّبُ لِاَنَّهُ يُؤَدَّبُ عَلٰى ذَالِكَ لِارْتِكَابِ الْمُحَرَّمِ"، لیکن اس کو سزا دی جائے گی۔ کیونکہ اس نے ایک حرام فعل کا ارتکاب کیا ہے۔)

قارئین کرام!

ان حوالہ جات سے آپ بخوبی واضح ہو چکا کہ داڑھی مُشت برابر رکھنا واجب ہے۔ اور اس سے کم کرنا خواہ مونڈ کر یا چھوٹی کر کے دونوں صورتوں میں حرام ہے۔ مرد کے لیے داڑھی کا مقام وہی جو عورتوں کے لیے سر کے بالوں کا مقام ہے۔ جس طرح عورت سر کے بال منڈوائے تو مُثلہ اسی طرح مرد داڑھی کترائے یا منڈوائے تو یہ بھی مُثلہ ہے۔ عورت کے سر کے بال اس کی زینت اسی طرح مرد کی داڑھی اس کی خوبصورتی ہے۔ صاحب تبیین الحقائق نے داڑھی مونڈنے والے کے

دیت کاملہ کی جو روایت ذکر فرمائی۔ اس میں یہ فرمایا۔ کہ اگرچہ یہ حضرت علی المرتضٰے پر موقوف ہے۔ لیکن مسئلہ ایسا ہے۔ جس میں مقدار بیان ہوئی۔ اور مقدار کی تعیین عقل و رائے سے نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا یہ حدیث مرفوع کے حکم میں ہے۔ گویا یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمودہ ہے۔ بہرحال داڑھی مشت برابر رکھنا اس لیے ضروری ہے۔ کہ ایسا کرنے سے مجوس، ہنود اور ہندوؤں کی مخالفت ہوتی ہے۔ جس کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا۔ ایسا کرنے سے مخنثوں اور عورتوں سے مشابہت سے مرد بچ جاتا ہے۔ اور ان سے مشابہت کرنے والے پر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی ہوتی ہے۔ ایسا کرنے سے مشرکین کے شعار سے دوری نصیب ہوتی ہے۔ جو شریعت میں محبوب ہے۔ ایسا کرنے والا شیطان کی طرف سے تغییر خلق کے حربے سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ اور قوم لوط کے عمل خبیث سے۔ بچاؤ ہو جاتا ہے۔ ورنہ اگر مشت سے کم یا بالکل صاف داڑھی کرنے فعل حرام کا مرتکب عورتوں مخنثوں اور عورتوں کی سی شکل و صورت، والا مشرکین و ہنود کی عادت کا عادی اور قوم لوط کے خبیث عمل کا عامل قرار پائے گا۔" اس سے معلوم ہوا۔ کہ داڑھی مشت برابر رکھنا واجب اور اس سے کم رکھنا حرام ہے۔ اس میں شک و شبہہ کرنے اور ڈالنے والا در اصل علم اصول سے ناواقف ہی نہیں۔ بلکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کرام، صحابہ، تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین اور محدثین کے متواتر طریقہ سے محروم اور خواہش نفس کا بندہ بھی ہے۔ داڑھی منڈوانا تغییر خلق میں شامل ہے جیسا کہ ہم گزشتہ سطور میں تحریر کر چکے ہیں۔ اسی ضمن میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر بھی ملاحظہ فرمالیں۔

احیاء العلوم :

امام غزالی داڑھی کے مسئلہ میں دس مکروہات میں پانچویں مکروہ

کی بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ داڑھی کا بعض حصہ نوچنا ہوائے نفس کی وجہ سے مکروہ ہے۔ خِلقَت کو تبدیل کرنا ہے۔ داڑھی کی بچیہ (لب زیرین کے ساتھ درمیان میں تھوڑے سے آگے بال) کے کناروں کے بال چننے والا بدعت کا مرتکب ہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز کی عدالت میں ایسا ہی ایک شخص پیش ہوا۔ تو آپ نے اس کی شہادت رد فرمادی۔ ایسے ہی حضرت عمر بن خطاب نے بھی بچیہ کے بال چننے والے کی گواہی مردود فرما دی۔ قاضی مدینہ ابن ابی لیلیٰ نے ایسے آدمی کی شہادت رد فرمائی تھی۔ جب ابتداء میں داڑھی آئے۔ تو اُسے نوچنا خسروں کا کام ہے۔ ان سے مشابہت کرنا ہے۔ اور یہ "منکرات کبائر" میں سے ہے۔ کیونکہ داڑھی کو اللہ تعالیٰ نے مردوں کی زینت بنایا ہے اللہ تعالیٰ کے بعض فرشتے اپنی تسبیح یوں کہتے ہیں۔ پاک ہے اسے جس نے مردوں کو داڑھیوں سے زینت بخشی۔ داڑھی رکھنا دراصل تمام خلق میں داخل ہے۔ اور اسی سے مرد، عورت سے ممتاز دکھائی دیتا ہے۔ حضرت احنف بن قیس رضی اللہ عنہ کی قدرتاً داڑھی نہ تھی ان کے دوستوں نے تمنا کی۔ کہ اگر بیس ہزار روپے خرچ کرنے سے ان کے چہرہ پر داڑھی اُگ سکے۔ تو ہم اتنی رقم خرچ کرنے کے لیے تیار ہیں۔ اسی طرح قاضی شریح رضی اللہ عنہ (جو پیدائشی طور پر داڑھی سے محروم تھے۔) کی بھی تمنا تھی۔ کہ کاش مجھے دس ہزار کے عوض داڑھی مل جائے۔ داڑھی رکھنے میں مرد کی تعظیم، لوگوں کی نظر میں وقار، مجالس و محافل میں رفعت مقام اور عوام کی توجہ کا مرکز حاصل

ہوتا ہے۔ اور جماعت میں ایسا شخص امام بننے کا مستحق ہوتا ہے۔ گالی گلوچ کا عادی ایسے شخص کو دیکھ کر بجو اس کرنے سے رُک جائے گا

حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ قیامت کے قریب ایسے لوگ نظر آئیں گے۔ جو اپنی داڑھیوں کو کبوتر کی دُم کی طرح بنائے ہوئے ہوں گے۔

(احیاء العلوم جلد ۱ ص ۲۲۸ - ۲۲۹ فصل فی اللحیۃ عشر خصال۔)

قارئین کرام! امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے داڑھی کے بارے میں جو کچھ لکھا آپ نے اس کا خلاصہ پڑھا۔ حضرت عمر بن خطاب اور عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہما کا صرف بچیہ کے بال چننے والے کی گواہی رد کر دینا اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کہ مشت برابر داڑھی سے کم کرنے والے شخص کے بارے میں ان حضرات کا رد عمل کیا ہوگا۔ بچیے کے بال چننے والا مردود الشہادت کیوں ہوا؟ اس لیے کہ ایسا کرنا حرام تھا۔ یونہی داڑھی منڈوانا اور مشت سے کم رکھنا بطریقہ اولیٰ حرام ہونے کی وجہ سے ان دو جلیل القدر حضرات کے نزدیک مردود الشہادت ہے۔ ان حضرات کے سامنے غلام رسول سعیدی کی کیا حیثیت ہے۔ جو کہتا پھرتا ہے۔ کہ داڑھی کترانا غیر مستحسن عمل ہے۔ کوئی گناہ نہیں۔ نہ صغیرہ نہ کبیرہ۔ امام غزالیؒ نے داڑھی کے بال چننے کو "منکرات کبائر" فرمایا۔ اور غلام رسول سعیدی اسے غیر مستحسن کہہ کر اپنے اجتہاد کو بروئے کار لا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مردوں کی جسے زینت بنایا۔ فرشتے اس زینت کے ساتھ اللہ کی تسبیح کرتے ہیں۔ اس سے داڑھی مشت برابر رکھنا اللہ کے ہاں کس قدر محبوب ہے؟ اس کا اندازہ ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی محبوب چیز کی مخالفت اسی قدر شدید اور قابل مذمت ہوگی۔ لہٰذا داڑھی منڈوانا اور کترانا حرام ہے۔ حضرت کعب کا قول جو آپ نے ملاحظہ فرمایا

داڑھی کی خراش تراش کبوتر کے دم کی طرح کرنے والوں کا قیامت میں کوئی حصّہ نہ ہونا ایسی بات ہے۔ جس کا تعلق اپنی رائے یا سوچ سے نہیں بلکہ ارشاد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نظر آتا ہے۔ لہٰذا یہ حکماً مرفوع ہے۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے قول میں موجود پیش گوئی آج نظر آ رہی ہے۔ ہمارے ہاں تو چند لوگ ایسے نظر آئیں گے۔ لیکن سعودی حکومت اور اس کے زیر اثر دیگر عرب ممالک کے شیوخ اور امراء ایسی ہی داڑھیوں والے نظر آتے ہیں۔ جب داڑھی چھوٹی کرنے والوں اور دائیں بائیں سے بال لینے والوں کا قیامت میں کوئی حصّہ نہیں۔ تو بالکل منڈانے کا کیا حشر ہوگا؟ مختصر یہ کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ ایسی مسلّم شخصیت نے داڑھی کے مکروہات جس انداز سے ذکر فرمائے۔ انہیں کوئی بھی صاحب انصاف دیکھے گا۔ تو غلام رسول سعیدی کی بات کی قطعاً تصدیق نہیں کرے گا۔ حقیقت یہی نظر آتی ہے۔ کہ سعیدی صاحب اہل ہوا کو خوش کرنے اور داڑھی کی اہمیت کو کم کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا کر اپنی آخرت کی بربادی کا سامان مہیا کرتے رہے ہیں۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

امر دوم

فاسق قطعی غیر مؤوّل کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے (غلام رسول سعیدی)

جواب:۔

غلام رسول سعیدی نے جو مذکورہ دعوے ذکر کیا وہ اس کا خود ساختہ اور من گھڑت اجتہاد ہے۔ فقہاء احناف کے مختلف اقوال کو گڈ مڈ کر کے خود دھوکہ میں ڈالنے کی کوشش کی۔ حالانکہ خود اس کی اپنی عبارت اس کی صراحۃً تردید کردی ہے۔ مسلم شریف کی ہی شرح جلد دوم ص ۳۰۶ پر لکھا ہے۔ "جو شخص علی الاعلان گناہ کبیرہ مثلاً شراب نوشی، زناکاری، سود خواری کا مرتکب ہو۔ یا خلق خدا پر ظلم کرتا ہو ایسا شخص اصطلاح فقہ میں فاسق معلن کہلاتا ہے۔ ایسے شخص کو امام بنانا حرام ہے۔ کیونکہ فاسق کی تعظیم شرعاً حرام ہے۔ اگر ایسا شخص جبراً امام بن جائے۔ اس کی اقتداء میں جمعہ پڑھنا جائز ہے۔ کیونکہ جمعہ کے لیے جماعت شرط ہے۔ اور یہ بھی اس صورت میں ہے۔ کہ جب کہ صرف شہر میں ایک جگہ جمعہ ہوتا ہو۔ اگر شہر میں متعدد جگہ جمعہ ہوتا ہو تو فاسق کی اقتداء میں جمعہ پڑھنا جائز نہیں۔ البتہ اگر کسی کو مجبور کر دیا جائے۔ تو جائز ہے۔ یہ حکم اس فسق پر ہے۔ جو قطعی الثبوت اور غیر مؤوّل ہو"

قارئین کرام! غلام رسول سعیدی کی شرح مسلم شریف کے دو مختلف

مقامات سے پیش کی گئی تحریرات کو بار بار پڑھیں۔ ان میں یقیناً تضاد موجود ہے ایک جگہ (جلد ۲ ص ۳۰۶) پر لکھتا ہے۔ کہ فاسق معلن غیر مؤول کو امام بنانا حرام ہے۔ (اور قواعد فقہیہ کی بنا پر ایسی نماز واجب الاعادہ ہوتی ہے۔) دوسری جگہ (جلد ۲ ص ۳۱۱) پر لکھتا ہے۔ کہ فاسق معلن غیر مؤول کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے یعنی ایسا کرنے والے نے خلاف اولیٰ کیا ہے۔ نماز میں کوئی خرابی اور اقتداء میں کوئی حرج نہیں۔ یہ دونوں باتیں متضاد ہونے کی وجہ سے درست نہیں ہو سکتیں۔ کوئی ایک صحیح ہو گی۔ حقیقت یہی ہے۔ کہ فاسق معلن غیر مؤول کے بارے میں جو ص ۳۰۶ پر لکھا ہے۔ کہ ایسے کی امامت حرام ہے۔ یہ درست ہے۔ اور دوسرا قول غلط اور باطل ہے۔ کیونکہ اول الذکر فیصلہ وہی ہے۔ جو حضرات صحابہ کرام کے اقوال اور افعال سے مؤید ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

المغنی:

وَلَنَا اَنَّ حَقِيقَةَ الْاِعْلَانِ هُوَ ضِدُّ الْاِظْهَارِ وَالْاِخْفَاءِ وَالْاِسْرَارِ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ وَقَالَ تَعَالٰى مُخْبِرًا عَنْ ابراهيم رَبَّنَا اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِيْ وَمَا نُعْلِنُ لِاَنَّ الْمُظْهِرَ بِبِدْعَتِهٖ لَا عُذْرَ لِلْمُصَلِّيْ خَلْفَهٗ بِظُهُوْرِ حَالِهٖ وَالْمُخْفِيْ لَهَا مَنْ يُصَلِّيْ خَلْفَهٗ مَعْذُوْرٌ وَهٰذَا لَهٗ اَثَرٌ فِيْ صِحَّةِ الصَّلٰوةِ وَلِهٰذَا لَمْ تَجِبِ الْاِعَادَةُ كَالْمُحْدِثِ وَالنَّجِسِ اِذَا لَمْ يُعْلَمْ حَالُهُمَا لِاِخْفَاءِ ذٰلِكَ مِنْهُمَا وَوَجَبَتْ عَلَى الْمُصَلِّيْ خَلْفَ الْكَافِرِ وَالْاُمِّيِّ لِظُهُوْرِ حَالِهِمَا

غَالِبًا وَقَدْ رُوِیَ عَنْ اَحْمَدَ اَنَّهٗ لَا يُصَلِّيْ خَلْفَ مُبْتَدِعٍ بِحَالٍ قَالَ فِيْ رِوَايَةِ اَبِي الْحَارِثِ لَا يُصَلِّيْ خَلْفَ مُرْجِئٍ وَلَا رَافِضِيٍّ وَلَا فَاسِقٍ اِلَّا اَنْ يَّخَافَهُمْ فَيُصَلِّيْ ثُمَّ يُعِيْدُ..... فَحَصَلَ مِنْ هٰذَا اَنَّ مَنْ صَلّٰى خَلْفَ مُبْتَدِعٍ مُعْلِنٍ بِبِدْعَةٍ فَعَلَيْهِ الْاِعَادَةُ۔

(مغنی مع شرح کبیر جلد دوم ص ۲۲-۲۳ مسئلہ نمبر ۱۱۲)

ترجمہ:۔ ہماری دلیل یہ ہے۔ کہ اعلان، اظہار اخفاء اور اسرار کی ضد ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وہ جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو تم ظاہر کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے خبر دیتے ہوئے فرمایا۔ اے ہمارے رب! بے شک تو جانتا ہے۔ جو ہم چھپاتے اور جو ہم ظاہر کرتے ہیں۔ کیونکہ اپنی بدعت کو ظاہر کرنے کے پیچھے نماز پڑھنے والے کے لیے کوئی عذر نہیں۔ کیونکہ اس کا حال نمازی پر ظاہر ہوتا ہے۔ اور جو بدعت کو چھپائے ہوئے ہو اس کے پیچھے نماز پڑھنے والا معذور ہوگا۔ اور اس کا نماز کی صحت میں اثر پڑے گا۔

اس لیے بے وضو، اور نجس کے پیچھے پڑھی ہوئی نماز کا اعادہ واجب نہیں۔ جب کہ وہ ان دونوں کے حال کو نہیں جانتا ——

۔اور کا فرواں پڑھ کے پیچھے پڑھی نماز

کا اعادہ واجب ہے۔ کیونکہ ان کی حالت بھی غالباً ظاہر ہوتی ہے۔
امام احمد سے مروی ہے۔ کہ آپ بدعتی کے پیچھے کسی حال میں بھی نماز نہ پڑھتے۔ ابوالحارث کی روایت میں فرمایا۔ کہ وہ نہ مرجئی کے پیچھے نہ رافضی اور نہ ہی فاسق کے پیچھے نماز پڑھتے۔ ہاں اگر ان سے خطرہ اور خوف ہوتا۔ تو پڑھ لیتے۔ پھر اعادہ کر لیتے...... اس سے نتیجہ یہ نکلا۔ کہ جس نے کسی معلن بدعتی کے پیچھے نماز پڑھی۔ تو اس پر نماز کا اعادہ واجب ہے

قارئین کرام! ابن قدامہ حنبلی نے بدعت اور فسق علانیہ کرنے والے کے پیچھے نماز پڑھنے کو ناجائز بتایا۔ اور شدید خطرہ ہو تو ان کے پیچھے پڑھ لی جائے۔ لیکن بعد میں اس کا اعادہ واجب ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ علانیہ بدعت وفسق کے ہوتے ہوئے مقتدی کے لیے کوئی عذر و بہانہ نہیں۔ یعنی وہ یہ کہہ سکے۔ کہ مجھے اس کی خرابی اور بدعقیدگی کا علم نہ تھا۔ رعائت اس صورت میں ہو گی۔ جب یہ چیزیں نمازی سے مخفی ہوں۔ لہٰذا اخفاء کی صورت میں تو اُسے معذور سمجھا جائے گا۔ لیکن اظہار و اعلان کی صورت میں معذور ہونے کی وجہ سے نماز پڑھ لے تو اس کا اعادہ کرنا واجب ہے۔ اگرچہ یہ حوالہ مذہب حنبلی سے تعلق رکھتا۔ لیکن اسی کی تائید فقہ حنفی کی کتب معتبرہ میں بھی صراحۃً موجود ہے۔ ملاحظہ ہو۔

شرح فقہ اکبر:

وَكَانَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ وَغَيْرُهٗ يُصَلُّوْنَ خَلْفَ الْوَلِيد بن عقبه بن ابی معیط وَكَانَ يَشْرَبُ الْخَمْرَ حَتّٰى اَنَّهُمْ صَلُّوْا بِهِمُ الصبح مَرَّةً اَرْبَعًا ثُمَّ قَالَ اَزِيْدُكُمْ فَقَال ابن مسعود مَازِلْنَا مَعَكَ مُنْذُ الْيَوْمَ فِيْ

زِيَادَةٍ۔

(شرح فقه اكبر ص ۹۲- الصلوٰة خلف كل برٍ و فاجر مطبوعه هند)

ترجمہ:۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ ولید بن عقبہ بن ابی معیط کے پیچھے نماز پڑھتے تھے۔ حالانکہ وہ شرابی تھا۔ حتیٰ کہ ایک دفعہ انہوں نے اس کے پیچھے نماز صبح ادا کی۔ اس نے چار رکعت پڑھا دیں پھر کہنے لگا۔ کیا اور زیادہ پڑھا دوں؟ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ہم ہمیشہ تمہارے ساتھ زیادہ ہی پڑھتے ہیں۔

توضیح:

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا۔ کہ "ہم تمہارے ساتھ ہمیشہ زیادہ ہی نماز پڑھتے چلے آرہے ہیں" اس سے مراد یہ ہے۔ کہ ہم بامر مجبوری تیری اقتدا میں نماز پڑھتے تھے۔ لیکن ہمیں چونکہ لوٹانا پڑھتی تھی۔ اس لیے ہر نماز ہم نے دوبارہ پڑھی۔ اور یہ اس لیے کہ ولید کے پیچھے پڑھی گئی نماز واجب الاعادہ ہوتی تھی کیونکہ اس کا شراب پینا ظاہر ہو چکا تھا۔ لہٰذا وہ فاسق معلن تھا۔ اس کی تائید غلام رسول سعیدی نے مسلم شریف کی شرح کرتے ہوئے کی۔ جیسا کہ سطور بالا میں مذکور ہے۔

شرح مسلم:

کہ جمہور کے نزدیک فاسق معلن کی اقتداء میں بلا جبر نماز پڑھنا جائز نہیں جبکہ وہ فسق قطعی غیر مؤول کا مرتکب ہو۔ اس کی دلیل یہ ہے۔ کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلَا تَرْكَنُوا إِلَى الَّذِينَ فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ الخ سورہ هود

آیت نمبر ۱۳۰ ظالموں کی طرف میلان نہ رکھو ورنہ تم کو جہنم کی آگ جلائے گی۔ جب ظالموں سے میل جول پر وعید ہے۔ تو ان کو نماز میں امام بنانا یا بلاجرح ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا بدرجہ اولی اس وعید کا مصداق ہے۔ العیاذ باللہ)

نیز فرمایا۔ وَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۔

سورہ انعام آیت نمبر ۶۸ معلوم ہونے کے بعد ظالموں کے پاس مت بیٹھو۔ جو شخص اعلانیہ اللہ تعالیٰ کے واجبات اور فرائض کے خلاف کرے۔ محرمات قطعیہ کا ارتکاب کرے۔ اس کے ظالم ہونے میں کیا شک ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ نے ظالموں کے پاس بیٹھنے سے منع فرمایا۔ تو ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا بدرجہ اولی ممنوع ہے۔ (شرح مسلم شریف جلد دوم ص ۳۱۰)

سعیدی صاحب کی اس عبارت کو غور سے پڑھیں۔ خلاصہ یہ کہ ظالم کے پاس بیٹھنے سے جہنم کی وعید قرآن کریم نے سنائی۔ ان سے میل جول پر بھی یہی وعید موجود ہے۔ جب میل جول رکھنا اور اس کے پاس بیٹھنے سے جہنم کی وعید کا استحقاق ہو گا۔ اب رہا، ظالم کون ہوتا ہے۔؟ ظلم ایک فسق ہے۔ اور کھلے بندوں ظلم کرنا۔ اعلانیہ فسق ہوا۔ لہذا دوسرے الفاظ میں فاسق معلن کی اقتداء میں نماز ادا کرنا ناجائز اور بامر مجبوری پڑھی گئی واجب الاعادہ ہو گی۔ جہنم کی مذکورہ وعید فعل غیر مستحسن کے ترک پر نہیں ہو سکتی۔ تو معلوم ہوا۔ کہ غلام رسول سعیدی نے ایک جگہ جو فاسق معلن غیر مؤول کے پیچھے نماز پڑھنے کو "مکروہ تنزیہ" لکھا۔ اسی کو دوسری جگہ واجب الاعادہ اور ممنوع کہا۔ اب اس اجتہادی بصیرت اور قوت حافظہ کا خود اندازہ لگالیں کہ کیسا ہے۔ اللہ تعالیٰ اکابرین امت کی تعلیمات پر چلنے اور ان میں قطع و برید سے اجتناب برتنے کی توفیق عطا فرمائے۔ خلاصہ یہ کہ داڑھی منڈوانا اور مشت برابر سے کم کرنا اعلانیہ واجب کا ترک ہے۔ اور فسق اعلانیہ ہے۔ لہذا ایسا

شخص فاسق معلن ہونے کی وجہ سے قابل امامت نہیں۔ ایسے کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تنزیہ نہیں بلکہ تحریمی ہے۔ اور واجب الاعادہ ہے۔

فَاعْتَبِرُوْا يَا أُولِي الْأَبْصَار

امرِ سوم

غلام رسول سعیدی نے حاشیہ پر لکھا "جمہور علماء کی تصریح کے مطابق داڑھی قبضہ برابر رکھنا سنت ہے یا مستحب" اور سنت کا ترک نہ کبیرہ ہے نہ صغیرہ۔ بلکہ واجب کا ترک گناہ صغیرہ ہوتا ہے۔

جواب:

سعیدی صاحب نے غالباً جمہور کی طرف منسوب بات کو نہ خود سمجھا۔ اور نہ ہی سمجھنے کی کوشش کی ورنہ اس طرح نہ لکھتے۔ کیونکہ وہ اچھا مطالعہ رکھتے ہیں، اور استعداد بھی ہے۔ لیکن افسوس کے انہوں نے جو ایک اپنا ذہن بنالیا ہے۔ اس کو ضروری پورا کرنا ہے۔ چاہے وہ کس طرح مروڑ تروڑ کر حاصل کیا جائے۔ کاش اگر ان کا ذہن یہ کہتا کہ میں نے وجوب اللحیہ کو ثابت کرنا ہے۔ اور اپنے نبی علیہ السلام کی پیاری سنت کی اہمیت لوگوں کے دلوں میں بٹھا کر اپنے نبی علیہ السلام کو راضی کرنا ہے تو کیا اچھا ہوتا لیکن انہوں نے اپنا غلط مقصود پورا کرنے کا تہیا کرلیا ہے۔ چاہے متفق علیہ نظریات اور مسائل میں اختلاف ہی کرنا پڑے۔ اور اپنے موقف کو باور کرانے کے لیے خواہ متقدمین حضرات پر اعتراض ہی کرنا پڑے۔ اس کی بھی پرواہ نہ کی جائے۔ بہر حال یہاں دو امور قابل غور ہیں۔

اول یہ کہ داڑھی بڑھانا اور دوم یہ کہ مشت برابر ہو جانے کے بعد بڑھے ہوئے بالوں کو کاٹ کر مشت برابر رہنے دینا۔ غلام رسول سعیدی نے ان دونوں میں امتیاز نہیں کیا۔ بلکہ دوسرے امر کو غلط سمجھ کر اول امر سے اُسے خلط ملط کر دیا ہے۔ داڑھی قبضہ برابر واجب ہے۔ مشت برابر سے زائد رکھنا مختلف فیہ ہے۔ یعنی اگر مشت سے لمبی ہو جائے۔ تو قبضہ سے زائد بالوں کو کاٹ کر قبضہ تک کرنا یہ کاٹنا یا تو سنت ہے یا واجب ہے۔ یا مستحب یا مکروہ۔ اس بارے میں اختلاف ہم تفصیل سے ذکر کر چکے ہیں۔ قبضہ ہو جانے پر زائد بالوں کو کاٹنے کے وجوب کے ہم قائل نہیں ہیں بلکہ قبضہ تک بڑھانا واجب ہے۔ اور زائد کا کاٹنا مستحب ہے۔ غلام رسول سعیدی کا طریقہ تحریر دراصل جہلاء کو گمراہ کرنے کے مترادف ہے۔ روایات کے پیش نظر اگر سوال کرنا تھا۔ تو یوں کرنا چاہیئے تھا۔ داڑھی بڑھانے کو جو تم واجب قرار دیتے ہو۔ کیا اس وجوب سے کچھ استثناء ہے یا نہیں؟ مطلب یہ کہ داڑھی بڑھانا جب واجب ہے۔ تو اُسے جس قدر بڑھایا جائے بڑھنے دینا واجب ہے یا قبضہ تک بڑھانا واجب ہے۔ اور قبضہ سے زائد اگر بڑھ جائے۔ تو وہ واجب میں داخل ہے۔ یا نہیں؟ اس کا جواب روایات سابقہ میں موجود ہے۔ کہ قبضہ تک بڑھانا واجب ہے۔ اس سے زائد وجوب سے مستثنیٰ ہے۔ اس پر یہ اعتراض کیا جا سکتا ہے۔ کہ جن احادیث و روایات میں بڑھانے کا حکم ہے۔ ان میں مطلق بڑھانے کا حکم ہے۔ کسی ایک روایت میں بھی قبضہ تک بڑھانے کی قید مذکور نہیں۔ اور جن روایات میں قبضہ تک کا ذکر آیا ہے۔ وہ صرف دو فعل سے تعلق رکھتی ہیں۔ یعنی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے داڑھی قبضہ سے بڑھنے پر بڑھی ہوئی کو کاٹا تھا۔ اس اعتراض کا مخالف کو فائدہ کی بجائے نقصان ہے۔ کیونکہ اس اعتراض سے یہ ثابت ہوتا تو معترض کو بھی تسلیم کہ داڑھی بڑھانا واجب ہے

اور قبضہ تک بڑھانے کی پابندی نہیں۔ بلکہ جس قدر بڑھ جائے اُسے اتنا ہی بڑھنے دینا واجب ہے۔ خواہ وہ ناف تک پہنچ جائے۔ داڑھی کو کسی صورت میں کاٹنا فعل حرام ہوگا۔ اور کھلا چھوڑ دینا واجب ہوگا۔ اب ایک مُشت سے کم رکھنا یا بالکل منڈوانا اس وجوب کے بہر حال خلاف ہے۔ لہذا یہ بھی حرام ہوگا۔ جبکہ معترض اس کے غیر مستحسن ہونے کا قائل ہے۔ اور مُشت سے کم رکھنا یا بالکل منڈوانا بھی حرام حالانکہ معترض اسے سنت یا کم از کم مستحب تسلیم کرتا ہے۔ یہ نتیجہ اس کا تھا کہ معترض صرف قولی احادیث کو ہی قابل استدلال و عمل سمجھتا تھا۔ فعلی احادیث قابل استدلال نہ تھیں۔ قولی احادیث میں بلا استثناء داڑھی کے بڑھانے کا حکم ہے۔ اس صورت میں قبضہ تک کے علاوہ ناف تک بلکہ اس سے بھی نیچے تک طول و عرض میں داڑھی کو چھوڑنا پڑے گا۔ اب بقول علامہ طبری لوگوں کا مذاق بنے گا۔ یا بقول امام غزالی بے وقوف اور بے عقل کہلائے گا جس قدر طول پکڑے گی۔ اس قدر مسخرہ اور بے عقل ہوگا۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ جن روایات فعلی میں قبضہ تک بڑھانے اور زائد کو کاٹنے کا اختیار دیا گیا۔ یا سنت قرار دیا گیا۔ ان روایات نے انسانی چہرہ کی زیب و زینت کو برقرار رکھا۔ لوگوں کے مذاق کرنے سے بچایا۔ اور کم عقلی بلکہ بد عقلی سے محفوظ کیا۔ اور بالکل مونڈ کر عورتوں اور مخنثوں سے مشابہت کے علاوہ مشرکین و ہنود و یہود کی مشابہت سے بھی بچایا تاکہ انسان فطرتی حسن اور چہرہ کے وقار کو قائم رکھ سکے۔ لہذا ایک قبضہ کی مقدار والی روایات فعلی کو جب تک روایات قولی کے ساتھ ملایا نہ جائے گا۔ اس وقت تک مذکورہ باتوں کا حاصل ہونا ناممکن ہوگا۔ اور اگر دونوں اقسام کی روایات پیش نظر رہیں تو داڑھی اپنے حد اعتدال پر دکھائی دے گی۔ اور یہی مطلوب و محبوب شرع ہے۔ کیونکہ حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم، تمام دیگر انبیاء کرام، فقہاء، محدثین و تمام صحابہ کرام کی یہی سنت دائمہ مستمرہ چلی آرہی ہے۔ جس میں ایک مرتبہ بھی قبضہ کی مقدار سے کم کرنا ثابت نہیں۔ اور ایسا

عمل لگاتار وجوب کی دلیل ہوتا ہے۔ جیسا کہ گزشتہ اوراق میں گزر چکا ہے۔ مقدار قبضہ کے وجوب کے انکار سے نہ زیب و زینت چہرہ قائم رہتی ہے۔ اور نہ ہی مخالفت شرع کی وجہ سے عاقبت ہاتھ میں رہتی ہے۔ مختصر یہ کہ داڑھی بمقدار قبضہ کے وجوب کا اثبات گزشتہ مذکورہ احادیث اور فطرت سنت معقول اور منقول سے ہوا قبضہ سے زائد بڑھی ہوئی داڑھی کو کاٹنا ان احادیث فعلیہ سے ثابت ہے۔ غلام رسول سعیدی نے غلط مبحث کیا۔ اور نتیجہ غلط نکال کر اسے اپنا موقف تسلیم کرلیا داڑھی قبضہ برابر لمبی کرنا واجب ہے۔ اس سے کم کرنا حرام اور قبضہ سے زائد کے کاٹنے میں مختلف اقوال ہیں۔ چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

فتح القدیر:

(قوله وهو) اَيِ الْقَدْرُ الْمَسْنُوْنُ فِي اللِّحْيَةِ الْقُبْضَةُ. بِضَمِّ الْقَافِ قَالَ فِي النِّهَايَةِ وَمَا وَرَاءَ ذَالِكَ يَجِبُ قَطْعُهُ هٰكَذَا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم اَنَّهُ كَانَ يَاخُذُ مِنَ اللِّحْيَةِ مِنْ طُوْلِهَا وَعَرْضِهَا......... وَاَمَّا الْاَخْذُ مِنْهَا وَهِيَ دُوْنَ ذَالِكَ كَمَا يَفْعَلُهُ الْمَغَارِبَةُ وَمُخَنَّثَةُ الرِّجَالِ فَلَمْ يُبِحْهُ اَحَدٌ۔

(فتح القدیر جلد دوم ص۷۷ کتاب الصوم مطبوعہ مصر)

ترجمہ:

داڑھی میں قدر مسنون ایک قبضہ سے جو زائد ہو اس کا کاٹنا واجب ہے۔ ایسے ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ صاحب نہایہ نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی داڑھی شریف کے

طول وعرض سے (مقدار قبضہ سے بڑھے بالوں کو) کاٹا کرتے تھے
رہا یہ معاملہ کہ قبضہ سے کم مقدار والے بالوں کو کاٹنا جیسا کہ انگریز اور
ہیجڑے کرتے ہیں۔ اسے کسی نے بھی مباح قرار نہیں دیا۔

بحر الرائق:

وَاَمَّا الْاَخْذُ مِنْهَا وَهِيَ دُوْنَ ذَالِكَ كَمَا يَفْعَلُهُ
بَعْضُ الْمَغَارِبَةِ وَالْمُخَنَّثَةِ مِنَ الرِّجَالِ فَلَمْ يُبِحْهُ
اَحَدٌ كَذَا فِى فتح القدير وَقَدْ صَرَّحَ فِى النِّهَايَةِ
بِوُجُوْبِ قَطْعِ مَا زَادَ عَلَى الْقُبْضَةِ بِالضَّمَّةِ وَ
مُقْتَضَاهُ الْاِثْمُ بِتَرْكِهٖ۔ (بحر الرائق ج ۲ ص ۲۸۰
مطبوعہ مصر)

ترجمہ:۔ اور داڑھی کے بالوں کا قبضہ سے کم ہونے کی صورت میں
کاٹنا جیسا کہ بعض انگریز اور ہیجڑے کرتے ہیں۔ اسے کسی نے
بھی جائز قرار نہیں دیا۔ جیسا کہ فتح القدیر میں ہے۔ اور نہایہ میں زائد
علی القبضہ کے کاٹنے کا وجوب موجود ہے۔ اور اس کا تقاضا یہ ہے
کہ اس کے چھوڑنے سے گناہ گار ہوگا۔

رد المختار:

قَالَ وَمَا وَرَآءَ ذَالِكَ يَجِبُ قَطْعُهٗ هٰكَذَا عَنِ
رسول الله صلى الله عليه وسلم اَنَّهٗ كَانَ يَاْخُذُ
مِنَ اللِّحْيَةِ مِنْ طُوْلِهَا وَعَرْضِهَا اورده ابو عيسى
يعني الترمذى فى جامعه وَمِثْلُهٗ فِى المعراج
وَقَدْ نَقَلَهٗ عَنْهَا فى الفتح ۔ (رد المختار جلد دوم

ص ۲۱۷ مطلب فی الفرق بین قصد الجمال وقصد الزینة)

ترجمہ:۔

صاحب نہایہ نے کہا۔ کہ داڑھی کی قبضہ سے بڑھی ہوئی مقدار کو کاٹنا واجب ہے۔ ایسا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ کہ آپ داڑھی کے طول وعرض کے بال کاٹا کرتے تھے۔ اسے امام ترمذی نے اپنی صحیح میں ذکر فرمایا۔ اور اس کی مثل معراج میں ہے۔ اور اس کو فتح القدیر میں اس سے نقل کیا ہے۔

بنایہ شرح ھدایہ:

وَقَالَ الْكَاكِي طُوْلُ اللِّحْيَةِ بِقَدْرِ الْقُبْضَةِ عِنْدَنَا وَمَا زَادَ عَلٰى ذَالِكَ يَجِبُ قَطْعُهٗ هٰكَذَا رُوِيَ عن رسول الله صلى الله عليه وسلم اَنَّهٗ كَانَ يَاخُذُ مِنْ طُوْلِهَا وَعَرْضِهَا اورده ابوعيسىٰ اسحاق فی جامعه .... وفی المحيط اُخْتُلِفَ فِي اِعْفَاءِ اللِّحْيَةِ قَالَ بَعْضُهُمْ يَتْرُكُهَا حَتّٰى تَكَثَّفَ وَتَكَبَّرَ وَالْقَصُّ سُنَّةٌ فَمَا زَادَ عَلٰى قُبْضَةٍ قَطَعَهَا

(بنایه شرح هدايه جلد سوم ص ۳۴۶ کتاب الصوم مايوجب

ترجمہ: کا کی فرماتے ہیں۔ کہ داڑھی بمقدار قبضہ لمبی رکھنا ہمارے نزدیک یہی حق ہے۔ اور جو اس سے بڑھ جائے اس کا کاٹنا واجب ہے یونہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ کہ آپ اپنی داڑھی شریف کے طول وعرض کے بال کاٹا کرتے تھے۔ اسے ابوعیسیٰ نے اپنی جامع میں

روایت کیا ہے۔ اور محیط میں ہے۔ کہ داڑھی چھوڑنے میں اختلاف ہے
بعض کا قول ہے۔ کہ داڑھی کو قبضہ سے بھی زائد بڑھنے دیا جائے۔
یہاں تک کہ وہ گھنی ہو جائے۔ اور قبضہ سے زائد کا کاٹنا سنت ہے۔

احیاء العلوم:

اَلثَّامِنَةُ مَا طَالَ مِنَ اللِّحْيَةِ وَإِنَّمَا أَخَّرْنَاهَا
لِنُلْحِقَ بِهَا مَا فِي اللِّحْيَةِ مِنَ السُّنَنِ وَالْبِدَعِ
إِذْ هٰذَا أَقْرَبُ مَوْضِعٍ يَلِيقُ بِهِ ذِكْرُهَا وَقَدْ
اخْتَلَفُوا فِيهَا طَالَ مِنْهَا فَقِيلَ إِنْ قَبَضَ الرَّجُلُ
عَلَى لِحْيَتِهِ وَأَخَذَ مَا فَضَلَ عَنِ الْقَبْضَةِ فَلَا
بَأْسَ فَقَدْ فَعَلَهُ ابْنُ عُمَرَ وَجَمَاعَةٌ مِنَ
التَّابِعِينَ وَاسْتَحْسَنَهُ الشَّعْبِيُّ وَابن سيرين
وَكَرِهَهُ الْحَسَنُ وَقَتَادَةُ وَقَالَا تَرْكُهَا عَافِيَةٌ
أَحَبُّ لقوله صلى الله عليه وسلم اَعْفُوا اللحى وَالْأَمْرُ
فى هٰذا قَرِيبٌ إِن لَمْ يَنْتَهِ إِلَى تَقْصِيصِ اللِّحْيَةِ
وَقَدْ وَيْرَهَا مِنَ الرِيب فَإِنَّ الطُّولَ الْمُفْرِطَ
قَدْ يُشَوِّهُ الْخِلْقَةَ وَيُطْلِقُ أَلْسِنَةَ الْمُغْتَابِينَ
بِالنَّبْذِ إِلَيْهِ فَلَا بَأْسَ بِالْاِحْتِرَازِ عَنْهُ عَلَى
هٰذِهِ النِّيَّةِ وَقَالَ النخعي عَجِبْتُ لِرَجُلٍ عَاقِلٍ
طَوِيلِ اللحية كَيْفَ لَا يَأْخُذُ مِنْ لِحْيَتِهِ وَيَجْعَلُهَا
بَيْنَ لِحْيَتَيْنِ فَإِنَّ التَّوَسُّطَ فِي كُلِّ شَيْءٍ حَسَنٌ
وَلِذٰلِكَ قِيلَ كُلَّمَا طَالَتِ اللِّحْيَةُ

تَسْتَمِرُّ الْعَقْلُ -

(احیاء العلوم جلد ۱ ص ۱۲۷ النوع الثامن فی ما یحدث فی البدن من الاجزاء)

ترجمہ:-

آٹھواں ادب۔ داڑھی میں جو طوالت ہے۔ ہم نے اس کو مؤخر کیا۔ تاکہ اس کے ساتھ داڑھی کی سنتیں اور بدعات کو ملا سکیں۔ کیونکہ یہ مقام ان باتوں کے ذکر کرنے کے لیے نہایت قریب و مناسب ہے۔ اس میں یہ اختلاف ہے۔ کہ داڑھی کی لمبائی کہاں تک ہے۔ کہا گیا۔ کہ اگر کوئی شخص اپنی داڑھی قبضہ برابر لمبی کر کے اس سے زائد کو کاٹ دیتا ہے۔ تو اس میں کوئی گناہ نہیں ہے کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمر اور تابعین کی جماعت نے ایسا کیا ہے۔ اور ابن سیرین و شعبی نے اسے مستحسن کہا ہے۔ حسن اور قتادہ نے مکروہ فرمایا۔ اور دونوں فرماتے ہیں۔ کہ قبضہ سے زائد کو چھوڑے رکھنا زیادہ اچھا ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے "اعفوا اللحی" فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان اس مفہوم سے قریب ہے۔ کہ داڑھی کٹ جائے اور اس کی گولائی میں خرابی نہ آئے اور اگر بہت زیادہ لمبی ہو جائے۔ کہ آدمی کی فطرتی صورت و حسن کو خراب کر دے۔ اور لوگوں کی زبان پر اس کا تذکرہ آجائے۔ تو اس نیت سے کہ لوگوں کے اعتراض سے بچ جائے اور خلقت کی خوبصورتی قائم رہے۔ تو قبضہ تک رکھ کر بقیہ کو کاٹ دیتا ہے۔ تو جائز ہے امام نخعی فرماتے ہیں۔ مجھے ایسے عقلمند پر تعجب آتا ہے۔ کہ جس کی داڑھی

قبضہ سے زائد لمبی ہو۔ وہ اس بڑھی ہوئی داڑھی کو قبضہ برابر کرنے کے لیے کم از کم

نہ کاٹے گا۔ اور کیونکہ اسے دو اطراف (بہت زیادہ لمبی اور قبضہ سے کم) کے

درمیان نہ رکھے گا۔ کیونکہ ہر چیز میں میانہ روی بہت اچھی بات ہے۔ اس لیے

کہا جاتا ہے۔ جب کبھی داڑھی قبضہ سے زیادہ لمبی ہوئی۔ عقل اسی قدر ماری گئی

عمدة القاری: قَوْلُهٗ اَعْفُوا اللُّحٰی۔ فَیَتَفَاحَشُ طُوْلاً وَ عَرْضًا وَ یَسْمَجُ حَتّٰی یَصِیْرَ لِلنَّاسِ حَدِیْثًا وَ مَثَلاً قِیْلَ قَدْ ثَبَتَتِ الْحُجَّةُ عَنْ رسول الله صلی الله علیه وسلم عَلٰی خُصُوْصٍ مِنْ هٰذَا الْخَبَرِ وَاِنَّ اللِّحْیَةَ مَحْظُوْرٌ اِعْفَاءُهَا وَ وَاجِبٌ قَصُّهَا عَلٰی اِخْتِلَافٍ مِنَ السَّلَفِ فِیْ قَدْرِ ذٰالِكَ وَحَدِّهٖ .... وَقَالَ بَعْضُهُمْ حَدُّ ذٰالِكَ اَنْ تُزَادَ عَلٰی قَدْرِ الْقُبْضَةِ طُوْلاً وَ اَنْ تَنْتَشِرَ عَرْضًا فَیَقْبَحُ ذٰالِكَ .... وروی عن عمر رضی الله عنه اَنَّهٗ رَاٰی رَجُلاً قَدْ تَرَكَ لِحْیَتَهٗ حَتّٰی كَبُرَتْ فَاَخَذَ یَجْبِذُهَا ثُمَّ قَالَ ائْتُوْنِیْ بِحَلْمَتَیْنِ ثُمَّ اَمَرَ رَجُلاً فَجَزَّ مَا تَحْتَ یَدِهٖ ثُمَّ قَالَ اذْهَبْ فَاَصْلِحْ شَعْرَكَ اَوْ اَفْسِدْهُ، یَتْرُكُ اَحَدُكُمْ نَفْسَهٗ حَتّٰی كَاَنَّهٗ سَبُعٌ مِنَ السِّبَاعِ .... وَلَمْ یَجِدُوْا فِیْ ذٰالِكَ حَدًّا غَیْرَ اَنَّ مَعْنٰی

ذَالِكَ عِنْدِیْ مَا لَمْ يَخْرُجْ مِنْ عُرْفِ النَّاسِ۔

(عمدۃ القاری شرح البخاری جلد ۲۲ ص ۴۶ - ۴۷
باب قص الشوارب مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:۔

(وہ اعفوا،، اعفاء سے صیغہ امر ہے۔ عنقریب گزر بھی چکا ہے اور طبری نے کہا۔ کہ اگر تو کہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول اعفوا اللحی،، کا کیا مقصود ہے۔ حالانکہ تو جانتا ہے۔ کہ اعفاء کا معنی انتہار آتا ہے۔ اور جو شخص اس ارشاد نبوی کے ظاہر کو دیکھ کر داڑھی کو بڑھاتا ہے) پھر وہ طول وعرض میں بہت زیادہ پھیل جاتی ہے۔ حتی کہ وہ لوگوں کے نزدیک ایک مذاق بن جاتا ہے۔ اور لوگ اس کی مثال دیا کریں گے۔ کہا گیا ہے کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس خبر کے خصوص پر حجت ہے۔ بے شک داڑھی کو بے تحاشا لمبا کرنا ممنوع اور ناپسندیدہ ہے۔ اور اس کا کاٹنا واجب ہے۔ سلف صالحین سے اس کی مقدار و حد میں اختلاف ہے۔ بعض کا کہنا ہے۔ کہ اس کی حد یہ ہے۔ کہ اگر ہم قبضہ سے زائد بڑھائیں اور عرض میں خوب پھیلائیں پھر وہ قبیح نظر آئے..... حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ آپ نے ایک شخص کو دیکھا۔ کہ اس نے داڑھی بے تحاشا بڑھائی ہوئی تھی۔ وہ بہت بڑی ہو گئی۔ آپ نے اس کو کاٹنے کے لیے پکڑا اور فرمایا۔ قینچی لاؤ۔ پھر آپ نے ایک شخص کو حکم دیا۔ کہ قبضہ سے زائد کو کاٹ ڈالے۔ پھر آپ نے فرمایا۔ جاؤ اور اپنے بالوں کو ٹھیک کریا نہ کر۔ تم میں سے کوئی

اپنے بال بے تحاشا بڑھاتا ہے۔ تو وہ ایک درندہ نظر آتا ہے۔
علماء نے اس بارے میں حد بندی نہیں فرمائی۔ لیکن میرے نزدیک
اس کا معنی یہ ہے۔ کہ جب تک لوگوں کے عرف سے باہر نہ نکلے ذکر لوگ اس کو نشانہ بنائیں۔

توضیح:

مذکورہ چند عبارات سے واضح ہوا۔ کہ قبضہ تک داڑھی بڑھانا واجب ہے۔ اور اس سے زائد کو کاٹنے میں اختلاف ہے۔ کسی نے اس کا کاٹنا واجب کسی نے سنت کسی نے مستحب اور کسی نے مکروہ بتایا ہے۔ بے تحاشا لمبی داڑھی بدعقلی کی علامت بھی بتایا گیا ہے۔ اور حدِ اعتدال سے لمبی داڑھی لوگوں کا مذاق بھی بن جاتی ہے۔ اس کے بارے میں علامہ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور کے ایک دراز ریش آدمی کا واقعہ بھی ذکر کیا اور اسے قبضہ برابر کرنے کا حکم دیا۔ علاوہ ازیں جس طرح داڑھی بالکل مونڈنا اور مشت سے کم کتروانا مثلہ میں شامل ہے۔ جیسا کہ آپ پڑھ چکے ہیں۔ اسی طرح فقہاء کرام نے قبضہ سے زیادہ بے ہنگم لمبی داڑھی رکھنا بھی مثلہ میں ہی شامل فرمایا ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

المنتقیٰ:

وَقَدِ اسْتَحَبَّ ذَالِكَ مَالِكٌ رحمه الله تعالىٰ لِاَنَّ الْاَخْذَ مِنْهُمَا عَلٰى وَجْهٍ لَا يُغَيِّرُ الْخِلْقَةَ مِنَ الْجَمَالِ وَالْاِسْتِئْصَالُ لَهُمَا مُثْلَةٌ كَحَلْقِ رَأْسِ الْمَرْأَةِ فَمُنِعَ مِنْ اِسْتِئْصَالِهَا اَوْ اَنْ يَقَعَ مِنْهُمَا مَعَ تَغْيِيْرِ الْخِلْقَةِ وَيُؤَدِّيْ اِلَى الْمُثْلَةِ وَاَمَّا مَا تَزَايَدَ مِنْهُمَا وَخَرَجَ عَنِ الْجَمَالِ

إِلَىٰ حَدِّ التَّشَعُّثِ وَ بَقَاءُهُ مُثْلَةٌ ؎ (المنتقی جلد سوم

ص ۳۲ کتاب الحج الباب السادس التقصیر)

ترجمہ: (موطا امام مالک کے متن میں یہ مذکور ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رمضان شریف گذرنے کے بعد حج کا ارادہ فرماتے اس کے بعد داڑھی اور سر کے بالوں کو نہ کاٹتے۔ حتی کہ حج کر لیتے۔ جب حج کے آخری دن قربانی کرتے۔ تو داڑھی اور سر کے بالوں کو کاٹتے (تقصیر فرماتے) سر کے بالوں کی تقصیر یا تحلیق یہ دونوں عمل جائز ہیں۔ مسئلہ زیر بحث داڑھی کا ہے۔ داڑھی کی تقصیر بھی ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کیونکہ اس عرصہ میں داڑھی قبضہ سے کچھ بڑھ جاتی تھی۔) امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اسے مستحب فرمایا۔ کیونکہ ان دونوں (سر کے اور داڑھی کے قبضہ سے زائد بال) کا کاٹنا ایسے طریقہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے جو جمال و خوبصورتی ان کے ذریعہ انسان میں رکھی ہے۔ اس میں تغیر نہ آئے۔ یہ درست ہے اور ان دونوں کا جڑوں سے مونڈنا مثلہ کے ضمن میں آتا ہے۔ جیسا کہ عورت کا اپنے سر کے بال منڈوانا ہے۔ تو امام مالک نے ان کے جڑوں سے مونڈنے کو منع فرمایا۔ یا ان کے ایسے طریقہ سے کاٹنا کہ خلقت کی تبدیلی کے ساتھ مثلہ تک پہنچا دے۔ یہ ممنوع ہے۔ ان دونوں کے ایسے بال جو حد جمال سے بڑھ گئے ہوں۔ اور ان میں پراگندگی اور بدصورتی آ جائے۔ اس حد تک بڑھانا اور باقی رکھنا بھی مثلہ میں داخل ہے۔

قارئین کرام! بات بالکل واضح ہو گئی۔ کہ مولانا غلام رسول سعیدی نے جو لکھا ہے۔ کہ "داڑھی کا قبضہ برابر رکھنا سنت یا مستحب ہے" اس کا مطلب یہی نکلتا ہے

کہ قبضہ سے کم بالوں کا کاٹنا حرام اور زائد کا کاٹنا سنت یا مستحب ہے۔ جس کا مطلب یہ ہوا۔ کہ قبضہ برابر سے زائد داڑھی کو کاٹنا سنت یا مستحب ہے باقی داڑھی کا قبضہ برابر رکھا تو وہ واجب ہے۔ اور اگر یہ مطلب اخذ کیا جائے۔ (جو سعیدی صاحب کے پیش نظر ہے۔) کہ داڑھی کے جڑوں سے ایک قبضہ تک بڑھانا سنت یا مستحب ہے۔ تو یہ مطلب کسی مجتہد یا فقیہ نے نہیں سمجھا۔ بلکہ سبھی قبضہ سے کم کرنے کو ناجائز قرار دیتے ہیں۔ قبضہ کے برابر نہ کرنے والا گناہ صغیرہ یا کبیرہ کا مرتکب نہ ہو۔ اس کا مطلب بھی یہی ہے۔ کہ اگر کوئی شخص قبضہ سے زائد داڑھی بڑھی ہوئی کو کاٹ کر قبضہ برابر نہیں کرتا۔ تو اس سے کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ یہ بھی اس وقت جب کاٹ کر قبضہ تک لے آنا سنت یا مستحب قرار دیا جائے۔ جیسا کہ سعیدی صاحب نے جمہور کا مسلک اسے کہا ہے اور اگر بعض کے قول کے مطابق (جیسا کہ صاحب فتح القدیر کا نظریہ ہے) وجوب ہیں تو پھر قبضہ سے زائد کو نہ کاٹنا گناہ سے خالی نہ ہوگا۔ کیونکہ یہ واجب کا ترک ہوگا۔ اور واجب کے ترک کو سعیدی صاحب بھی گناہ صغیرہ میں شامل سمجھتے ہیں۔ لہذا ثابت ہوا کہ تمام فقہاء کرام قبضہ تک داڑھی کے بڑھانے کے وجوب کے قائل ہیں۔ اور اس وجوب کا مرتکب (خواہ وہ مونڈنے والا ہو یا قبضہ سے کم کترانے والا) بھی صغیرہ کا مرتکب ہوگا۔ سعیدی صاحب یہ بھی تسلیم کرتے ہیں۔ کہ صغیرہ کا ارتکاب بوجہ اصرار کبیرہ ہو جاتا ہے۔ لہذا جو شخص آئے دن قبضہ سے کم داڑھی رکھتا ہے۔ اور تھوڑے سے بال، بڑھنے پر اسے خشخاسی کر دیتا ہے۔ یا روزانہ منڈواتا یا مونڈتا ہے۔ تو یہ اصرار بہرحال صغیرہ کو کبیرہ بنا دے گا۔ صغیرہ کا اصرار کبیرہ ہو جاتا ہے۔ اس کا سعیدی صاحب نے اعلیٰحضرت کی عبارت سے استشہاد پیش کیا ہے۔ وہ

لکھتے ہیں۔ ورنہ کبیرہ سات سو میں ان کی تفصیل بہت ہے۔ اللہ کی معصیت جس قدر ہے۔ سب کبیرہ ہیں۔ اگر صغیرہ اور کبیرہ کو علیحدہ علیحدہ کرایا جائے۔ تو لوگ صغائر کو ہلکا سمجھیں گے۔ اور یہ کبیرہ سے بدتر ہے۔ جس گناہ کو ہلکا جان کرے گا۔ وہی کبیرہ ہے۔ اس امتیاز کے لیے اس قدر کافی ہے۔ فرض کا ترک اور واجب کا ترک کبیرہ۔ اس تحقیق کے مطابق فرض کا ترک اور حرام کا ارتکاب کبیرہ ہے۔ اور واجب کا ترک اور مکروہ تحریمہ کا ارتکاب گناہ صغیرہ ہے''۔ (شرح مسلم از سعیدی جلد اول ص ۱۸۸)

قارئین کرام! غلام رسول سعیدی نے اعلیٰحضرت کی عبارت سے جو کلیہ نقل کیا ہے۔ یہ اسی نیتے نقل کیا گیا ہے۔ کہ یہ غلام رسول سعیدی کو بھی تسلیم ہے۔ اب اسی کلیہ کے مطابق ان سے یہ پوچھا جا سکتا ہے۔ کہ اعلیٰحضرت نے لکھا کہ اگر صغیرہ و کبیرہ کو الگ الگ کیا جائے۔ تو لوگ صغیرہ کو ہلکا جانیں گے اور اسے ہلکا جاننا کبیرہ سے بھی بدتر ہے۔ جب سعیدی صاحب کو یہ بھی تسلیم ہے۔ کہ واجب کا ترک صغیرہ ہے۔ داڑھی بمقدار قبضہ لمبی کرنا فقہاء احناف کے نزدیک واجب اور اس سے کم کٹوانا یا منڈوانا حرام ہے۔ اس کا ترک بھی سعیدی صاحب کے نزدیک یقیناً گناہ صغیرہ ہوگا۔ اور صغیرہ گناہ کو ہلکا سمجھنا کبیرہ سے بدتر ہوا۔ تو داڑھی قبضہ سے کم رکھنا اسے معمولی سمجھنا کیا بدتر گناہ نہ ہوا اور پھر جب اس پر اصرار ہو۔ تو صغیرہ اصرار سے کبیرہ بن جاتا ہے۔ روزانہ داڑھی منڈوانا تو صغیرہ کا ہلکا سمجھنا ہے۔ صغیرہ کو لگاتار کرنے سے وہ کبیرہ ہو جاتا ہے۔ اس پر امت کا اجماع ہے۔ نتیجہ یہ نکلا۔ کہ سعیدی صاحب کے مسلّمات کے مطابق روزانہ داڑھی منڈوانا یا بکثرت قبضہ سے کم کو کاٹنا بدتر از کبیرہ ہوا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

اعتراض

بار بار داڑھی منڈوانا تکرار ہے۔ اصرار نہیں ہے۔ اور صغیرہ اس وقت کبیرہ بنتا ہے۔ جب اس پر اصرار ہو۔ یہاں اصرار نہیں، بلکہ تکرار ہے۔ لہٰذا یہ صغیرہ، صغیرہ ہی رہنا چاہیئے۔

جواب پہلی بات قابل توجہ یہ ہے۔ کہ صغیرہ کو ہلکا جاننا بدتر از کبیرہ تسلیم کیا گیا ہے جو شخص روزانہ داڑھی منڈواتا یا کٹاتا ہے۔ وہ داڑھی قبضہ برابر رکھنے کو یقیناً ہلکا ہی سمجھتا ہے۔ اگر ہلکا نہ سمجھتا تو روزانہ ایسا نہ کرتا۔ دوسری بات یہ کہ شیخ محقق جناب عبدالحق محدث دہلوی نے اشعۃ اللمعات میں اصرار و تکرار کا فرق بیان کیا۔ اسے مولوی غلام رسول سعیدی صاحب نے بھی یوں نقل کیا ہے "اگر کوئی شخص گناہ صغیرہ کر کے اس پر نادم ہو۔ اور توبہ کرے۔ بعد میں پھر شامت نفس سے وہ گناہ کرے پھر نادم ہو یہ تکرار ہے۔ اصرار نہیں۔ اگر کوئی شخص گناہ صغیرہ کر کے اس پر نادم نہ ہو۔ اور منع کرنے کے باوجود اسے کرے یہ اصرار ہے،، (شرح مسلم جلد ۱ ص ۱۸۸) شیخ محقق کی مذکورہ عبارت میں جو تکرار و اصرار کا فرق بیان ہوا۔ اسے روزانہ داڑھی منڈوانے والے پر چسپاں کر کے دیکھیں۔ کیا اس کا ایسا کرنا تکرار ہے اصرار نہیں۔ اور توبہ کرے بعد میں پھر شامت نفس سے وہ گناہ کرے پھر نادم ہو یہ تکرار ہے اصرار نہیں۔ اگر کوئی شخص گناہ کبیرہ کر کے اس پر نادم نہ ہو۔ اور منع کرنے کے باوجود اسے کرے یہ اصرار ہے۔ (شرح مسلم جلد ۱ ص ۱۸۸) شیخ محقق کی مذکورہ عبارت میں جو تکرار و اصرار کا فرق بیان ہوا۔ اسے روزانہ داڑھی منڈوانے والے پر چسپاں کر کے دیکھیں۔ کیا اس کا ایسا کرنا تکرار ہے۔ یا اصرار؟ آپ یقیناً یہی فیصلہ کریں گے۔ کہ یہ اصرار ہے۔ کیونکہ روزانہ داڑھی منڈوانے والا نہ تائب ہوتا ہے۔ اور نہ ہی ایسا کرنے پر نادم بلکہ وہ تو ایسا فخر سے کرتا ہے۔ اور اگر ایک دو دن ناغہ ہو جائے۔ تو اسے لوگوں کو چہرہ دکھاتے شرم آتی ہے۔ اور روزانہ منڈواتے یا کترواتے کو باعث فخر اور خوبصورتی سمجھتے

ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ جب کسی محفل شادی یا اور تقریب میں جانا ہوتا ہے۔ تو جانے سے قبل خوب اچھی طرح داڑھی کا صفایا کر کے تسلی کر لی جاتی ہے۔ کہ میں جانے کے قابل ہو گیا ہوں۔ کہاں اصرار اور کہاں ندامت کی بجائے خوشی اور فخر؟ تیسری بات یہ کہ غلام رسول سعیدی کی خود اپنی عبارات اس بارے میں متضاد ہیں۔

یہاں لکھا کہ داڑھی قبضہ برابر رکھنا سنت یا مستحب ہے۔ اور دوسری جگہ لکھا۔ ”علامہ شامی اس کی تشریح میں لکھتے ہیں۔ امام محمد نے کتاب الآثار (ص ۱۹۸ حدیث ۸۹۹) میں لکھا ہے۔ کہ امام ابو حنیفہ کا یہی مذہب ہے کہ (یعنی قبضہ سے زائد کو کاٹ دیتے تھے۔) اس تمام تفصیل کے باوجود اکثر فقہاء نے لکھا ہے کہ ایک مشت سے کم داڑھی منڈوانا یا کتروانا جائز نہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ قبضہ واجب ہے محقق علی الاطلاق ابن ہمام نے اس کی یہ توجیہ کی ہے۔ کہ مسلم شریف میں حضرت ابوہریرۃ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مونچھیں کم کرو داڑھی بڑھاؤ مجوس کی مخالفت کرو مجوس یا داڑھی بالکل منڈواتے تھے۔ یا قبضہ سے کم رکھتے تھے۔ اس لیے حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ کل یا اکثر داڑھی کاٹنے میں مجوس کی مخالفت کر کے داڑھی بڑھاؤ۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے۔ تو اس حدیث میں مطلقاً داڑھی منڈوانے کا حکم نہیں ہے۔ بلکہ قبضہ تک داڑھی بڑھانے کا حکم ہے۔ اس حکم کی علت مجوس کی مخالفت ہے۔ اس لیے احتیاط کا تقاضا یہی ہے۔ کہ ایک مشت داڑھی کو بقول اکثر فقہاء کے وجوب پر محمول کرنا چاہیئے۔

(شرح مسلم شریف از سعیدی جلد ۱ ص ۳۰۴ کتاب الطہارۃ)

قارئین کرام! سعیدی صاحب کو تسلیم ہے۔ کہ اکثر فقہاء کرام قبضہ برابر داڑھی بڑھانے کو واجب کہتے ہیں۔ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے اس وجوب کی علت مجوس سے مخالفت بتائی ہے۔ مجوس چونکہ ایک مشت سے کم یا بالکل

جڑسے داڑھی کے تارک تھے۔ اس لیے ان کی مخالفت نہ منڈوا کر اور نہ کترو اکر ہو گی۔ اور اس سے ایک قبضہ برابر مراد ہو گی۔ لہذا از روئے احتیاط یہی قول قابل عمل ہے۔ جب داڑھی قبضہ برابر واجب ہو گی۔ اور اسے سعیدی صاحب بھی یہاں تسلیم کر رہے ہیں۔ تو پھر قبضہ برابر داڑھی کو واجب کی بجائے سنت یا مستحب قرار دینا خود اپنی مسلمات کی تردید ہے۔ اور پھر اس کے ترک پر نہ کبیرہ نہ صغیرہ کہا حالانکہ واجب کا ترک صغیرہ خود انہیں مسلم ہے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ غلام رسول سعیدی کی عبارات باہم متناقض ہیں۔ اور ان کا فتوے کہ داڑھی منڈے یا کترے کے پیچھے نماز واجب الاعادہ نہیں۔ باطل ہے۔

امر چہارم:

اس جگہ یہ شبہ ہو سکتا ہے۔ کہ حدیث شریف میں آیا ہے " و اعفوا اللحی ،، داڑھی بڑھاؤ۔ امر وجوب کے لیے آتا ہے۔ اس لیے داڑھی بڑھانا واجب ہونا چاہیے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر داڑھی بڑھانا واجب ہو تو داڑھی کا کم کرنا بالکل جائز نہ ہو۔ حالانکہ تمام علماء کا سلفاً خلفاً اجماع ہے۔ کہ ایک مشت کے بعد داڑھی کو کم کرنا جائز ہے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے امر " واعفوا اللحی ،، سے وجوب کے خلاف قرینہ صارفہ موجود ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ترمذی شریف میں روایت ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود طولاً و عرضاً کم کرتے تھے۔ اور جب داڑھی کم کرنا ثابت ہو گیا۔ تو بڑھانا واجب نہ رہا۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص یہ کہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ امام اعظم اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ کہ ابو قحافہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور ان کی داڑھی بکھری ہوئی تھی۔ آپ نے انہیں دیکھ کر اپنی داڑھی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ کاش تم اس مقدار سے زائد داڑھی

کو کم کر لیا کرو۔ اس حدیث سے معلوم ہوا۔ کہ قبضہ سے زائد داڑھی کم کر لینی چاہیئے۔
اور حضور نے ابو قحافہ کو اس کا حکم دیا۔ اس لیے داڑھی کم کرنا حضور کی خصوصیت نہ
رہی۔ اور داڑھی بڑھانا واجب نہ ہوا۔ علاوہ ازیں "واعفوا اللحیٰ"، داڑھی
بڑھاؤ یہ حدیث عبداللہ بن عمر اور حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہم سے مروی
ہے۔ اور بخاری و ابوداؤد میں ہے۔ کہ حضرت عبداللہ بن عمر ایک مشت کے
بعد داڑھی لیا کرتے تھے۔ اور احناف کا مسلمہ قاعدہ ہے۔ کہ جب راوی کا
فعل اس کی روایت کے خلاف ہو تو وہ اس روایت کے منسوخ ہونے پر دلالت
کرتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ "واعفوا اللحیٰ" میں جو داڑھی بڑھانے
کا امر تھا۔ منسوخ ہو چکا ہے۔ (شرح مسلم از سعیدی جلد اول ص ۹۲۹)
مولوی غلام رسول سعیدی کے مذکورہ کلام کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کا داڑھی کے بارے میں ارشاد گرامی "واعفوا اللحیٰ"، وجوب کے لیے نہیں ہے،
کیونکہ خود آپ کا عمل شریف بھی اس کے خلاف ہے۔ یعنی مطلقاً داڑھی بڑھانا جہاں
تک بڑھ سکے یہ مراد نہیں۔ حالانکہ حدیث مذکور میں مطلقاً ارشاد ہے۔ تو معلوم ہوا
کہ یہ وجوب عمل رسول اور خود اس روایت کے راوی حضرات کے عمل سے منسوخ
ہے۔ گویا داڑھی کے بڑھانے کا امر منسوخ ہے۔

جواب:۔

حقیقت یہ ہے۔ کہ حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی "واعفوا
اللحیٰ"، وجوب کے لیے ہے۔ ہم جیسا کہ پہلے بھی تحریر کر چکے۔ کہ اس ارشاد نبوی
کے بارے میں یہ پوچھنا قرین قیاس ہے۔ کہ داڑھی بڑھانے کا حکم اپنے اطلاق پر
ہے۔ جس سے مطلوب داڑھی کو لمبا کرنا ہے۔ خواہ وہ کتنی ہی لمبی ہو جائے۔ یا
اس سے کچھ مستثنیٰ بھی ہے؟ داڑھی کے بڑھانے کا حکم وجوبی تو احادیث میں موجود ہے

اور قبضہ تک بڑھانا مراد ہے۔ یہ بھی احادیث و روایات میں آگیا ہے۔ اس سے زیادہ بڑھانا مراد نہیں۔ کیونکہ اگر قبضہ سے زائد بڑھانا وجوب میں شامل ہوتا۔ تو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام قبضہ سے زائد داڑھی کو نہ کترواتے چونکہ ان حضرات نے قبضہ سے زائد کو تو کاٹا ہے۔ لیکن قبضہ سے کم کرنا نہ قولاً نہ عملاً ان حضرات سے ثابت ہے۔ تو اس سے معلوم ہوا۔ کہ قبضہ تک بڑھانے کے لیے امر وجوبی ہے۔ لہذا قبضہ برابر داڑھی رکھنے کو منسوخ قرار دینا انتہائی دلیری اور بے باکی ہے تعجب ہے۔ کہ خود سعید صاحب جلد اول ص ۴۳۰ پر لکھتے ہیں۔ کہ "مجوس کی مخالفت کرو" سے مراد یہ کہ مجوس یا تو داڑھی بالکل صاف کراتے ہیں۔ یا قبضہ سے کم رکھتے ہیں۔ اب ان کی مخالفت یہ ہوگی کہ نہ منڈاؤ اور نہ ہی مشت سے کم داڑھی کو کٹواؤ۔ بلکہ قبضہ برابر کرو۔ یہی مجوس سے مخالفت ہے۔ یہ عبارت صاف بتا رہی ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم "واعفوا اللحی" مطلق نہیں۔ بلکہ اس سے مراد قبضہ تک بڑھانا مطلوب و مقصود ہے جب قبضہ برابر بڑھانے کا حکم ہے۔ تو پھر قبضہ سے زائد کے کاٹنے والی روایات اس کی ناسخ کیسے ہو گئیں؟ یہ بات ادنیٰ طالب علم بھی سمجھتا ہے۔ ایک جگہ پر سعیدی صاحب اسی حدیث کو منسوخ اور دوسری جگہ قبضہ تک وجوب کی دلیل قرار دے رہے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو قحافہ کا واقعہ بھی اس کی تائید میں نقل کیا۔ جیسے مسند امام اعظم جلد دوم ص ۳۰۹ - ۳۱۰ مکتبہ اسلامیہ سمندری پر دیکھا جا سکتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی داڑھی شریف کی طرف اشارہ فرما کر بتایا۔ کہ اس سے زائد کاٹ دیا کرو۔ چنانچہ ابو قحافہ قبضہ سے زائد کاٹ دیا کرتے تھے۔ اگر "واعفوا اللحی" منسوخ ہوتی۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبضہ تک رکھنے کی تاکید اور زائد کے کاٹنے کی ترغیب نہ دیتے۔ لہذا ثابت ہوا۔ کہ حقیقت حال یہ ہے۔ کہ حدیث "واعفوا اللحی" منسوخ نہیں۔ بلکہ واجب العمل ہے۔ اور قبضہ برابر داڑھی رکھنا واجب زائد کو

کاٹنا جائز اور قبضہ سے کم کرنا حرام ہے۔ قبضہ سے زائد داڑھی کا کاٹنا "واعفوا اللحیٰ" میں نہ داخل ہے۔ اور نہ ہی یہ حدیث منسوخ ہے۔

امر پنجم :

علامہ ابن ہمام نے قبضہ کو واجب قرار دیا ہے۔ اور یہ دلیل دی ہے۔ کہ صحیح مسلم شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ جزوا الشوارب وارخوا اللحی وخالفوا المجوس۔ "مونچھیں کم کرو داڑھی بڑھاؤ اور مجوس کی مخالفت کرو" اور مجوس یا داڑھی بالکل منڈاتے تھے۔ یا قبضہ سے کم رکھتے تھے۔ اس لیے اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ کل یا اکثر داڑھی کاٹنے میں مجوس کی مخالفت کرو۔ اور ایک مشت تک داڑھی بڑھاؤ۔ اور اس حکم کی علت مجوس کی مخالفت ہے۔ (فتح القدیر جلد دوم ص ۲۷۰ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر) لیکن یہ استدلال اس لیے مخدوش ہے۔ کہ حدیث شریف میں ہے "عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غَیِّرُوا الشَّیْبَ وَلَا تَشَبَّهُوْا بِالْیَهُوْدِ" "سفید بالوں کو رنگ سے متغیر کرو۔ اور یہود کی مشابہت نہ کرو۔ (جامع ترمذی ص ۲۶۶ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کراچی) اگر مجوس کی مخالفت کی وجہ سے داڑھی میں قبضہ واجب ہو سکتا ہے۔ تو یہود و نصاریٰ کی مخالفت کی وجہ سے داڑھی کا رنگنا بھی واجب ہو گا۔ کیونکہ مخالفت کی علت دونوں میں مشترک ہے۔ اس لیے علامہ ابن ہمام کا قبضہ کے وجوب پر استدلال درست نہیں ہے۔ صاحب درر غرر نے بھی ابن ہمام کی اتباع میں قبضہ کو واجب قرار دیا ہے۔ اور شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے

حدیث "واعفوا اللحیٰ" "داڑھی بڑھاؤ"، کے امر کے پیش نظر داڑھی میں قبضہ کو واجب قرار دیا ہے۔ (اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۲۱۲ مطبوعہ تیج کمار لکھنؤ) لیکن یہ استدلال اس لیے صحیح نہیں ہے۔ کہ اگر داڑھی کا بڑھانا واجب ہو تو اس کو کاٹنا بالکل جائز نہ ہوگا۔ حالانکہ ایک مشت کے بعد داڑھی کاٹنا سب کے نزدیک جائز ہے۔ بلکہ علامہ ابن ہمام نے اس کو واجب قرار دیا ہے۔ (فتح القدیر جلد دوم ص ۲۱۰) اور حدیث شریف میں ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم داڑھی کو طولاً عرضاً کاٹا کرتے تھے۔ (جامع ترمذی ص ۳۹۴) اس کی مزید تفصیل جلد اول سنن وضو کے باب میں ہم بیان کر چکے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ بعض فقہاء نے داڑھی میں قبضہ کو واجب قرار دیا ہے۔ لیکن ان کا استدلال صحیح نہیں ہے۔ ورنہ ابن ہمام کے قول پر سفید داڑھی رکھنے والے اور قبضہ سے زائد داڑھی رکھنے والے سب فاسق معلن قرار پائیں گے۔ (العیاذ باللہ) اس لیے صحیح یہ ہے۔ کہ داڑھی میں قبضہ سنت ہے۔ اگر کوئی شخص ایک مشت سے کم داڑھی رکھتا ہے۔ تو وہ تارک سنت ہے۔ فاسق نہیں ہے۔ اور اس کی اقتداء میں نماز جائز ہے۔

(شرح مسلم از سعیدی جلد دوم ص ۳۱۲ مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور)

قارئین کرام! غلام رسول سعیدی نے خود ہی جس شخصیت کو "محقق علی الاطلاق" لکھا۔ اسی کے تحقیقی استدلال کو "مخدوش"، کہہ کر ان کا تو کچھ نہ بگاڑا بلکہ اپنے اجتہاد اور قوت استدلالیہ کا جو راز ہے میں بھانڈا پھوڑ ڈالا۔ علامہ رومی نے ٹھیک ہی کہا ہے۔ ؎ چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد۔ الخ جب اللہ تعالیٰ کسی کا پردہ چاک کرنا چاہتا ہے۔ تو اس کی زبان و تحریر پاک سیرت لوگوں کے خلاف استعمال ہوتی ہے۔ اور دوسری شخصیت شیخ محقق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے استدلال کو بھی "وہ صحیح نہیں"، کہا۔ حالانکہ ان کی عبارات کو خود سعیدی صاحب حجت و دلیل کے طور پر پیش کر رہے ہیں۔ بہر حال سعیدی صاحب نے جو کچھ کہا۔ اس کا خلاصہ یہ ہے

کہ مجوس کی مخالفت اگر داڑھی کے وجوب کی دلیل مان لی جائے۔ تو پھر داڑھی کا رنگنا بھی واجب ہونا چاہیئے۔ کیونکہ یہ بھی مجوس کی مخالفت ہے۔ اگر داڑھی رنگنا واجب نہیں۔ اور کسی نے اسے واجب نہیں کیا۔ تو پھر داڑھی بڑھانا بھی اسی کے حکم میں ہونا چاہیئے؟

جواب :۔

سعیدی صاحب کا قبضہ برابر داڑھی رکھنے کو داڑھی رنگنے پر قیاس کرنا "قیاس الفاروق" ہے۔ اس کی تشریح یہ ہے۔ کہ مطلق امر وجوب کے لیے آتا ہے۔ اور اگر کوئی قرینہ موجود ہو۔ تو اس کے مطابق امر کا فیصلہ ہوگا۔ یعنی اگر قرینہ استحباب کا ہے تو مامور بہ مستحب ہوگا۔ اگر قرینہ سنیت کا ہے۔ تو مامور بہ سنت ہوگا۔ اگر قرینہ اباحت کا ہے۔ تو مامور بہ مباح ہوگا۔ اگر قرینہ اختیار کا ہے تو مامور بہ میں اختیار ہوگا۔ وغیرہ وغیرہ۔ "مجوس کی مخالفت کرو" اس امر کا تعلق ایک داڑھی بڑھانے اور دوسرا داڑھی رنگنے سے ہے۔ ہم قاعدہ اصولیہ کے تحت دونوں کو قرینہ کے بغیر وجوب کے لیے کہیں گے۔ لیکن یہاں دونوں جگہ مختلف قرائن ہیں داڑھی بڑھانے کی مخالفت پر وعیدات موجود ہیں۔ جنہیں سعیدی نے بھی نقل کیا ہے۔ فقہاء کرام نے ایک قبضہ سے داڑھی کم کرنا یا رکھنا کسی قول میں جائز نہیں فرمایا۔ لہٰذا یہ قرائن اس کی تائید و تقویت کرتے ہیں۔ کہ "واعفوا اللحیٰ" میں امر وجوب کے لیے ہے۔ اُدھر "داڑھی رنگو" کے بارے میں کسی نے بھی یہ نہیں فرمایا۔ کہ جو نہیں رنگے گا۔ وہ ناجائز کا ارتکاب کرے گا۔ بلکہ وہاں رنگنے یا نہ رنگنے میں اختیار دیا گیا ہے۔ اور رنگنے کو اچھا سمجھا گیا ہے۔ جس سے معلوم ہوا۔ کہ یہ حکم "استحبابی" ہے۔ اس کے دونوں پہلو یعنی داڑھی کو رنگنا واجب ہو۔ اور نہ رنگنا حرام ہو۔ یہ کسی نے یہ نہیں کہا۔ اور داڑھی کے بالوں کو نہ رنگنا یہود و نصاریٰ کا شعار بھی

قرار نہیں دیا گیا۔ لیکن داڑھی بڑھانے میں یہ باتیں صراحۃً موجود ہیں۔ کہ داڑھی قبضہ برابر بڑھانا واجب ہے۔ اس سے چھوٹی کرنا حرام ہے۔ اور مونڈنا یا کترانا یہود و ہنود کا شعار ہے۔ اس تقابل سے معلوم ہوا۔ کہ "واعفوا اللحیٰ" اور "فاصبغوا اللحیٰ" دونوں کی علت اگرچہ ایک ہی ہے۔ لیکن دونوں کا مامور بہ ہونا ایک درجہ کا نہیں۔ اس لیے داڑھی بڑھانے کو داڑھی رنگنے پر قیاس کرنا "قیاس مع الفارق" ہے۔

داڑھی کا رنگنا مستحب اور بڑھانا واجب ہے۔ اور داڑھی بڑھانا واجب ہے۔ اسے سعیدی صاحب نے بھی اکثر فقہاء کا قول لکھا ہے۔ لیکن داڑھی رنگنا واجب ہے۔ اکثر تو کجا اکثر ایک آدھ فقیہہ کا قول بھی اس کے وجوب پر سعیدی صاحب نہیں دکھا سکتے۔ اور پھر منڈوانے پر آپ کا غضب ناک ہونا۔ جیسے کہ شاہ ایران کے بھیجے ہوئے لوگوں کے واقع میں موجود ہے۔ اور پھر فقہاء اکرام کا داڑھی منڈوانے کو مثلہ قرار دینا یہ اس بات کی دلیل ہے۔ کہ داڑھی رکھنے کے لیے جو امر ہے۔ وہ وجوب کے لیے ہے۔ اور اس کے برخلاف داڑھی نہ رنگنے پر نہ آپ کی ناراضگی کہیں منقول ہے۔ اور نہ ہی اس کو صحابہ نے برا جانا ہے۔ ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین۔

امر ششم :-

جو شخص علی الاعلان گناہ کبیرہ، شراب نوشی، زنا کاری اور سود خوری کا مرتکب ہو۔ یا خلق خدا پر ظلم کرتا ہو۔ ایسا شخص جبراً امام بن جائے معلن کہلاتا ہے۔ ایسے شخص کو امام بنانا حرام ہے۔ کیونکہ فاسق کی تعظیم شرعاً حرام ہے۔ لیکن اگر ایسا شخص جبراً امام بن جائے۔ تو اس کی اقتداء میں جمعہ پڑھنا جائز ہے۔ کیونکہ جمعہ کے لیے جماعت شرط ہے۔ اور یہ بھی اسی صورت میں ہے۔ کہ جبکہ شہر میں صرف ایک جگہ جمعہ ہوتا

ہو۔ اگر شہر میں متعدد جگہ جمعہ ہوتا ہو۔ اور فاسق معلن کے علاوہ صالح امام بھی جمعہ پڑھاتے ہوں۔ تو پھر انہی کی اقتداء میں جمعہ پڑھنا واجب ہے اور فاسق کی اقتداء میں جمعہ پڑھنا جائز نہیں۔ البتہ اگر کسی کو مجبور کر دیا جائے۔ تو جائز ہے۔ (شرح مسلم از سعیدی جلد دوم ص ۲۰۶-۲۰۷) چند صفحات آگے چل کر یوں لکھا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

حاصل بحث یہ ہے۔ کہ جس شخص کا اعلانیہ فسق قطعی غیر مؤول ہو جیسے شراب زنا وغیرہ بعض احناف اور امام مالک اور امام احمد کے مذہب کے پیش نظر ان کی اقتداء میں نماز نہ پڑھے۔ اور جس کا فسق ظنی یا مؤول ہو اس کی اقتداء میں نماز پڑھ لے۔ اور داڑھی کتروانے والے اگرچہ تارک سنت ہیں تاہم وہ کسی اعتبار سے بھی فاسق نہیں ہیں۔ ان کو فاسق معلن کہہ کر شریعت میں مداخلت نہیں کرنی چاہیئے۔ اور داڑھی منڈوانے والے زیادہ سے زیادہ فسق ظنی کے مرتکب ہیں۔ اس لیے ان کی اقتداء میں نماز مکروہ تنزیہی ہے۔ (شرح مسلم از سعیدی جلد دوم ص ۳۱۴)

جواب:۔

جواب سے قبل ایک بات ذہن نشین کر لیں۔ وہ یہ کہ سعیدی صاحب کے نظریہ کے مطابق اصطلاح فقہ میں "فاسق معلن" وہ ہے۔ جو کبیرہ گناہ کا ارتکاب علی الاعلان کرے۔ یہ تمہید سعیدی صاحب نے اس لیے باندھی۔ کہ ان کے نزدیک داڑھی ایک مشت سے کم کرنا یا منڈوانا گناہ کبیرہ اور صغیرہ نہیں۔ اس لیے جب یہ کبیرہ گناہ نہیں بلکہ صغیرہ بھی نہیں۔ تو اسے علی الاعلان بار بار کرنے سے "فاسق معلن" کیسے کہلائے گا؟ جب داڑھی کترانے یا منڈانے والا فاسق معلن ہے ہی نہیں تو اس کے پیچھے نماز نہ مکروہ تحریمی ہوئی۔ اور نہ ہی اس کا اعادہ واجب ہوا۔

"فاسق معلن" دو الفاظ کا مرکب ہے۔ فاسق اور معلن۔ معلن کا معنی علانیہ گناہ کرنے والا۔ اور فاسق کا معنی فسق کرنے والا ہے۔ اگر ان دونوں الفاظ کی

وضاحت قرآن و حدیث سے کریں۔ تو آپ دیکھیں گے۔ کہ یہ لازم نہیں۔ کہ "فاسق معلن" وہی ہوتا ہے۔ جو گناہ کبیرہ کا علی الاعلان ارتکاب کرے معلن کا معنی واضح ہے (ہم آگے چل کر بیان بھی کریں گے۔ اور بیان کر بھی چکے ہیں) فاسق کی تعریف ملاحظہ فرمائیں۔

النہایہ :-

(فسق) فِیْہِ (خَمْسٌ فَوَاسِقُ یُقْتَلْنَ فِی الْحِلِّ وَالْحَرَمِ)، اَصْلُ الْفُسُوْقِ الْخُرُوْجُ عَنِ الْاِسْتِقَامَۃِ وَالْجَوْرِ وَبِہٖ سُمِّیَ الْعَاصِی فَاسِقًا۔

(النہایہ۔ جلد سوم ص۴۴۶ باب الفاء مع السین مطبوعہ بیروت لبنان)

ترجمہ:۔ لفظ فسق کے بارے میں ایک حدیث میں آیا ہے۔ کہ پانچ فاسق جاندار حل و حرم میں مار ڈالے جائیں۔ فسوق کا اصل اور حقیقی معنی یہ ہے استقامت سے نکل جانا۔ اور ظلم کرنا ہے۔ اور عاصی کو اسی وجہ سے فاسق کہا گیا ہے۔

لسان العرب:

قولہ تعالیٰ بِئْسَ الْاِسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ اَیْ بِئْسَ الْاِسْمُ اَنْ تَقُوْلَ لَہٗ یَا یَہُوْدِیُّ یَا نَصْرَانِیُّ بَعْدَ اَنْ اٰمَنَ اَیْ لَا تُعَیِّرُوْا ہُمْ بَعْدَ اَنْ اٰمَنُوْا وَیَحْتَمِلُ اَنْ یَکُوْنَ کُلُّ لَقَبٍ یَکْرَہُہُ الْاِنْسَانُ۔ (لسان العرب جلد ۱۰ ص ۳۰۸ لفظ فسق مطبع بیروت)

ترجمہ:۔

اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔ "برا ہے فسوق کا نام ایمان کے بعد" یعنی کسی یہودی یا نصرانی کے مومن ہو جانے کے بعد اسے پھر یہودی اور نصرانی کا نام کہہ کر پکارنا برا ہے۔ یعنی ایمان لے آنے کے بعد انہیں یہودیت و نصرانیت کی عارمت دلاؤ۔ اور یہ بھی احتمال ہے۔ "اسم فسوق" سے مراد ہر ایسا لقب ہو جسے انسان ناپسند کرتا ہو۔

لغات حدیث:۔

أُنْظُرُوْا إِلٰى أُمَرَائِنَا يَلْبَسُ ثِيَابَ الْفُسُوْقِ۔ یعنی ہمارے حاکموں کو دیکھو فاسقوں کا لباس پہنتے ہیں۔ لفسق الکذب۔ قرآن مجید میں آیا ہے۔ فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج۔ فسوق سے مراد جھوٹ ہے۔ (لغات حدیث مصنفہ وحید الزمان اہلحدیث جلد سوم ص ۳، کتاب الفاء)

قارئین کرام!۔ ان حوالہ جات سے معلوم ہوا۔ کہ "فسق" ایک کلی مشکک ہے۔ جن کے افراد میں کمی بیشی، کمزوری و قوت، اعلیٰ و ادنیٰ کا تصور موجود ہے۔ فاسق کا اطلاق کافر پر بھی ہوتا ہے۔ شریعت کا مخالف، متقضائے فطرت کا مخالف، جھوٹ بولنے والا، گناہ گار یہ سب فاسق کے افراد ہیں۔ اس سے واضح ہوا۔ کہ "فاسق" کو گناہ کبیرہ کے مرتکب کے ساتھ خاص نہیں کیا جا سکتا۔ ہو سکتا ہے کہ آپ کے ذہن میں یہ بات آئے۔ کہ ہم نے جو فاسق کا مفہوم و مصداق کا ذکر کیا ہے۔ یہ باعتبار لغت کے ہو۔ اور جو سعیدی صاحب نے ذکر کیا ہے۔ وہ مخصوص اصطلاح فقہ میں ہو۔ لہذا اصطلاح فقہ میں فاسق وہی ہو جو گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو۔ لیکن یہ وہم ہے۔ اصطلاح فقہ میں فاسق کیسے کہا جاتا ہے؟

ابن قدامہ حنبلی سے سنیئے۔ اس سے سعیدی صاحب کے دونوں امور کی تردید بھی نظر آئے گی۔

المغنی:

وَلَنَا اَنَّ حَقِيقَةَ الْاِعْلَانِ هُوَ الْاِظْهَارُ وَهُوَ ضِدُّ الْاِخْفَاءِ وَالْاِسْرَارِ قَالَ اللهُ تَعَالٰى (وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ) وَقَالَ تَعَالٰى مُخْبِرًا عَنْ اِبْرَاهِيْمَ رَبَّنَا اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِيْ وَمَا نُعْلِنُ. وَلِاَنَّ الْمُظْهِرَ لِبِدْعَتِهٖ لَا عُذْرَ لِلْمُصَلِّيْ خَلْفَهٗ بِظُهُوْرِ حَالِهٖ وَالْمُخْفِيْ لَهَا مَنْ يُصَلِّيْ خَلْفَهٗ مَعْذُوْرٌ وَهٰذَا لَهٗ اَثَرٌ فِيْ صِحَّةِ الصَّلٰوةِ وَلِهٰذَا لَمْ تَجِبِ الْاِعَادَةُ خَلْفَ الْمُحْدِثِ وَالنَّجِسِ اِذَا لَمْ يَعْلَمْ حَالَهُمَا لِخَفَاءِ ذَالِكَ مِنْهُمَا وَوَجَبَتْ عَلَى الْمُصَلِّيْ خَلْفَ الْكَافِرِ وَالْاُمِّيِّ لِظُهُوْرِ حَالِهِمَا غَالِبًا وَقَدْ رُوِيَ عَنْ احمد انه لا يصلی خلف مبتدع بحال قال فی روایة ابی الحارث لا یصلی خلف مرجئی ولا رافضی ولا فاسق الا ان یخافهم فیصلی ثم یعید..... کل فاسق فلا یصلی خلفه نص علیه احمد فقال لا تصل خلف فاجر ولا فاسق۔ (المغنی جلد دوم ص ۲۲ باب امامة الفاسق والمبتدع والاعمی مطبوعہ دار الفکر)

ترجمہ:

ہماری دلیل یہ ہے۔ کہ اعلان کی حقیقت اظہار ہے۔ جو اخفاء اور اسرار کی ضد ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وہ جانتا ہے جو تم چھپاتے اور ظاہر کرتے ہو۔ اور اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خبر دیتے ہوئے ذکر فرمایا۔ اے ہمارے رب تو جانتا ہے جو ہم پوشیدہ کرتے اور جو ہم اعلانیہ کرتے ہیں۔ اس لیے بھی کہ اپنی بدعت کو ظاہر کرنے والے کے پیچھے نماز پڑھنے والے کے پاس کوئی عذر نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہ اس کے حال کو ظاہر ہونے کی بنا پر جانتا ہے۔ اور جس کی بدعت مخفی ہو۔ اس کے پیچھے نماز پڑھنے والا معذور ہوتا ہے۔ اور اس کا صحت نماز میں اثر ہے۔ اسی لیے بے وضو اور نجس کے پیچھے پڑھی گئی نماز کا اعادہ نہیں۔ جبکہ ان دونوں کی حالت کا علم نہ ہو۔ کیونکہ ان کا حال نمازی سے مخفی ہے۔ اور کافر امی کے پیچھے نماز پڑھنے والے کو نماز کا اعادہ لازم ہے۔ کیونکہ ان دونوں کا حال غالباً ظاہر ہوتا ہے۔ امام احمد سے مروی ہے۔ کہ آپ مبتدع کے پیچھے کسی حال بھی نماز نہ پڑھتے تھے۔ ابوالحارث کی روایت میں ہے۔ وہ مرجئی، رافضی اور فاسق کے پیچھے نماز نہ پڑھتے تھے۔ ہاں اگر ان کا خوف ہوتا تو پڑھ کر لوٹا لیا کرتے تھے۔ ..... ہر فاسق کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے۔ اس کو بطور نص امام احمد نے ذکر فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں۔ فاسق اور فاجر کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے

فاسق کی تعریف میں گھپلا

نوٹ: فسق کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ فسق ہے کہ جس کا تعلق عقیدہ سے ہے یعنی کفر و شرک وغیرہ کا عقیدہ رکھنا دوسرا فسق وہ ہے کہ جس کا تعلق افعال و جوارح سے ہے جیسے چوری وغیرہ جو اعضائے انسانی سے تعلق رکھتے ہیں۔ صاحب مراقی الفلاح نے ان دونوں اقسام کے پیش نظر فسق اعلانیہ کے ساتھ "بالجارحة لا بالعقیدہ" کے الفاظ بڑھائے ہیں۔ بہر حال ہماری بحث کا تعلق قسم دوم سے ہے لہٰذا اب ہم زیر بحث مسئلہ کی طرف لوٹتے ہیں۔ داڑھی منڈوانا یا مشت سے کم رکھنا ایسے افعال ہیں۔ جن کا تعلق ظاہری اعضاء کے ساتھ ہے۔ لہٰذا اس کا مرتکب "فاسق معلن" ہوا۔ علاوہ ازیں فاسق کی تعریف میں جوارح کے علاوہ بھی کچھ امور کو داخل کیا گیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

شرح غنیۃ المستملی:

وَيُكْرَهُ تَقْدِيْمُ الْفَاسِقِ اَيْضًا لِتَسَاهُلِهٖ فِي اُمُوْرِ الدِّيْنِيَّةِ - فَلَا يُؤْمَنُ مِنْ تَقْصِيْرِهٖ فِي الْاِتْيَانِ بِالشَّرَائِطِ -

(شرح غنیۃ المستملی الکبیر ص ۳۶۵ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور)

ترجمہ: فاسق کو امامت کے لیے آگے کرنا مکروہ (تحریمی) ہے کیونکہ وہ امور دینیہ میں سستی دکھاتا ہے۔ لہٰذا ایسے شخص کا شرائط امامت

اور نماز میں کمی کرنا۔ اس سے وہ محفوظ نہ ہوگا۔

اب امور دینیہ میں سستی کرنے والا جب فاسق ٹھہرا۔ تو داڑھی منڈوانا یا مشت سے کم کتروانا کیا فسق نہ ہوگا؟ یقیناً ہوگا۔ کیونکہ مشت برابر داڑھی رکھنا واجب اور اس سے کم کرنا حرام ہے۔ اور سعیدی صاحب بھی احتیاطاً مشت بھر داڑھی رکھنے کو واجب تسلیم کرتے ہیں۔ امور دینیہ میں سے ایک واجب میں سستی کرنا ایسے کے پیچھے یقیناً نماز مکروہ تحریمی ہوگی۔ ایک طرف واجب کا ترک اور دوسری طرف حرام کا ارتکاب یہ دونوں باتیں مل کر کیا مرتکب کو فاسق نہ بنائیں گی؟ اور کیا ایسا شخص امور دینیہ میں تسہیل کرنے والا شمار نہ ہوگا؟ جس شخص کے دل میں رحمۃ للعالمین اور آپ کی سنت مبارکہ کی محبت ہوگی۔ وہ ایسے کے بارے میں یقیناً تسہل برتنے والا ہی کہے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے داڑھی بڑھانے کا حکم بھی دیا۔ اور ساتھ ہی داڑھی منڈوانے والوں سے نفرت کا اظہار بھی فرمایا۔ شاہِ فارس کی طرف سے آنے والے لوگوں کی جب آپ نے داڑھیاں مونڈی ہوئی دیکھیں۔ تو پوچھا تمہیں ایسا کرنے کا کس نے حکم دیا ہے۔؟ انہوں نے کہا۔ ہمارے مالک نے۔ آپؐ نے فرمایا بربادی ہو تمہارے لیے میرے مالک نے تو مجھے داڑھی بڑھانے اور مونچھیں پست کرنے کا حکم دیا ہے۔ آپ نے یہاں تک فرمادیا۔ کہ جو ہماری سنت پر عمل نہیں کرتا۔ وہ ہم سے نہیں ہے۔ بات بالکل واضح ہے۔ کہ داڑھی منڈوں کو دیکھ کر آپ کو روحانی کوفت ہوئی۔ اور کوئی مسلمان ایسا کام کرے۔ جس سے آپ کو ایذاء پہنچے۔ تو کیا وہ ایذاء پہنچانے والا فاسق نہ ہوگا؟ اور اس کے پیچھے نماز پڑھنی واجب الاعادہ نہ ہوگی۔؟ اس کی وضاحت صاحب مراقی الفلاح نے یوں فرمائی ہے۔

مراقی الفلاح شرح نور الایضاح :۔

اَلْفَاسِقُ الْعَالِمُ لِعَدْمِ اِهْتِمَامِهٖ بِالدِّيْنِ

فَتَجِبُ اِهَانَتُهٗ شَرْعًا فَلَا يُعَظِّمُ بِتَقْدِيْمِهٖ بِالْاِمَامَةِ وَاِذَا تَعَذَّرَ مِنْهُ يَنْتَقِلُ عَنْهُ اِلٰى غَيْرِ مَسْجِدِهٖ لِلْجُمُعَةِ وَغَيْرِهَا وَاِنْ لَّمْ يُقِمِ الْجُمُعَةَ غَيْرُهَا يُصَلِّيْ مَعَهٗ۔

(مراقی الفلاح شرح نور الایضاح ص ۱۸۱ باب الامامۃ مطبوعہ مصر)

ترجمہ:۔

فاسق عالم (کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے) کیونکہ دین کا اہتمام نہیں کرتا۔ لہذا اس کی اہانت از روئے شرع ضروری ہے۔ اس لیے امام بنا کر اسے آگے کھڑا کرکے اس کی تعظیم نہیں کی جائے گی۔ اور اگر اس سے بچنا مشکل ہو۔ تو کسی دوسری مسجد میں چلے جائیں۔ خواہ جمعہ ہو یا عام نمازیں۔ اور اگر اس کے علاوہ جمعہ کہیں اور نہیں ہوتا۔ تو اس کے پیچھے نماز جمعہ پڑھ لی جائے۔

نوٹ:

مراقی الفلاح کے مذکورہ صفحہ پر "بِتَقْدِيْمِهِ الْاِمَامَةِ" کے تحت حاشیہ پر لکھا ہے۔

تَبِعَ فِيْهِ الذَّيْلِيْ وَمَفَادُهٗ كَوْنُ الْكَرَاهَةِ فِي الْفَاسِقِ تَحْرِيْمِيَّةً۔

یعنی فاسق واجب الاہانۃ ہے۔ اسے امامت کے لیے مقدم نہ کیا جائے اس مسئلہ میں ذیلی نے بھی اتباع کیا۔ اور فاسق میں کراہت کا مفاد کراہت تحریمہ ہے۔

قارئین کرام! ''فاسق'' وہ جو امور دینیہ میں تسہل برتے۔ فاسق معلن وہ جو اعضاء انسان سے علانیہ گناہ کا ارتکاب کرے۔ ایسے کے پیچھے نماز پڑھی ہوئی مکروہ تحریمہ ہے۔ اور لوٹانی واجب ہے۔ جسے سعیدی صاحب بھی تسلیم کرتے ہیں۔ چونکہ بقول صاحب مغنی اعلانیہ فسق کرنے والے کے پیچھے نماز پڑھنے والے کے پاس کوئی عذر نہیں۔ اس لیے اسے نماز لوٹانی پڑے گی۔ رافضی، مرجئی اور فاسق سبھی اسی زمرے میں داخل ہیں۔ اگر ان کے خلاف کرنے میں فتنہ وفساد کا اندیشہ ہو۔ تو پڑھی جا سکتی ہے۔ جسے پھر سے لوٹایا جائے گا۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ولید بن عقبہ کے پیچھے پڑھی نمازیں لوٹایا کرتے تھے۔ (حوالہ گزر چکا ہے) غلام رسول سعیدی کے نزدیک داڑھی منڈوانے والا زیادہ سے زیادہ ''فسق ظنی'' کا مرتکب ہے۔ اور اس کے نزدیک اس کی اقتداء میں نماز پڑھنا ''مکروہ تنزیہی'' ہے'' اس نظریہ کو بھی سامنے رکھیں۔ اور داڑھی منڈوانے یا کترانے والے کی سستی فی الدین بھی پیش نظر رکھیں آپ فیصلہ خود کر لیں گے۔ کہ سعیدی صاحب کا نظریہ کہاں تک درست ہے۔ پھر سعیدی صاحب ایک جگہ قول محتاط میں داڑھی قبضہ برابر رکھنا واجب تسلیم کرتے ہیں۔ اور واجب کے ترک پر گناہ صغیرہ کا ہونا بھی انہیں تسلیم ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ان کا یہ کہنا کہ داڑھی منڈانے یا مشت سے کم رکھنے والے نے ایسا کر کے کوئی گناہ نہیں کیا۔ نہ صغیرہ نہ کبیرہ۔ اور یہ بات بھی ذہن نشین رہے۔ کہ صغیرہ گناہ کو ہلکا جاننا کبیرہ سے بھی بڑا کبیرہ ہے۔ یہ موقف بھی سعیدی صاحب کا آپ گزشتہ اوراق میں پڑھ چکے۔ جب داڑھی قبضہ برابر رکھنی واجب علی الاحتیاط یا بقول اکثر فقہاء مطلقاً واجب ہے۔ اور واجب کا ترک صغیرہ، اور صغیرہ پر اصرار کبیرہ سے بھی بدتر لہٰذا روزانہ داڑھی منڈوانے والا اصرار کا یقیناً مرتکب ہوتا ہے۔ (اصرار اور تکرار کا فرق ہم بیان کر چکے ہیں) اور کبیرہ سے بڑے گناہ کا مرتکب ان کے نزدیک قابلِ

امامت سے اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا صرف مکروہ تنزیہہ ہے۔

ولاحول ولاقوة الا باللہ العلی العظیم

اعتراض

ابو داؤد شریف میں حدیث پاک مذکور ہے۔ دو گناہ کبیرہ کرنے والے کے پیچھے نماز پڑھنا واجب ہے۔" اصل الفاظ یوں ہیں۔

ابو داؤد شریف:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اَلْجِهَادُ وَاجِبٌ عَلَيْكُمْ مع كُلِّ اَمِيْرٍ بَرًّا كَانَ اَوْ فَاجِرًا الصَّلٰوةُ وَاجِبَةٌ عَلَيْكُمْ خَلْفَ كُلِّ مُسْلِمٍ بَرًّا كَانَ اَوْ فَاجِرًا وَاِنْ عَمِلَ الْكَبَائِرَ وَالصَّلٰوةُ وَاجِبَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ بَرًّا كَانَ اَوْ فَاجِرًا وَاِنْ عَمِلَ الْكَبَائِرَ۔

(ابو داؤد شریف جلد ۱ ص ۳۴۳ کتاب الجهاد باب فی الغزو مع ائمة الجور)

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم پر جہاد واجب ہے۔ خواہ تمہارا امیر نیک ہو یا فاجر و فاسق۔ نماز ہر مسلمان کے پیچھے ادا کرنی واجب ہے۔ خواہ وہ امام نیک ہو یا فاجر اگرچہ وہ کبیرہ گناہ ہی کرتا ہو۔ اور ہر مسلمان کی نمازِ جنازہ پڑھنی واجب ہے۔ خواہ وہ نیک ہو یا فاجر و

اگرچہ وہ کبیرہ گناہ کرتا ہو۔

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا۔ کہ فاسق و فاجر کی امامت جائز ہے۔ بلکہ اس کے پیچھے نماز واجب ہے۔ اگر تمہارے قول کے مطابق دیکھا جائے۔ تو ایسے شخص کی امامت ناجائز اور اس کے پیچھے پڑھی گئی نماز واجب الاعادہ ہوتی ہے۔ حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گناہ کبیرہ کے عامل کے پیچھے بھی نماز پڑھنے کو لازم فرمایا۔ اب اگر تمہارے کہنے سے ہم یہ تسلیم بھی کرلیں کہ داڑھی منڈوانا یا مشت سے کم رکھنا وہ گناہ کبیرہ" ہے۔ تو پھر بھی یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ ایسے کے پیچھے نماز ضرور پڑھنی چاہیئے اس لیے داڑھی منڈے کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی، واجب الاعادہ کہنا باطل ہے۔

جواب اوّل :۔

روایت مذکورہ خود معترضین کے بھی خلاف ہے۔ وہ اس طرح کہ "فاسق معلن کو امام بنانا حرام ہے" کا فتوٰے خود سعیدی صاحب نے بھی شرح مسلم جلد ۲ ص ۳۰۷ پر لکھا ہے۔ کیونکہ فاسق از روئے شرع اہانت کا حق دار ہے اور امامت کا منصب، تعظیم کے ضمن میں آتا ہے۔ جب مذکورہ روایت کے ہوتے ہوئے۔ وہ فاسق معلن،، کی امامت کو حرام کہا گیا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ معترضین کا اس روایت سے استدلال درست نہیں۔

جواب دوم :۔

روایت مذکورہ اسناد کے اعتبار سے مجروح ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

نصب الرایہ :۔

قال علیہ السلام صَلُّوْا خَلْفَ كُلِّ بَرٍّ وفاجِرٍ -
قُلْتُ اَخْرَجَہ الدار قطنی فِی سُنَنِہٖ عَنْ
معاویہ بن صالح عن العلاء بن الحارث عن مکحول

عن ابی هریره ان رسول الله صلی الله علیه وسلم
قَالَ صَلُّوْا خَلْفَ كُلِّ بَرٍّ وَفَاجِرٍ وصلوا
عَلٰى كُلِّ بَرٍّ وَفَاجِرٍ وَجَاهِدُوْا مَعَ كُلِّ بَرٍّ
وَفَاجِرٍ انتهٰى۔ قال الدارقطنی لکحول
لم یسمع عن ابی هریرة وَمَنْ دُوْنَهٗ ثِقَاتٌ انتهٰی ومن طریق
الدارقطنی رواه ابن الجوزی فی العلل المتناهیة وعلہ
بمعاویة بن صالح مَعَ مَا فِیْهِ مِنَ الْاِنْقِطَاعِ
وَالْحَدِیْثُ رواه ابوداؤد فی سننه.........
فِیْ كِتَابِ الْجِهَاد الخ۔ وَلَهٗ طَرِیْقٌ اخر عند
الدارقطنی عَنْ عبد الله بن محمد بن یحیٰی
بن عروه عن هشام بن عروه عن ابی الصالح
السمان عن ابی هریرة مَرْفُوْعًا سَیَلِیْكُمْ مِنْ
بَعْدِیْ وُلَاةٌ البرّ بِبِرِّهٖ وَالْفَاجِرُ بِفُجُوْرِهٖ
فَاسْمَعُوْا لَهٗ وَاَطِیْعُوْا فِیْمَا وَافَقَ الْحَقَّ
وَصَلُّوْا وَرَاءَهُمْ فَاِنْ اَحْسَنُوْا فَلَكُمْ وَ
لَهُمْ وَاِنْ اَسَاؤُا فَلَكُمْ وَعَلَیْهِمْ انتهٰی وَمِنْ
طریق الدارقطنی رواه ابن الجوزی فی العلل
واعله بعبد الله هذا قال ابوحاتم متروک
الحدیث قال ابن حبان لا یَحِلُّ كُتُبُ
حدیثه قال ابن الجوزی وسئل احمد
عَنْ حَدِیْثِ صَلُّوْا خَلْفَ كُلِّ بَرٍّ وَفَاجِرٍ

فَقَالَ مَا سَمِعْنَا بِہٖ انتہیٰ........ اخرج ابن ماجہ فی سُنَنِہٖ عن الحارث بن النبہان عن عتبہ بن یقظان عن ابی سعید الشامی عن مکحول عَنْ وَاثِلَۃْ بن اَسْقَعْ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لَا تُکَفِّرُوْا اَھْلَ مِلَّتِکُمْ وَاِنْ عَمِلُوْا الْکَبَائِرَ وَصَلُّوْا مَعَ کُلِّ اِمَامٍ وَجَاھِدُوْا مع کُلِّ اَمِیْرٍ وَصَلُّوْا عَلٰی کُلِّ مَیِّتٍ مِنْ اَھْلِ الْقِبْلَۃِ انتہی۔ وابو سعید ھذا قال الدار قطنی مجہول و عتبۃ قال ابن جنید لا یُسَاوِیْ شَیْئًا وحارث بن نبہان قال النسائی متروک وقال ابن حبان لا یُحْتَجُّ بِہٖ وَاَسْنَدَ اِلٰی ابن معین اَنَّہٗ قَالَ لَیْسَ بِشَیْءٍ۔

(نصب الرایہ لحدیث الہدایہ۔ جلد دوم ص ۲۷ کتاب الصلوٰۃ الحدیث الثالث والستون مطبوعہ قاہرہ)

ترجمہ:۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہر اچھے اور فاجر کے پیچھے نماز پڑھا کرو"۔ میں کہتا ہوں۔ اس حدیث کو دار قطنی نے اپنی سنن میں ذکر کیا جس کی سند یہ ہے۔ عن معاویہ بن صالح عن العلٰی بن الحارث عن مکحول عن ابی ھریرۃ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہر نیک اور فاجر کے پیچھے نماز پڑھا کرو۔ اور ہر نیک و فاجر کی نماز جنازہ پڑھا کرو۔

اور ہر نیک و فاجر کے ساتھ (اس کے زیر کمان) جہاد کیا کرو۔ دار قطنی نے کہا، کہ اس کے راوی مکحول نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سماعت حدیث نہیں کی۔ دار قطنی کی سند سے ہی ابن الجوزی نے روایت کیا اپنی کتاب علل متناہیہ میں۔ اس میں معاویہ بن صالح پر جرح ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ اس روایت میں انقطاع بھی ہے۔
ابو داؤد نے اپنی سنن میں کتاب الجہاد کے اندر ذکر کیا (جیسا کہ اعتراض میں گزرا) اس کی سند ذرا مختلف ہے۔ دار قطنی سے حوالہ سے یہ روایت مذکور ہوئی، سند یہ ہے۔ عن عبد الله بن محمد بن يحيى بن عروة عن هشام بن عروة عن ابى صالح السمان عن ابى هريرة مرفوعاً۔۔
"میرے بعد بہت جلد تمہیں ایسے حکمرانوں اور والیوں سے سابقہ پڑے گا۔ نیک نیکی کے ساتھ اور فاجر فجور کے ساتھ۔ ان کی بات سننا اور ماننا اگر وہ حق کے موافق ہو۔ اور ان کے پیچھے نماز پڑھ لینا۔ اگر وہ اچھے ہوں گے تو ان کو اور تم کو فائدہ ہوگا۔ اور اگر برے ہوں گے۔ تو ان کے لیے نقصان اور تمہارے لیے فائدہ ہوگا" دار قطنی کے طریق پر ابن الجوزی نے اسے "العلل" میں ذکر کیا۔ اور اس کے راوی عبد اللہ پر جرح کی۔ اس کے بارے میں ابو حاتم نے متروک الحدیث کہا۔ ابن حبان نے کہا۔ اس کی کتب حدیث کی کتابت جائز نہیں ابن جوزی نے کہا۔ کہ امام احمد سے اس حدیث (صلوا خلف كل بر و فاجر) کے بارے میں پوچھا گیا۔ تو کہنے لگے۔ ہم نے اسے نہیں سنا۔ انتہی۔ ابن ماجہ نے اپنی سنن میں حارث بن نبہان

عن عتبہ بن یقظان عن ابی سعید الشامی عن مکحول عن واثلہ بن اثقلہ سے روایت کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اپنے دین والوں کی تکفیر نہ کرو۔ اگرچہ وہ کبیرہ گناہوں کے مرتکب ہوں۔ اور ہر امام کے ساتھ نماز پڑھو۔ اور ہر امیر کے ساتھ جہاد کرو۔ اور اہل قبلہ کی ہر میت کا جنازہ پڑھو انتہیٰ۔ ابو سعید اس روایت کا راوی اس کے بارے میں دار قطنی نے کہا کہ یہ مجہول ہے۔ اور عتبہ کے بارے میں ابن جنید نے کہا۔ کسی چیز کے برابر نہیں ہے۔ حارث بن نبہان کو امام نسائی نے متروک کہا۔ ابن حبان نے کہا۔ یہ قابل حجت نہیں ہے۔ ابن معین کی طرف منسوب ہے کہ انہوں نے اسے "لیس بشئ" کہا۔

قارئین کرام! مذکورہ روایت اگرچہ مختلف اسناد سے مروی ہے۔ لیکن ایک سند میں راوی مجروح ہونے کے ساتھ انقطاع بھی ہے۔ دوسری سند میں ایسا راوی ہے جسے متروک الحدیث اور اس کی حدیث کی کتابت کو ناجائز کہا گیا ہے۔ امام احمد بن حنبل نے اس حدیث کو نہیں سنا۔ اور ابو سعید نامی راوی بھی متروک الحدیث کے علاوہ "لا یحتج بہ" ہے۔ لہذا "ہر نیک اور فاجر کے پیچھے نماز پڑھو" یہ روایت مجروح ہونے کی بنا پر اور قابل احتجاج نہ ہونے کی بنا پر ان روایات کا مقابلہ کیسے کر سکتی ہے۔ جن میں فاسق و فاجر کو امامت کا حق نہیں دیا گیا۔

خلاصۂ یہ کہ غلام رسول سعیدی اور داڑھی کے مسئلہ میں اس کے دیگر ہمنوا (طاہر القادری مودودی وغیرہ) کا استدلال یہی ہے۔ کہ داڑھی منڈانے والے کے پیچھے نماز مکروہ تنزیہہ ہے۔ فقیر نے ان کے دلائل اور غلط تاویلات کی بیخ کنی کے لیے اعلیحضرت عظیم المرتبت فاضل بریلوی قدس سرہ کا رسالہ "لمعۃ الضحیٰ" کے مطابق

ائمہ احناف کا داڑھی کے بارے میں موقف واضح کیا ہے۔ اگرچہ غلام رسول سعیدی اور طاہر القادری وغیرہ نے بھی اپنے موقف کو ثابت کرنے کے لیے اعلیٰ حضرت کی بعض عبارات کو ذکر کیا ہے۔ لیکن ان لوگوں نے انصاف کے تقاضوں کو پورا نہ کیا۔ کیونکہ جن عبارات کو ان لوگوں نے کھینچ کر اپنے مقصود کے قریب سمجھا۔ وہ تو لکھ ڈالیں۔ اور جن عبارات میں ان کے مؤقف کی واضح تردید تھی۔ ان کے قریب بھی نہ گئے اعلحضرت کے ملفوظات سے بھی کچھ اقتباسات لیے گئے لیکن وہاں بھی یہی طریقہ برتا گیا۔ اعلحضرت کے اس مسئلہ پر ارشادات بڑی تفصیل سے ہیں۔ جن میں آپ نے داڑھی مشت بھر رکھنے کے وجوب پر کئی حوالہ جات ذکر فرمائے۔ لیکن غلام رسول سعیدی کی عجب خود پسندی اور اجتہادی بصیرت کو دیکھیے۔ اعلحضرت تو اعلحضرت اس نے شیخ محقق جناب عبدالحق محدث دہلوی اور محقق علی الاطلاق ابن ہمام ایسے اکابر کو بھی کوئی اہمیت نہ دی۔ بلکہ ان کے استدلال کو غیر صحیح اور مخدوش قرار دیا۔ ہم آخر میں یہی دعاء کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ انہیں اکابر اہل سنت کی عزت کرنے کی توفیق دے۔ اور ان کے ارشادات سمجھنے اور پھر انہیں قبول کرنے کی ہمت عطا فرمائے۔

نوٹ:

داڑھی کے متعلق اس کی سنیت کے مخالفین کے دلائل اور ان کے جوابات سے جب ہم نے فراغت پائی۔ اور اس مسئلہ پر لکھا جانے والا رسالہ مکمل کر لیا۔ تو مولوی غلام رسول سعیدی صاحب کی شرح مسلم شریف جلد ششم کا پتہ چلا کہ اس میں بھی مولانا غلام رسول سعیدی صاحب نے مسئلہ داڑھی پر بحث کی ہے اور بازار میں بھی مل رہی ہے تو ہم نے فوراً منگوا کر اس کا مطالعہ کیا تو واقعۃً اس میں بھی مولانا غلام رسول سعیدی صاحب نے اس مسئلہ پر کچھ بحث کی۔ مسلم شریف کی ابتدائی مجلدات میں جو ان کا مؤقف تھا۔ اس کو بعینہ تردید ہم تفصیل سے بیان کر چکے ہیں۔ چھٹی جلد میں ان کا موقف جب پڑھا۔ جو پہلی جلدوں سے ذرا مختلف نظر آیا۔ اور

اس جلد میں ان کا موقف ڈاکٹر طاہر القادری صاحب کے موقف سے کافی ملتا جلتا ہے۔ طاہر القادری صاحب کے موقف کی بھی تردید گزر چکی ہے۔ یہاں موقف ایک ہونے کے ساتھ ساتھ چونکہ دلائل میں کچھ فرق تھا۔ اس لیے مسلم شریف کی چھٹی جلد میں مولانا غلام رسول سعیدی صاحب کا موقف اور دلائل ان کی اپنی عبارت سے پہلے پیش کیا جاتا ہے۔ پھر اس کا جائزہ لیا جائے گا۔

داڑھی کے متعلق مصنف کا موقف

شرح مسلم:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے داڑھی بڑھانے کا حکم دیا ہے۔ اور یہ حکم بھی وجوبی نہیں ہے۔ اور قبضہ تک داڑھی رکھنے کا آپ نے حکم نہیں دیا۔ اگر قبضہ برابر کو واجب کہا جائے۔ تو اس میں دو خرابیاں ہیں۔ ایک خرابی یہ کہ جس چیز کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واجب نہیں کیا ہے۔ اس کو اپنی رائے سے واجب کہا جائے۔ اور اس میں جمہور فقہاء کی مخالفت بھی ہے۔ کیونکہ سب نے قبضہ برابر کو سنت کہا ہے۔ دوسری خرابی یہ ہے۔ کہ اگر قبضہ کو واجب قرار دیا جائے۔ تو جس شخص نے قبضہ سے ایک انگل بھی داڑھی کم رکھی ہو۔ اس کو فاسق معلن کہا جائے گا۔ اور اس سے بغیر کسی وجہ شرعی کے ایک مسلمان کی عزت کو مجروح کرنا لازم آئے گا۔ یاد رہے کہ ہم مبلغ ہیں شارع نہیں ہیں۔ ہمارا کام احکام شرعیہ کو جوں کا توں پہنچا دینا ہے۔ اور بس ہم اپنی طرف سے کسی کو وضع کرنے کے مجاز نہیں ہیں۔ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے داڑھی منڈوانے پر انکار کیا ہے۔ اور داڑھی منڈانے سے داڑھی بڑھانے کے حکم کی بالکلیہ مخالفت ہوتی ہے۔ اس لیے ہمارے نزدیک داڑھی منڈانا مکروہ تحریمی یا حرام ظنی ہے۔ اور مطلقاً داڑھی رکھنا واجب ہے۔ چونکہ احکام میں عرف اور عادت کا اعتبار ہوتا ہے۔ اس لیے داڑھی کے تحقق کے لیے داڑھی کی اتنی مقدار ہونی چاہیے۔ جس پر عرف میں داڑھی

کا اطلاق ہو سکے۔ خواہ وہ قبضہ سے ایک آدھ انگل کم ہو اور معمولی اور خفیف سی داڑھی یا خشخشی داڑھی پر عرف و عادت میں مطلقاً داڑھی کا اطلاق نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کو خشخشی داڑھی یا فرنچ کٹ داڑھی کہتے ہیں۔ سو ایسی داڑھی سے داڑھی رکھنے کے حکم پر عمل نہیں ہوگا۔ اور قبضہ تک داڑھی رکھنا فقہاء کی تصریحات کے مطابق سنت ہے اور بظاہر یہ سنت غیر مؤکدہ ہے۔ کیونکہ قبضہ کی تاکید کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث منقول نہیں ہے۔ چونکہ ملا علی قاری نے قبضہ کو مستحسن لکھا ہے اور علامہ زبیدی نے کہا ہے۔ کہ جمہور کے نزدیک داڑھی بڑھانا مستحب ہے۔ اس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ یہ سنت غیر مؤکدہ یا مستحب ہے۔ کثیر مطالعے اور عمیق غور و فکر کے بعد احادیث۔ آثار اور جمہور فقہاء کے قول سے ہم نے یہی سمجھا ہے کہ اگر یہ حق و صواب ہے۔ تو اللہ اور رسول کی جانب سے القیٰ اور فیضان ہے۔ اگر یہ غلط اور باطل ہے۔ تو یہ میری فکر کی غلطی ہے۔ اور مطالعہ کی کمی ہے۔ اللہ اور اس کا رسول اسے بری ہے۔ (شرح مسلم مصنفہ مولوی غلام رسول سعیدی صاحب جلد سادس ص ۴۵۰ - ۴۵۱ مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور)

جواب:

مولانا غلام رسول سعیدی صاحب کی عبارتِ مذکورہ کا خلاصہ درج ذیل چند امور ہیں

امرِ اول: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے داڑھی بڑھانے کا جو حکم دیا ہے وہ وجوبی نہیں۔

امرِ دوم: ان کے نزدیک داڑھی منڈانا مکروہ تحریمی یا حرام ظنی ہے۔ اور مطلقاً

داڑھی رکھنا واجب ہے۔

امرِ سوم: قبضہ تک داڑھی رکھنا فقہاء کرام کی تصریحات کے مطابق سنت اور وہ بھی غیر مؤکدہ ہے۔

اب ہم ان تین امور کا بالترتیب جائزہ پیش کرتے ہیں۔

مولانا غلام رسول سعیدی صاحب کی تضاد بیانی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی مخالفت ان کی تقریباً ہر سطر سے ٹپکتی ہے۔ گذشتہ اوراق میں بھی ہم اس پر کافی لکھ چکے ہیں۔ ان تین امور میں آپ خود تضاد بیانی دیکھ سکتے ہیں۔ لکھتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے داڑھی بڑھانے کا جو حکم دیا ہے۔ وہ وجوبی نہیں پھر اسی سانس میں یہ بھی لکھا۔ کہ مطلقاً داڑھی رکھنا واجب ہے۔ کیا ان دونوں عبارتوں میں تضاد نہیں ہے؟ ہم پوچھتے ہیں۔ کہ جب تمہارے بقول حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم وجوب کے لیے نہیں۔ تو پھر مطلقاً داڑھی رکھنے کا وجوب کس حدیث سے ثابت کیا ہے۔؟ تمہارا مطلب تو یہ ہو سکتا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم استحبابی ہے جیسا کہ داڑھی قبضہ برابر رکھنے کو تم نے مستحب کہا ہے۔ اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے امر استحبابی سے وجوب ثابت کرنا عقل و نقل سے کس قدر بعید ہے۔

اب امر استحبابی کی مخالفت یعنی داڑھی نہ رکھنا اور منڈانا زیادہ سے زیادہ خلاف اولیٰ ہونا چاہیئے۔ لیکن مولانا سعیدی صاحب نے اپنا موقف اس بارے میں لکھا۔ کہ داڑھی منڈانا مکروہ تحریمی یا حرام ظنی ہے۔ اب ان سے یہ پوچھا جا سکتا ہے۔ کہ مکروہ تحریمی یا حرام ظنی کسی امر کی مخالفت سے بنا ہے تو یقیناً یہی کہا جائے گا کہ امر وجوبی کی مخالفت کی بنا کر اور اگر امر وجوب کے لیے نہیں تو اس کی مخالفت یعنی داڑھی منڈانا مکروہ تحریمی کیسے ہو گیا؟ بہر صورت جب تک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے امر کو وجوب کے لیے تسلیم نہ کیا جائے۔ تو مطلقاً داڑھی رکھنا واجب ہو گا۔ اور نہ ہی منڈانا

مکروہ تحریمی ہوگا۔ جب سعیدی صاحب ان دونوں باتوں کو تسلیم کرتے ہیں۔ تو ان کے تسلیم کرنے سے یہ لازماً تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ امر وجوب کے لیے ہے استحباب کے لیے نہیں ہے۔ شیخ محقق کے بارے میں سعیدی صاحب نے جلد سادس کے ص ۲۴۶ پر جو الفاظ ان کے بارے میں تحریر کیے۔ اور جس انداز میں ان پر تنقید کی یہ ان کا ہی حصّہ تھا عبارت ملاحظہ ہو۔

"شیخ عبدالحق محدث دہلوی اپنی تمام تر علمی خدمات اور عظمتوں کے باوجود بشر و انسان تھے۔ نبی اور رسول نہ تھے۔ ان کی رائے میں خطاء ہو سکتی ہے۔ نیز ان کو ایک محدث کی حیثیت سے تسلیم کیا گیا ہے۔ فقیہہ نہیں مانا گیا۔ نہ ان کی کسی کتاب کو کتب فتاوٰی میں شمار کیا گیا ہے"

مولنا سعیدی صاحب کی یہ تنقید شیخ محقق کے خلاف صرف اس لیے کہ انہوں نے قبضہ برابر داڑھی کے وجوب کا قول کیا ہے۔ تو شیخ کے موقف کی تردید کے لیے اور کچھ نہ ہو سکا۔ تو ان کی ذات پر کیچڑ اچھالا۔ حالانکہ یہ حقیقت ہے کہ امام اہل سنت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ ایسی شخصیت ہیں کہ ہزاروں نہیں لاکھوں سعیدی ہوں۔ تو انکے گرد راہ تک نہیں پہنچ سکتے۔ اعلیحضرت عظیم المرتبت نے شیخ عبدالحق کو "محقق علی الاطلاق" کہا ہے۔ اور بیسیوں مرتبہ کہا ہے۔ اور ہر جگہ ان کی تحریرات کو حجت تسلیم کرتے ہیں۔ سعیدی صاحب نے اگر شیخ محقق کی ذات پر کیچڑ اچھالا تو یہ صرف اپنے مذموم مقصد کو ثابت کرنے کے لیے کہا۔ کیونکہ اس کا موقف یہ ہے۔ کہ قبضہ برابر داڑھی رکھنا مستحب ہے۔ اور جب اسی کو شیخ نے واجب قرار دیا۔ تو اس کے علاوہ ان کے پاس کوئی چارہ نہ تھا۔ ہم پوچھتے ہیں۔ تمہارے استحباب کے راستہ میں صرف شیخ محقق ہی اکیلے کھڑے نہیں۔ بلکہ خود تمہارے بقول فقہاء کرام کی اکثریت کا یہی موقف ہے۔ ذرا اپنی ہی عبارت

پڑھو۔

شرح مسلم:

اس تمام تفصیل کے باوجود اکثر فقہاء نے لکھا ہے۔ کہ مشت سے کم داڑھی کٹانا یا منڈانا جائز نہیں،، کیا اس کا مطلب یہ نہیں۔ کہ قبضہ برابر داڑھی رکھنا واجب ہے؟ محقق علی الاطلاق علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں۔ کہ مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مونچھیں کم کرو داڑھی بڑھاؤ اور مجوس کی مخالفت کرو۔ مجوس یا تو داڑھی بالکل منڈاتے تھے یا قبضہ سے کم رکھتے تھے۔ اس لیے حدیث مذکور کا مطلب یہ ہے کہ کل یا اکثر داڑھی کاٹنے میں مجوس کی مخالفت کر کے داڑھی بڑھاؤ اس اعتبار سے اس حدیث میں مطلقاً داڑھی بڑھانے کا حکم نہیں ہے بلکہ قبضہ تک داڑھی بڑھانے کا حکم ہے۔ اور اس حکم کی علت مجوس کی مخالفت ہے۔ اس لیے احتیاط کا تقاضا یہی ہے۔ کہ ایک مشت داڑھی کو بقول اکثر فقہاء کے وجوب پر محمول کرنا چاہیئے انتہیٰ کلامہ۔ (شرح مسلم ج ا ص ۴۳۰)

غلام رسول سعیدی کی شرح مسلم سے جو ہم نے درج بالا عبارت نقل کی اس میں خود انہوں نے چند باتیں تسلیم کی ہیں۔

۱۔ اول یہ کہ اکثر فقہاء کے بقول قبضہ برابر داڑھی رکھنا واجب ہے۔

۲۔ دوم یہ کہ مجوس اور یہود و ہنود یا تو پوری داڑھی منڈواتے تھے یا ایک مشت سے کم رکھتے تھے۔ لہذا ان کی مخالفت کا حکم نبوی یہ تقاضا کرتا ہے۔ کہ داڑھی بڑھانے کا آپ کا حکم مطلق داڑھی کے لیے نہیں بلکہ مشت برابر کے لیے ہے۔

۳۔ سوم یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مجوس کی مخالفت کا حکم دیا۔ تو احتیاط اسی میں ہے۔ کہ اکثر فقہاء کے قول کے مطابق قبضہ برابر داڑھی رکھنا وجوب پر محمول کیا جائے۔

ان تین امور میں اور سعیدی صاحب کے موقف کے درمیان کیا تطبیق ہو سکتی ہے۔؟ میں تو اس نتیجہ پر پہنچا ہوں۔ کہ ان کی تضاد بیانی دراصل اکابرین کے خلاف ہرزہ سرائی کی سزا ہے۔ اور سنت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنا غیر اہم اور غیر ضروری قرار دینے کی سزا ہے۔ جس کی وجہ سے داڑھی ایسی سنت پر ان کے نزدیک عمل نہ کرنے والا کسی سزا یا وعید کا مستحق نہیں ہے۔ اب سعیدی صاحب کا تیسرا امر دیکھئے "قبضہ تک داڑھی رکھنا فقہا کی تصریحات کے مطابق سنت ہے اور بظاہر یہ سنت غیر مؤکدہ ہے۔،، اس عبارت کو اور اوپر گزری دونوں عبارتوں کا موازنہ کیجئے۔ خود ہی لکھتے ہیں۔ کہ اکثر فقہا نے ایک مشت سے کم داڑھی کٹانے یا منڈانے کو جائز نہیں کہا۔ اور اس کے ساتھ پھر خود ہی یہ بھی لکھتا ہے۔ کہ فقہاء کے قول کا مطلب ہے۔ کہ داڑھی قبضہ برابر واجب ہے۔ اور آخر میں لکھا "اجتہاد کا تقاضا یہی ہے۔ کہ ایک مشت داڑھی کو بقول اکثر فقہاء کے وجوب پر محمول کرنا چاہیئے" لیکن چھٹی جلد میں یوں خامہ سرائی کی۔ کہ فقہاء کی تصریحات کے مطابق بظاہر یہ سنت غیر مؤکدہ ہے۔،، اکثر فقہا کا قول ایک جگہ مشت برابر داڑھی رکھنے کے وجوب کا ذکر کیا۔ اور یہاں ان کے قول کی اپنی مرضی سے مروڑ کر لکھ دیا۔ کہ فقہاء کے نزدیک سنت غیر مؤکدہ ہے۔ اب فقہاء کا مشت برابر داڑھی رکھنے میں کونسا قول معتبر ہو گا۔؟ اور فقہاء کا سنت کہنا اس سے کب یہ تصریح یا اشارہ ملتا ہے۔ کہ ان کی مراد سنت غیر مؤکدہ ہے سعیدی صاحب نے فقہاء کے قول کی تاویل خود اپنی طرف سے اختراع کی ہے۔

یہی سعیدی صاحب مسلم شریف کی شرح میں اسی مسئلہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

شرح مسلم

کث اللحیة تملا صدرہ ،،

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک گھنی تھی۔ اور سینہ مبارک پر پھیلی ہوئی تھی۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کم از کم ایک مشت تک داڑھی بڑھانا سنت موکدہ ہے۔ (شرح مسلم ج اص ۹۲۹)

یہاں تسلیم کر رہے ہیں۔ کہ مشت برابر داڑھی رکھنا سنت موکدہ ہے۔ اور چھٹی جلد میں اپنے فرضی اور باطل نظریہ کو ثابت کرنے کے لیے اسے "بظاہر سنت غیر موکدہ" کا لیبل لگا دیا۔ جب حدیث پاک سے مشت برابر داڑھی رکھنا سنت موکدہ ثابت ہو رہا ہے۔ تو سنت غیر موکدہ کہاں سے ثابت کیا جا رہا ہے؟ تو معلوم ہوا۔ کہ جب سعیدی صاحب اپنے استدلال پر قائم نہیں رہتے۔ تو اکثر فقہاء کرام کی تصریحات کو اگر من مانا مطلب دینا چاہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صریح احادیث کے ہوتے ہوئے اپنی ضد پر اڑیں۔ تو کون روک سکتا ہے؟ اور یہ حقیقت ہے کہ اکثر فقہاء کرام نے مشت برابر داڑھی رکھنا سنت نہیں۔ بلکہ واجب قرار دیا ہے لیکن کمال جرأت سے ان کے موقف کو وجوب سے سنت کی طرف لایا گیا۔ اور پھر سنت کی تاویل "غیر موکدہ" سے کر کے اپنے مقصد و باطل کو ثابت کیا۔ اگر بالفرض یہ تسلیم کر لیا جائے۔ کہ فقہاء کرام نے قبضہ برابر داڑھی رکھنا سنت کہا ہے تو کیا ان کے سنت کہنے کا مطلب "سنت غیر موکدہ" ہے؟ اس کی وضاحت کے لیے بحر الرائق کی ایک عبارت پیش خدمت ہے۔

بحر الرائق:

اَنَّ الْمُرَادَ مِنَ السُّنَّةِ الْمُؤکدہ بدلیل

قَوْلُهُ وَلَا يُتْرَكُ وَاحِدٌ مِنْهُمَا وَكَمَا صُرِّحَ بِهِ فِي الْمَبْسُوطِ وَقَدْ ذَكَرْنَا مِرَارًا اَنَّهَا بِمَنْزِلَةِ الْوَاجِبِ عِنْدَنَا۔ (بحر الرائق جلد ۲ ص ۱۸۵ باب العیدین مطبوعہ مصر)

ترجمہ: سنت سے مراد سنت مؤکدہ ہے۔ اس کی دلیل ماتن کا یہ قول ہے۔ کہ ان دونوں (عید الفطر، عید الاضحیٰ) میں سے کسی کو چھوڑا نہیں لیا۔ اور جیسا کہ اس کی تصریح مبسوط میں کی گئی ہے۔ ہم اس سے قبل بارہا ذکر کر چکے ہیں۔ کہ ہمارے نزدیک سنت مؤکدہ بمنزلہ واجب کے ہے۔

قارئین کرام! صاحب بحر الرائق نے عیدین کی نماز کی بحث کرتے ہوئے اس کے بارے میں اکابر احناف کے اقوال کے درمیان تطبیق دی ہے۔ بعض وجوب کے قائل اور کچھ سنیت کے قائل ہیں۔ تو دونوں کو یوں جمع کیا۔ کہ سنت کہنے والوں کے نزدیک مراد سنت مؤکدہ ہے۔ اور ہم احناف کے نزدیک سنت موکدہ اور واجب ایک ہی منزلہ و مرتبہ رکھتے ہیں مولانا غلام رسول سعیدی صاحب نے صاحب بحر الرائق کی یہی عبارت شرح مسلم شریف جلد ۲ ص ۸۴۴ پر نقل کی ہے لیکن افسوس اتنا ہے۔ کہ اپنے اکابر کے مستعمل الفاظ کی مراد جو انہوں نے خود بیان کی۔ اسے چھوڑ کر ڈیڑھ اینٹ کی نئی مسجد کیوں بنائی جا رہی ہے۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی شریف کی سنت سے محبت ہوتی۔ تو پھر اس کو توڑ موڑ کر پیش کرنے کی بجائے دو ٹوک لکھ دیتے۔ کہ مشت برابر داڑھی رکھنا سنت موکدہ ہے۔ اور اپنا موقف بھی جمہور کے ساتھ متفق رکھتے۔ صاحب بحر الرائق نے واضح کر دیا۔ کہ جب عیدین کی نماز کو کوئی بھی ترک نہیں کرتا۔ تو ایسا کرنا اس کے وجوب کی علامت ہے۔

سعیدی صاحب! نماز عیدین تو صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لیے سنت ہے اور اسے کسی نے کسی دور میں ترک نہ کیا۔ لیکن داڑھی مشت برابر رکھنا تمام انبیاء کرام صحابہ کرام، اولیاء امت اور علماء ربانیین کا لگاتار عمل چلتا آرہا ہے۔ کسی ایک نے کبھی اس کا ترک نہیں کیا۔ اس قدر اہتمام اور استمرار کے ساتھ ہونے والا عمل سعیدی صاحب کے نزدیک سنت اور وہ بھی ان کے بزعم غیر مؤکدہ ہوا؟ اور استحباب تک کھینچ لائے کیا اپنا یہ مؤقف قائم کرتے ہوئے اور لکھتے ہوئے ذرا بھی خوف نہ آیا۔ اور محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم دل میں نہ اتری؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت سی احادیث "اہمیت سنت" کے بارے میں کتب احادیث میں موجود ہیں۔ "جس نے میری سنت سے منہ موڑا وہ مجھ سے نہیں"، محبت رسول سے خالی دل ایسی احادیث کی بھی تاویل کرنے سے نہیں چوکتے۔ "فلیس منی" اسے مراد میرے راستہ پر نہیں ہے۔ لیتے ہیں۔ اس میں مستحبات بھی شامل ہیں۔

مختصر یہ کہ مولانا غلام رسول سعیدی صاحب نے قبضہ برابر داڑھی رکھنے کی طویل بحث کی ہے اور اول و آخر یہ کوشش کی۔ کہ قبضہ برابر داڑھی رکھنا صرف سنت غیر مؤکدہ یا مستحب ہے"، اسے ثابت کر دکھایا جائے۔ اپنے اس فرضی مؤقف کی خاطر خواہ خود اپنی عبارات کی تردید کرنا پڑے۔ تب بھی کوئی پرواہ نہیں۔ آپ دیکھتے نہیں کہ انہیں تسلیم ہے اور اسے لکھا۔ کہ اکثر فقہا کے نزدیک قبضہ برابر داڑھی رکھنا واجب ہے۔ اس میں اکثر فقہاء کا نظریہ لکھ کر پھر ان کی مخالفت پر کمر باندھی اور وجوب سے اتر کر استحباب پر آ کھڑے ہو گئے۔ مطلب یہ کہ قبضہ برابر داڑھی رکھنا کوئی ضروری نہیں۔ رکھو نہ رکھو۔ گناہ گار نہ ہو گے اور ترک سنت مؤکدہ لازم نہ آئے گا۔ یوں فقہاء کرام سے الگ راستہ اپنایا۔ بلکہ فقہاء کرام پر الزام دھرا۔ کہ وہ بھی قبضہ برابر داڑھی رکھنا سنت قرار دیتے ہیں۔ اور سنت سے مراد بظاہر سنت غیر مؤکدہ ہے۔ ادھر تمام انبیاء کرام، صحابہ کرام اور علماء و اولیاء امت

کے لگاتار عمل کو غیر ضروری قرار دینے کی جسارت کی جا رہی ہے۔ اتنی بڑی جسارت ایک عالم دین کے لائق نہیں ہے۔ لیکن یاد رہے ایسا لکھنے پر اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول تو خوش نہیں ہوگا۔ البتہ شیطان کی خوشی میں کوئی شک نہیں۔ سعیدی صاحب نے اپنے آپ کو اکثر فقہاء کے مقابل کھڑا کر دیا۔ اور ان کے دلائل کے مقابلہ میں اپنی دلیلوں کو قوی اور مضبوط بنانے کی سر توڑ کوشش کی۔ میں آخر میں "خاتم الفقہاء" کی ایک عبارت پیش کر کے اس مضمون کو ختم کرتا ہوں۔

درالمختار:

وَفِيْهِ اِنْ قَطَعَتْ شَعْرَ رَاسِهَا اُثِمَتْ وَلُعِنَتْ زَادَ فِي الْبَزَّازِيَّةِ وَاِنْ بِاُذْنِ الزَّوْجِ لِاَنَّهُ لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِيْ مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ وَلِذَا يَحْرُمُ عَلَى الرَّجُلِ قَطْعُ لِحْيَتِهِ وَالْمَعْنَى الْمُؤَثِّرُ التَّشَبُّهُ بِالرِّجَالِ۔

(در المختار مع رد المختار جلد ۶ ص ۴۰۷ فصل فی البیع مطبوعہ مصر)

ترجمہ:

مذکورہ عبارت سے ثابت ہوا۔ کہ اگر کوئی عورت اپنے سر کے بال کاٹتی ہے۔ تو وہ گناہ گار ہے۔ اور ملعون ہے۔ بزازیہ میں اس پر مزید لکھا۔ کہ اگرچہ وہ یہ کام اپنے خاوند کی اجازت لے کر کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی دوسرے کی بات مانی نہیں جاتی۔ اسی لیے مرد پر اپنی داڑھی کا کاٹنا حرام کر دیا گیا ہے۔ اور

اس کی علت یہ ہے۔ کہ سر منڈا کر عورت مردوں کے مشابہ ہو جاتی ہے۔ داڑھی منڈا کر مرد عورت کے مشابہ بن جاتا ہے

قارئین کرام! داڑھی جب قبضہ سے زائد لمبی ہو جائے۔ تو اس زائد کو کاٹنے پر کسی نے حرمت کا فتوے نہیں دیا۔ اور نہ ہی کوئی ایسا قول ملتا ہے۔ بلکہ اسے کاٹنے کو سنت کہا گیا ہے۔ اب در المختار کی عبارت بالا کا مطلب یہ نکلا۔ کہ قبضہ سے کم داڑھی کو کٹوانا یا سر سے منڈوانا دونوں اسی طرح حرام ہیں۔ جس طرح عورت کے لیے اپنے سر کے بال کاٹنے حرام ہیں۔ جب قبضہ سے کم داڑھی کے بال کاٹنے حرام ٹھہرے۔ تو قبضہ تک رکھنا لازماً واجب ہوئے۔ اگر قبضہ تک داڑھی رکھنا سنت غیر مؤکدہ یا مستحب ہوتا۔ تو اس کا کٹوانا حرام نہ ہوتا۔

خلاصہ کلام یہ ہے۔ کہ مرد کے لیے داڑھی عطیہ خداوندی ہے۔ جو اس کے حسن و جمال کا باعث ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی بھر قبضہ سے کم داڑھی نہ کی۔ نہ ہی کسی اور پیغمبر سے ایسا ثابت ہے۔ اور تمام صحابہ کرام اسی پر دائمی عمل پیرا نظر آتے ہیں۔ اور امت محمدیہ کے تمام اولیاء، مجتہدین، صوفیاء اور علماء کا آج تک یہ عمل متواتر چلا آرہا ہے خود حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بڑھانے کا مختلف طرق سے حکم دیا۔ اور مجوس کی شکل و شباہت کی مخالفت کرنے کی تاکید شدید فرمائی۔ ان تمام حقائق و شواہد کے پیش نظر فقہاء کرام نے قبضہ برابر داڑھی رکھنا واجب یا سنت مؤکدہ قرار دیا۔ اور اس سے کم کرنے کو حرام فرمایا۔ اور نئی تحقیق، نئی روشنی کے دلدادہ اور عورتوں کی مشابہت کو پسند کرنے والے کچھ علماء اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے مردوں کو مجوسیوں کے ہم شکل بنانے کا راستہ دکھانے والے "مجتہد"، اپنی شہرت اور عوام میں مقبولیت کی خاطر قبضہ برابر داڑھی رکھنے کو مستحب تک لے آئے۔ استحباب یا سنت غیر مؤکدہ چونکہ دو جائز، کا ہی ایک درجہ ہے۔ لہٰذا اس جواز کا ایسے علماء اور مجتہدین نے گاہے بگاہے عملی طور پر مظاہرہ کر کے عوام سے مزید شاباش وصول کرلی۔ جیسے کہ طاہر القادری صاحب نے

کر دکھایا۔

فقیر کی دعا رب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان علماء کو اس غلط موقف سے رجوع کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ان کے رجوع کے صدقے ہزاروں مسلمانوں اور ان کو شفاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نصیب ہو۔

آمین ثم آمین

اہمیت سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر چند احادیث

حدیث اول: فتاوی عزیزیہ:

بدرستیکہ خدائے تعالی سخت عقاب کنندہ است یعنی عذاب سخت میکند کسے راکہ خلاف فرمان رسول کند۔ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ یَعِشْ مِنْکُمْ بَعْدِی فَسَیَرٰی اِخْتِلَافًا کَثِیْرًا فَعَلَیْکُمْ بِسُنَّتِی تَمَسَّکُوْا بِھَا وَعَضُّوْا عَلَیْھَا بِالنَّوَاجِذِ رواہ احمد والترمذی یعنی فرمودہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسیکہ زندہ خواہد ماند از شما بعد من پس خواہد دید اختلاف بسیار پس لازم است بر شما کہ چنگ زنید بسنت من و بگزید براں بدندانہا یعنی محکم گیرید وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ اَحَبَّ سُنَّتِی فَقَدْ اَحَبَّنِی وَمَنْ اَحَبَّنِی کَانَ مَعِی فِی الْجَنَّةِ رواہ الترمذی۔

(فتاوی عزیزیہ جلد اول ص ۳ مقدمہ مطبوعہ دارالاشاعت عربیہ گوالمنڈی چوک کوئٹہ)

ترجمہ:

یقیناً اللہ تعالی ہر ایسے شخص کو سخت عذاب دے گا۔ جو رسول کریم

صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے خلاف کرتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم میں سے جو میرے بعد زندہ رہا تو وہ بہت زیادہ خلاف دیکھے گا۔ لہٰذا تم پر میری سنت کو مضبوطی سے تھامنا لازم ہے۔ اور اس سے خوب تعلق وابستہ رکھنا ضروری ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی ارشاد ہے۔ جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے یقیناً مجھ سے محبت کی اور جو میرا چاہنے والا ہے۔ وہ جنت میں میرے ساتھ ہو گا۔

قارئین کرام! ان احادیث سے ثابت ہوا۔ کہ دینی اختلاف کے وقت، ہر مسلمان کے لیے سنت نبوی سے وابستگی انتہائی ضروری ہے۔ اور نیز یہ کہ سنت نبوی کا عامل خود صاحبِ سنت سے محبت کرنے والا ہوتا ہے۔ جس کی جزا یہ کہ وہ جنت میں رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو گا۔ ہم گزشتہ اوراق میں تفصیل سے لکھ چکے ہیں۔ اور حقیقت بھی یہی ہے۔ کہ داڑھی شریف قبضہ برابر رکھنا ایسی متواتر و متوارث سنت نبوی ہے۔ کہ ایک مرتبہ بھی اس سے کم نہ کی گئی۔ بلکہ تمام انبیاء کرام صلحاء امت، علماء کرام اور ہر دور کے مسلمان اس پر تا زندگی عمل پیرا رہے ہے۔ مذکورہ بالا احادیث کی روشنی میں یہ کہنے میں حق بجانب ہیں۔ کہ قبضہ برابر داڑھی شریف رکھنے والا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا محب ہے۔ جب اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے تو لازماً حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسے چاہتے ہوں گے۔ اس باہمی محبت کا نتیجہ یہ کہ قبضہ برابر داڑھی رکھنے والا کل قیامت جنت کے اندر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھی ہونے کا شرف پائے گا۔

حدیث دوم: دارمی شریف:

عَنْ عِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ قَالَ صَلّٰى لَنَا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ الفجر ثم
وعظنا موعظۃ بلیغۃ ذرفت منھا العیون
ووجلت منھا القلوب فقال قائل یا
رسول اللہ کانھا موعظۃ مودع
فاوصنا فقال اوصیکم بتقوی اللہ
والسمع والطاعۃ وان کان عبدا
حبشیا فانہ من یعش منکم بعدی
فسیری اختلافا کثیرا فعلیکم بسنتی
وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین
عضوا علیھا بالنواجذ۔

(دارمی شریف جلد اوّل ص ۴۳-۴۴ باب
اتباع السنۃ مطبوعہ مدینہ منورہ)

ترجمہ:۔ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
کہ ایک دن ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز فجر پڑھائی پھر
ایک بلیغ وعظ سے ہمیں نوازا۔ ایسا وعظ کہ اس سے آنکھوں سے آنسو
ٹپکنے لگے۔ اور دل کانپ اٹھے۔ حاضرین میں سے کسی نے عرض کیا۔
یا رسول اللہ! گویا یہ الوداعی وعظ ہے۔ پس ہمیں وصیت ہی فرما
دیجئے۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ میں تمہیں خوف خدا کی وصیت کرتا ہوں
اور اپنے حاکم کی بات ماننے اور اطاعت کا حکم دیتا ہوں خواہ
وہ حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔ بات یہ ہے کہ تم میں سے جو شخص میرے
وصال کے بعد زندہ رہا۔ وہ دین میں بہت سے اختلاف دیکھے گا۔

لہذا تم پر لازم ہے۔ کہ میری سنت اور خلفائے راشدین کی سنت پر عمل پیرا رہو۔ اور اسے خوب مضبوطی سے پکڑو۔

اس حدیث پاک میں تقریباً وہی مضمون ہے۔ جو اس سے پہلی احادیث میں سے تھا یہاں حضرات خلفاء راشدین کی سنت اور ان کے طریقہ کو بھی مضبوطی سے تھامنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی۔ مسئلہ زیر بحث یعنی قبضہ برابر داڑھی رکھنا یہ صرف خلفائے راشدین کی ہی سنت نہیں ہے۔ بلکہ تمام صحابہ کرام کی سنت ہے۔ کیونکہ در حقیقت یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرنے کی ایک صورت ہے۔ لہذا داڑھی شریف کے بارے میں جب کچھ علماء اس کے قبضہ برابر ہونے کی سنت مؤکدہ کو ختم کرنے پر دلائل پیش کر رہے ہیں۔ حالانکہ یہ سنت آج تک جوں کی توں امت میں معمول بہا تھی۔ تو ان لوگوں نے اس دینی علامت میں اختلاف کو رواج دیا۔ ایسے میں ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان عالی شان کی طرف رجوع لانا چاہیئے اور اختلاف کرنے والے کے دلائل سے اعراض کرتے ہوئے سنت نبوی اور سنت خلفاء راشدین کو اپنا ہادی بنانا چاہیئے یہی راہ نجات ہے۔

حدیث سوم: دارمی:

أَخْبَرَنَا أَبُو الْمُغِيرَه حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ عَنْ يحيى بن ابى عمرو الشيبانى عَنْ عبد الله بن الديلمى قَالَ بَلَغَنِي أَنَّ أَوَّلَ ذِهَابِ الدِّيْنِ تَرْكُ السُّنَّةِ يَذْهَبُ الدِّيْنُ سُنَّةً سُنَّةً كَمَا يَذْهَبُ الْحَبْلُ قُوَّةً قُوَّةً۔

(دارمی جلد اول ص ۴۴ باب اتباع السنة مطبوعه مدینه منوره)

ترجمہ:

عبداللہ بن دیلمی بیان کرتے ہیں۔ کہ مجھے یہ روایت پہنچی شروع شروع دین کا ختم ہونا ترکِ سنت سے ہوگا۔ دین کی ایک ایک سنت کو چھوڑنے سے دین اٹھ جائے گا۔ جیسا کہ رسّی کے ایک ایک ریشہ کو ختم کرنے سے اس کی قوت ختم ہو جاتی ہے۔

روایت بالا سے بالکل صاف صاف معلوم ہو رہا ہے۔ کہ دین کے معاملہ میں سب سے پہلے سنتوں کو خیرباد کہیں گے۔ جس سے دین کے ضیاع اور خاتمے کی بنیاد پڑے گی۔ فرائض و واجبات کی باری اس کے بعد آئے گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیش گوئی کو ہم آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ سے کہاں تک وابستگی رہ گئی؟ ہر حیلے بہانے سے سنت کو ترک کیا جا رہا ہے۔ مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ میں لاکھوں نمازی امام کے پیچھے فرائض ادا کرتے آپ کو نظر آئیں گے۔ جونہی سلام پھرا۔ ادھر ادھر تتر بتر ہو گئے۔ سنت مؤکدہ نہیں پڑھی جاتیں۔ بہرحال داڑھی شریف ہو یا کوئی اور سنت جب اس کا ترک دین کے اٹھ جانے کی اولیں حرکت ہے۔ تو جو دانشور یہ فریضہ لایعنی دلائل اور دور از کار تاویلات سے سرانجام دے رہے ہیں۔ وہ سوچیں۔ کہ عوام کی خدمت اور ان سے شاباش حاصل کرنے کے زعم میں وہ کتنے بھیانک کام کی بنیاد فراہم کر رہے ہیں۔

حدیث چہارم: دارمی:

عن الزُّهْرِیِّ قَالَ كَانَ مَنْ مَضٰى مِنْ عُلَمَائِنَا يَقُوْلُوْنَ الْاِعْتِصَامُ بِالسُّنَّةِ نَجَاةٌ۔

(دارمی جلد اول ص ۴۴ باب اتباع سنت)

ترجمہ: زہری سے روایت ہے۔ کہ ہم سے پہلے دور کے علماء

فرمایا کرتے تھے۔ کہ سنت پر مضبوطی سے عمل کرنا ہی نجات، ہے

حدیث پنجم: الترغیب:

عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ رواہ مسلم۔ (ترغیب جلد اول ص ۸۷ باب کل محدث بدعۃ)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے میری سنت سے منہ موڑا وہ مجھ سے نہیں ہے

ان دونوں احادیث میں سنت پر عمل اور اس کے ترک دونوں باتوں کو بیان کیا گیا۔ سنت پر عمل کرنے والا نجات پانے والے اور تارکِ سنت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منہ موڑنے والا ہے۔ جو لوگ غلط تاویلات کے سہارے داڑھی شریف ایسی سنت کو ترک کیے ہوئے ہیں۔ انہیں ذرا گریبان میں جھانک کر دیکھنا چاہیئے۔ کہ اپنے لیے کیا بیج بو رہے ہیں؟ کیا وہ اس سنت کو زندہ رکھنے کی سعی میں مصروف ہیں۔ یا اس کے مٹانے کے درپے ہیں؟ اگر اس سنت کے ضیاع اور ترک کی رغبت دلا رہے ہیں۔ تو خود نجات اخروی سے بے بہرہ ہونے کے ساتھ ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق توڑ بیٹھے۔ علاوہ ازیں ان کے کہنے اور لکھنے پر جس قدر لوگ اس سنت کو چھوڑیں گے۔ اُن کا بوجھ بھی ان کے کندھوں پر ہوگا۔ ایک حدیث سماعت فرمائیے۔

حدیث ششم: الترغیب:

عن عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لِبِلَالِ بْنِ الْحَارِثِ یَوْمًا اِعْلَمْ یَا بِلَالُ قَالَ اَعْلَمُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ؟

قَالَ اِعْلَمْ اَنَّ مَنْ اَحْیٰی سُنَّۃً مِنْ سُنَّتِیْ اُمِیْتَتْ بَعْدِیْ کَانَ لَہٗ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلَ مَنْ عَمِلَ بِھَا مِنْ ان ینقص من احد اھم شیاء۔ (الترغیب جلد اول ص۴۹ باب کل محدثۃ ضلالۃ)

ترجمہ:

حضرت عمرو بن عوف روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال بن حارث سے فرمایا۔ اے بلال! کچھ جان لے۔ عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہی سکھا دیجئے۔ آپ نے فرمایا۔ یہ جان لو۔ کہ جس نے بھی میرے بعد میری فوت شدہ سنت کو زندہ کیا۔ اسے ان تمام لوگوں کا اجر عطا ہو گا! جنہوں نے اس پر عمل کیا ہو گا۔ اور ان کے اپنے اجر بھی کم نہ ہوں گے

بطور اختصار ہم نے صرف چند عدد احادیث نقل کی ہیں۔ اگرچہ اس بارے میں بکثرت احادیث و آثار موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے۔ کہ وہ مجھے اور تمام قارئین کتاب اور امت مسلمہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری پیاری اداؤں اور آپ کی اجر و ثواب سے بھری سنتوں پر عمل کر کے اسے ہمارے لیے ذریعہ نجات بنائے۔ اور محبت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی علامت کو اپنے چہروں پر سجانے کی توفیق عطا فرمائے۔

اکابرینِ اُمّت کے نزدیک سُنّت کی اہمیّت

امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہ اپنے مکتوبات شریف میں سنت کی اہمیت کو یوں بیان فرماتے ہیں۔

مکتوبات:

حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ بہ برکت اکابرین طریقہ علیہ ترقیات بے نہایات کرامت فرماید طریق ایشان کبریت احمر است ومبنی بر متابعت سنت علی مصدرہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ این فقیر از نقد وقت خود می تویسد کہ مدتہا از علوم ومعارف واز احوال ومقامات درزنگ ابر نیسان ریختند وکار یکہ باید کرد بعنایت اللہ سبحانہ کردند والحال آرزوئے نماندہ است الا آنکہ احیائے سنتے از سنن مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیمات نمودہ آید واحوال ومواجید مرارباب ذوق را مسلّم باشد می باید کہ باطن را بنسبت خواجہا قدس اللہ اسرارہم معمور داشتہ ظاہر را بالکلیت بمتابعت سنن ظاہرہ متحلی ومتزین دارند مصرعہ کار این است غیر این ہمہ ہیچ۔ (مکتوبات امام ربانی مصنفہ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی جلد اول صفحہ ۹۹ مکتوب نمبر ۳۶ مطبوعہ رؤف اکیڈمی لاہور پاکستان)

ترجمہ:

اللہ تعالیٰ اس طریقہ عالیہ کے اکابر کی برکت سے آپ کو بے انتہا ترقیاں عطا فرمائے۔ ان کا طریقہ کبریت احمر (سرخ گندھک یعنی اکسیر) ہے۔ اور حضور علیہ التحیۃ والسلام کی اتباع سنت پر مبنی ہے فقیر کو اس وقت تک جو کچھ ہاتھ آیا ہے۔ اس کے متعلق لکھتا ہے کہ مدت دراز تک اس ناچیز پر علوم و معارف اور احوال و مقامات موسلا دھار بارش کی طرح برساتے رہے۔ اور جو کام کرنا چاہیئے تھا اللہ تعالیٰ کی عنایت سے کر لیا تھا۔ اب کوئی آرزو باقی نہیں رہی سوائے اس کے کہ مصطفےٰ علیہ السلام والصلوٰۃ کی سنتوں میں سے کسی ایک سنت کا احیاء (زندہ کرنا) ہو جائے اور احوال و مواجید ارباب ذوق کے حوالے ہو جائیں۔ چاہیئے یہ کہ باطن خواجگان نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کی نسبت سے معمور رہو۔ اور ظاہر کو کلی طور پر سنن ظاہرہ کے ساتھ مزین اور آراستہ رکھیں۔ اصل کام یہی ہے۔ اس کے علاوہ سب ہیچ ہے

قارئین کرام! امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ امام ربانی اپنے متعلق خود فرماتے ہیں کہ مجھ پر علوم و معارف احوال و مقامات کی موسلا دھار بارش ہوتی رہی۔ اور میں اپنی منزل مقصود تک پہنچ گیا۔ اس تمام مراتب کے حصول کے بعد اب ایک آرزو باقی رہی کہ نبی علیہ السلام کی سنتوں میں سے کسی ایک سنت کو زندہ کروں۔ اور ظاہر کو کلی طور پر سنن ظاہرہ کے ساتھ مزین اور آراستہ کروں۔ اس سے معلوم ہوا کہ مراتب ولائیت سے سنت کا احیاء (یعنی سنت حضور علیہ السلام کا) اور ظاہر کو کلی طور پر سنن ظاہرہ کے ساتھ مزین کرنا افضل و اعلیٰ ہے۔ اور رہا داڑھی شریف کے

سنن ظاہرہ ہونے میں کیا شک و شبہ ہے۔

مکتوبات:

امام اعظم کوفی رضی اللہ عنہ بواسطہ ترک ادبے از آداب وضوئے نماز چہل سال را قضا فرمودند۔

(مکتوبات شریف جلد اول صفحہ نمبر ۷۶ مکتوب نمبر ۲۹ مطبوعہ رؤف اکیڈمی لاہور)

ترجمہ:

حضرت امام اعظم کوفی رضی اللہ عنہ نے وضو کے مستحبات میں سے ایک مستحب چھوٹ جانے سے چالیس سال کی نمازیں قضا کیں۔

قارئین کرام: مذکورہ عبارت میں امام ربانی یہ بتانا چاہتے ہیں۔ کہ مستحب وضو کے مستحبات میں سے چھوٹ جانے پر آپ نے چالیس سال کی نمازیں قضا کیں۔ اس سے اندازہ لگائیے کہ سنت مؤکدہ جو کہ قریب الوجوب ہے کے چھوٹ جانے کا کتنا بڑا نقصان ہوگا۔ لیکن یہ تمام چیزیں محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر مبنی ہیں۔ اللہ کے حضور دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نبی علیہ السلام کی سنتوں پر عمل پر توفیق عطا فرمائے۔ خصوصاً تمام انبیاء تمام صحابہ کرام، اور اولیاء عظام اور نبی علیہ السلام کی اس قبضہ برابر داڑھی رکھنے والی سنت پر جو ان حضرات کی محبوبہ سنت ہے۔ اس کے عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

اور یہ مختصر رسالہ جو میں نے "منکرین وجوب اللحیہ کا شرعی محاسبہ" لکھا ہے۔ کو قبول فرمائے۔ اس کے صدقے میرے کبیرہ، صغیرہ گناہ معاف فرمائے۔ اور بلکہ جتنے احباب سرکار گیلانی سید پیر محمد باقر علی شاہ صاحب سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف سے تعلق رکھنے والے ہیں۔ سب کی بخشش فرمائے۔

کیونکہ انہی کے حکم سے یہ رسالہ لکھا جس کو اللہ تعالیٰ نے پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ اور بلکہ جتنے لوگ میری اس کتاب کو پڑھیں اور اس پر عمل کریں گے۔ ان سب کے لیے میری دعا ہے خدا تعالیٰ ان کے تمام گناہ معاف فرمائے۔ اور قبر و حشر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب فرمائے۔

آمین ثم آمین

تمت بالخیر

الحاج محقق اسلام مولانا محمد علی صاحب ناظم علی
جامعہ رسولیہ شیرازیہ بلال گنج لاہور

ماخذ و مراجع

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف کا نام	مطبوعہ	سن وفات
۱	مسلم الثبوت	مولانا محب اللہ البہاری	حامدیہ گنج بخش روڈ لاہور	
۲	تاریخ الخمیس	شیخ حسین محمد بن الدیار بکری	بیروت	
۳	احیاء العلوم	امام محمد غزالی	دمشق	۵۰۵ھ
۴	فتح القدیر	علامہ کمال الدین ابن ہمام	نوریہ رضویہ سکھر	۸۶۱ھ
۵	ترمذی شریف	امام ابو عیسیٰ بن عیسیٰ ترمذی	نور محمد کراچی	۲۷۹ھ
۶	ابن ماجہ	امام ابو عبداللہ بن ابن ماجہ	"	۲۷۳ھ
۷	نووی شرح المسلم	یحییٰ بن شرف النواوی	"	۲۷۶ھ
۸	شمائل ترمذی	علامہ عبدالرزاق مصری	"	۱۰۰۳ھ
۹	رسائل و مسائل	مودودی	اسلامک لمیٹڈ لاہور	
۱۰	فتح الباری شرح البخاری	احمد بن علی بن عسقلانی	دار النشر الکتب اسلامک لاہور	۸۵۲ھ
۱۱	کتاب الآثار	امام محمد بن حسن شیبانی	ادارہ القرآن کراچی	۱۸۹ھ
۱۲	شرح الشفاء	نسیم الریاض	بیروت	۱۰۶۹ھ
۱۳	نبراس	عبدالعزیز پرہاروی	"	۱۲۴۰ھ
۱۴	مجمع الزوائد	نورالدین بن علی بن ابی بکر	"	۸۰۷ھ
۱۵	شرح مسند ابو حنیفہ	امام اعظم ابو حنیفہ	"	۱۵۰ھ
۱۶	رد المحتار	علامہ سید محمد امین ابن عابدین		۱۲۵۴ھ
۱۷	المغنی	ابو محمد عبداللہ بن احمد		

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف کا نام	مطبوعہ	سن وفات
۱۸	شرح فقہ اکبر	ملا علی قاری	کانپور	۱۰۱۴ھ
۱۹	شرح مسلم	علامہ غلام رسول سعیدی	لاہور	
۲۰	بنایہ شرح ہدایہ	علامہ بدرالدین ابو محمد بن احمد		۸۵۵ھ
۲۱	عمدۃ القاری	علامہ بدرالدین ابو محمد بن احمد	بیروت	۸۵۵ھ
۲۲	المنتقی	قاضی ابن الولید سلیمان بن خاں	قاہرہ	۴۹۴ھ
۲۲	النہایہ	امام مجدالدین ابی السعادات بن محمد		
۳۳	تفسیر ابن جریر	ابو جعفر محمد ابن جریر طبری	بیروت	۳۱۰ھ
۳۴	تفسیر خازن	علی بن محمد	پشاور	۷۲۵ھ
۳۵	المستدرک	عبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم	دکن حیدر آباد	۴۰۵ھ
۳۶	ابوداؤد شریف	ابوداؤد سلیمان بن اشعث	پاکستان لاہور	۲۷۵ھ
۳۷	مصنف عبدالرزاق	عبدالرزاق بن ہمام	بیروت	۲۱۱ھ
۳۸	مرقات شرح مشکوٰۃ	ملا علی بن سلطان محمد القاری	امدادیہ ملتان	۱۰۱۴ھ
۳۹	مسلم شریف	امام ابوالحسین قشیری	نور محمد کراچی	۲۵۶ھ
۴۰	صاحب مجمع بحار الانوار	علامہ محمد طاہر پٹنی	لکھنو	۹۸۶ھ
۴۱	اشعۃ اللمعات	شیخ عبدالحق محدث دہلوی		۱۰۵۲ھ
۴۲	مرقات شرح مشکوٰۃ	ملا علی قاری	امدادیہ ملتان	۱۰۱۴ھ
۴۳	بیہقی شریف	امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی	نشر السنۃ ملتان	۴۵۸ھ
۴۴	ابوداؤد	ابوداؤد بن اشعث	لاہور	۲۸۵ھ
۴۵	طحاوی شریف	ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی	لاہور	۳۲۱ھ

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف کا نام	مطبوعہ	سن وفات
۴۶	فتاوی رضویہ	اعلحضرت شیخ امام رضا خان	لاہور	۱۳۴۰ھ
۴۷	بدائع الصنائع	علامہ ابوبکر بن مسعود		۵۸۷ھ
۴۸	تبیین الحقائق	عثمان بن علی	امدادیہ ملتان	۷۴۳ھ
۴۹	بحرالرائق	علامہ زین الدین ابن نجیم	مصر	۹۷۰ھ
۵۰	تفسیر روح المعانی	شہاب الدین بن سید محمد	بیروت	۱۲۷۰ھ
۵۱	تفسیر عزیزی	شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی	فاروقی دہلوی	۱۲۳۹ھ
۵۲	نورالانوار	ملاجیون ابن ابی سعید دہلوی	کراچی	۱۱۳۰ھ
۵۳	حسامی	حسام الدین محمد بن محمد عمر	مولوی مسافر خانہ کراچی	۶۴۴ھ

نقوش حیات

محقق اسلام شیخ الحدیث علامہ محمد علی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

تعلیم : حفظ قرآن 1952ء، درس نظامی 1960ء، فاضل عربی 1961ء

جامعہ کا قیام : 1963ء میں جامعہ رسولیہ شیرازیہ بلال گنج لاہور قائم کیا جو اس وقت پاکستان میں اہل سنت کی معروف دینی درسگاہوں میں سے ایک ہے۔

حصول علم : آپ نے اپنے دور کے نامور علماء سے اکتساب فیض کیا

امام اہلسنت علامہ ابوالبرکات سید احمد شاہ صاحب حزب الاحناف رحمۃ اللہ علیہ

شیخ المحدثین محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الحدیث علامہ غلام رسول رضوی رحمۃ اللہ علیہ

استاذ العلماء، حافظ الحدیث سید جلال الدین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

استاذ الاساتذہ حضرت مولانا حافظ محمد نواز صاحب کیلانی رحمۃ اللہ علیہ

بیعت : دور طالب علمی میں آپ کو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی عظیم روحانی خانقاہ آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف کے زیب سجادہ سید السادات حضرت خواجہ نور الحسن شاہ صاحب بخاری سے بیعت کا شرف حاصل ہوا جس نے آپ کی زندگی میں ایک روحانی انقلاب پیدا کر دیا۔

تدریس : علوم اسلامیہ کی تکمیل کے ساتھ ہی آپ نے درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا اور اسی شوق نے علوم اسلامیہ کی عظیم دینی درسگاہ جامعہ رسولیہ کا روپ دھار لیا جو آج وطن عزیز کی صف اول کے اداروں میں شامل ہے۔

تصانیف : آپ نے اپنی خداداد صلاحیتوں کو صرف تدریس کے شعبے تک محدود نہیں رکھا بلکہ تصنیف و تالیف کے شعبہ میں وہ تاریخی کارنامہ سرانجام دیا جس کی مثال ماضی قریب سے ماضی بعید دور تک کہیں نظر نہیں آتی۔ بلاشبہ آپ کی تصانیف مستقبل کے مؤرخ کیلئے سند کی حیثیت رکھتی ہیں۔ صحابہ کرام، امہات المؤمنین اور اہل بیت عظام علیہم الرضوان پر فرقہ ہائے باطلہ کی طرف سے دیئے گئے الزامات کا اس قدر مضبوط دلائل سے محاسبہ کیا کہ جن کو پڑھتے ہوئے قارئین پر وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ آپ کی اس تحقیق کا ذخیرہ آٹھ ہزار سے زائد صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ جبکہ خدمت حدیث کے حوالے سے مؤطا امام محمد کی شرح کئی ہزار صفحات کے لگ بھگ عنقریب منظر عام پر آ رہی ہے

وصال : 28 صفر المظفر 1418ھ بمطابق 14 جولائی 1996ء